- کلمہ طیبہ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کے تقاضے
- دوسروں کو تکلیف سے بچائیے
- بے حیائی کو روکو۔ ورنہ......
- حیا کی حفاظت کے طریقے
- کسی نیکی کو حقیر مت سمجھو
- کون سا عمل "صدقہ" ہے
- پہلے قدم بڑھاؤ پھر اللہ کی مدد آئیگی
- اللہ کا بندوں سے عجیب خطاب
- اللہ کے ولی کو تکلیف دینے پر اعلان جنگ
- سجدوں کی کثرت اللہ کے قرب کا ذریعہ
- دو عظیم نعمتیں اور ان کی طرف سے غفلت
- جنت اور دوزخ پر پردے پڑے ہوئے ہیں

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

اصلاحی خطبات
۲۱
شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
ضبط و ترتیب
مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب
استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی
میمن اسلامک پبلشرز

خطاب : شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ضبط و ترتیب : مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی

تاریخ اشاعت : ۲۰۱۵ء

ناشر : میمن اسلامک پبلشرز

باہتمام : محمد مشہود الحق کلیانوی

جلد : ۲۱

حکومت پاکستان کاپی رائٹس رجسٹریشن نمبر

ملنے کے پتے

- میمن اسلامک پبلشرز، کراچی۔: 0313-920 54 97
- مکتبہ معارف القرآن، دارالعلوم کراچی ۱۴
- ادارۃ المعارف، دارالعلوم کراچی ۱۴
- مکتبہ العلوم، سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی
- کتب خانہ اشرفیہ، قاسم سینٹر اردو بازار کراچی
- مکتبہ عمر فاروق، شاہ فیصل کالونی، نزد جامعہ فاروقیہ، کراچی
- مکتبہ علمیہ، جی ٹی روڈ اکوڑہ خٹک
- بیت القرآن، چھوٹی گھٹی حیدرآباد
- مکتبہ رحمانیہ، اُردو بازار، لاہور
- مکتبہ سید احمد شہید، اُردو بازار، لاہور
- مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ کوئٹہ
- دارالاخلاص، پشاور
- مکتبہ فاروقیہ، منگورا سوات

پیش لفظ

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اَمَّا بَعْدُ!

اپنے بعض بزرگوں کے ارشاد کی تعمیل میں احقر کئی سال سے جمعہ کے روز عصر کے بعد جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی میں اپنے اور سننے والوں کے فائدے کے لئے کچھ دین کی باتیں کیا کرتا ہے۔ اس مجلس میں ہر طبقہ خیال کے حضرات اور خواتین شریک ہوتے ہیں، الحمد للہ احقر کو ذاتی طور پر بھی اس کا فائدہ ہوتا ہے، اور بفضلہ تعالیٰ سامعین بھی فائدہ محسوس کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سلسلے کو ہم سب کی اصلاح کا ذریعہ بنائیں۔ آمین۔

احقر کے معاون خصوصی مولانا عبداللہ میمن صاحب سلمہ نے کچھ عرصے سے احقر کے ان بیانات کو ٹیپ ریکارڈ کے ذریعہ محفوظ کر کے ان کے کیسٹ تیار کرنے اور ان کی نشر و اشاعت کا اہتمام کیا جس کے بارے میں دوستوں سے معلوم ہوا کہ بفضلہ تعالیٰ ان سے بھی مسلمانوں کو فائدہ پہنچ رہا ہے۔

ان کیسٹوں کی تعداد اب غالباً سو سے زائد ہو گئی ہے۔ انہی میں سے کچھ کیسٹوں کی تقاریر مولانا عبداللہ میمن صاحب سلمہ نے قلمبند بھی فرمالیں، اور ان کو

چھوٹے چھوٹے کتابچوں کی شکل میں شائع کیا۔ اب وہ ان تقاریر کا ایک مجموعہ "اصلاحی خطبات" کے نام سے شائع کر رہے ہیں۔

ان میں سے بعض تقاریر پر احقر نے نظر ثانی بھی کی ہے۔ اور مولانا موصوف نے ان پر ایک مفید کام یہ بھی کیا ہے کہ تقاریر میں جو احادیث آئی ہیں، ان کی تخریج کر کے ان کے حوالے بھی درج کر دیئے ہیں۔ اور اس طرح ان کی افادیت بڑھ گئی ہے۔

اس کتاب کے مطالعے کے وقت یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ یہ کوئی باقاعدہ تصنیف نہیں ہے، بلکہ تقریروں کی تلخیص ہے جو کیسٹوں کی مدد سے تیار کی گئی ہے، لہٰذا اس کا اسلوب تحریری نہیں بلکہ خطابی ہے۔ اگر کسی مسلمان کو ان باتوں سے فائدہ پہنچے تو یہ محض اللہ تعالیٰ کا کرم ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے، اور اگر کوئی بات غیر محتاط یا غیر مفید ہے، تو وہ یقیناً احقر کی کسی غلطی یا کوتاہی کی وجہ سے ہے۔ لیکن الحمدللہ، ان بیانات کا مقصد تقریر برائے تقریر نہیں، بلکہ سب سے پہلے اپنے آپ کو اور پھر سامعین کو اپنی اصلاح کی طرف متوجہ کرنا ہے۔

نہ بہ حرف ساختہ سرخوشم، نہ بہ نقش بستہ مشوشم
نفسے بیاد تو می زنم، چہ عبارت وچہ معانیم

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان خطبات کو خود احقر کی اور تمام قارئین کی اصلاح کا ذریعہ بنائیں، اور یہ ہم سب کے لئے ذخیرہ آخرت ثابت ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے مزید دعا ہے کہ وہ ان خطبات کے مرتب اور ناشر کو بھی اس خدمت کا بہترین صلہ عطا فرمائیں۔ آمین۔

محمد تقی عثمانی

عرض ناشر

محترم قارئین کرام ــــــــ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمدللہ "اصلاحی خطبات" کی اکیسویں جلد آپ تک پہنچانے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ جلد ۲۰ کی مقبولیت اور افادیت کے بعد مختلف حضرات کی طرف سے اس سلسلہ کو جاری رکھنے کی خواہش ظاہر کی گئی کہ اسی نام سے مزید اشاعت کی جائے اور اس سلسلے کو آگے جاری رکھا جائے، اور اب الحمدللہ، دن رات کی محنت اور کوشش کے نتیجے میں بہت کم عرصے کے اندر یہ جلد تیار ہو کر سامنے آگئی اس جلد کی تیاری میں محترم جناب مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب نے اپنی دوسری معروفیت کے ساتھ ساتھ اس کام کے لئے اپنا قیمتی وقت نکالا، اور دن رات کی انتھک محنت اور کوشش کر کے جلد اکیسویں کے لئے مواد تیار کیا، اللہ تعالیٰ ان کی صحت اور عمر میں برکت عطا فرمائے اور مزید آگے کام جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے ــ آمین

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ وہ اپنی دعاؤں میں ہمیں یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کام میں مزید صدق و اخلاص نصیب فرمائیں۔ اور اس کام کو مزید بہتر کر کے پیش کرنے میں آسانی عطا فرمادیں ــ آمین

نیز یہ کہ حضرت شیخ الاسلام دامت برکاتہم کیلئے دعاء فرمائیں کہ اللہ کریم حضرت مدظلہم کا سایہ عافیت وسلامتی اور خیر و برکت کے ساتھ تادیر سلامت رکھیں، اور ان خطبات کا مطالعہ کرنے والوں کو صدق و اخلاص سے ان پر عمل کرنیکی توفیق عطا فرمائیں آمین۔

آپ کی دعاؤں کا طالب
شیخ محمد مشہود الحق کلیانوی

اجمالی فہرست

اصلاحی خطبات　　　　جلد نمبر: ۲۱

عنوان	صفحہ نمبر

تفصیلی فہرست مضامین

عنوان	صفحہ نمبر

دوسروں کو تکلیف سے بچایئے

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر

کون سا عمل "صدقہ" ہے

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر

اللہ کا بندوں سے عجیب خطاب ۱۵۱

عنوان	صفحہ نمبر
حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے	۱۸۷
تمہیں بھی کچھ کرنا ہوگا	۱۸۷
آرزوؤں سے جنت نہیں ملا کرتی	۱۸۸
حضرت یوسف علیہ السلام کو گناہ کی دعوت	۱۸۹
اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع	۱۸۹
دروازوں کی طرف بھاگے	۱۹۰
میرے بس میں اتنا ہی تھا	۱۹۰
تم اپنے حصے کا کام کرو	۱۹۱
حضرت مولانا مظفر حسین کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ	۱۹۲
خان صاحب کے ذریعہ مسجد آباد ہو سکتی ہے	۱۹۳
بستی کے سب لوگ نمازی بن جائیں گے	۱۹۳
میں مسجد نہیں جا سکتا	۱۹۴
آپ مسجد چلے جایا کریں	۱۹۵
آپ نے بلا وضو نماز پڑھنے کا کہہ دیا	۱۹۵
وضو نہیں، بلکہ غسل کر کے جا	۱۹۶
پنج وقتہ نمازی بن گئے	۱۹۷
اجازت دینے کے بعد وہ رو بھی رہا ہے	۱۹۷

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ضبط و ترتیب

مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب

استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی

خطاب : شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ضبط و ترتیب : مولانا محمد عبداللہ میمن

مقام : جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللھم صل علی محمد
وعلی ال محمد کما صلیت
علی ابراھیم وعلی ال ابراھیم
انک حمید مجید ○
اللھم بارک علی محمد وعلی
ال محمد کما بارکت علی
ابراھیم وعلی ال ابراھیم
انک حمید مجید ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کلمہ طیبہ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کے تقاضے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا۔ اَمَّا بَعْدُ!

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ شُعْبَۃً اَفْضَلُھَا قَوْلُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، وَاَدْنَاھَا اِمَاطَۃُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ وَالْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ"۔

(ریاض الصالحین، باب فی بیان کثرۃ طرق الخیر، حدیث نمبر ۱۲۵)

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان عدد شعب الایمان، حدیث نمبر ۳۵)

ایمان کے ستر سے زائد شعبے

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایمان کے ستر سے زائد شعبے ہیں۔ یعنی ایمان کے تقاضے اور ایمان کے مطابق

کرنے والے اعمال ستر سے زائد ہیں ___ ستر کا عدد جب اہل عرب بولتے تھے تو اس سے مراد ستر کی گنتی نہیں ہوتی تھی، بلکہ اس کا مطلب ہوتا تھا کہ "بہت زیادہ" جیسے ہم بھی بعض اوقات اردو میں کہتے ہیں کہ میں نے یہ بات ستر مرتبہ کہی۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ میں نے ستر مرتبہ گن کر یہ بات کہی۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں نے بہت مرتبہ یہ بات کہی۔ لہٰذا ستر کے عدد سے کثرت بیان کرنی مقصود ہوتی ہے ___ اسلئے علماء نے فرمایا کہ اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ ایمان کے شعبے گنتی کے اعتبار سے ستر ہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایمان کے شعبے بہت زیادہ ہیں، لہٰذا ایمان کے اعمال کی تعداد ستر سے کہیں زیادہ ہے اور وہ سب شعبے ایمان کا حصہ ہیں۔ اگر انسان کسی ایک شعبے کو پکڑ کر بیٹھ جائے اور وہ یہ سمجھے کہ میں مومن کامل ہوگیا۔ یہ بات درست نہیں۔

ہر جگہ ایمان کے تقاضوں پر عمل ضروری ہے

مثلاً کسی نے نماز پڑھنی شروع کردی یا مثلاً روزہ رکھنا شروع کردیا۔ یا عبادات پر عمل کرنا شروع کردیا تو وہ آدمی یہ نہ سمجھے کہ بس میرا ایمان کامل ہوگیا اور اب مجھے کچھ اور کرنے کی ضرورت نہیں۔ مومن صرف مسجد میں اور صرف مصلے پر مومن نہیں ہوتا۔ بلکہ جس وقت وہ گھر میں بیٹھ کر گھر کے کام کررہا ہے اس وقت بھی مومن ہوتا ہے۔ جس وقت وہ بازار میں خرید وفروخت کررہا ہے اس وقت بھی مومن، جب دفتر میں کام کررہا ہے اس وقت بھی مومن، وہ تو ہر جگہ مومن ہے اور جب ہر جگہ مومن ہے تو پھر ہر

جگہ پر ایمان کے تقاضوں پر عمل کرنا بھی اس کے لئے ضروری ہے۔ چاہے وہ عبادت ہو، معاملات ہوں، معاشرت ہو، اخلاقیات ہوں، جتنے بھی زندگی کے شعبے ہیں۔ ان سب میں ایک مومن کا فرض یہ ہے کہ وہ اللہ اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی پیروی کرے۔ اس کے تو کوئی معنی نہیں کہ مسجد میں آکر تو عبادت کر لی اور اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ کر لیا۔ لیکن جب بازار پہنچا تو اللہ کے بجائے شیطان کو محبوب بنالیا۔ اس کو یہ فکر نہیں کہ یہ لقمہ جو میں کھا رہا ہوں، یہ حلال کا لقمہ ہے، یا حرام کا لقمہ ہے۔ اور اپنے بیوی بچوں کو جو کھلا رہا ہوں، یہ حرام کھلا رہا ہوں یا حلال کھلا رہا ہوں۔ اگر اس کی فکر اسکے دل میں نہ ہو تو اس کا ایمان کامل نہیں۔

ایمان کے تین شعبوں کا ذکر

اس لئے آپ نے فرمایا کہ ایمان کو صرف نماز روزے میں محصور نہ کرلو۔ بلکہ ایمان کے ستر سے بھی زیادہ شعبے ہیں۔ اور ان سب شعبوں پر عمل کرنا ایک مومن کامل کے لئے ضروری ہے ___ ان تمام شعبوں کا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان نہیں فرمایا۔ لیکن اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تین شعبے ذکر فرما دیئے، یہ تین شعبے اس لئے ذکر فرما دیئے تا کہ ان شعبوں کی تھوڑی سی جھلک سامنے آجائے اور ان شعبوں کا تعارف ہو جائے کہ وہ کیا کیا شعبے ہیں جو ایمان کے تقاضے کے لئے ضروری ہیں ___ اس پر علمائے کرام نے مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب ہے "شعب الایمان" وہ درحقیقت اسی حدیث کی شرح ہے کہ ایمان کے شعبے

کیا کیا ہیں؟ چنانچہ انہوں نے قرآن و حدیث سے وہ سارے اعمال اس کتاب میں جمع کر دیئے ہیں کہ ایک مؤمن کو کیا کیا عمل کرنا ضروری ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے حضرات نے اسی موضوع پر کتابیں لکھی ہیں۔

پہلا شعبہ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کہنا

اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر تین شعبے ذکر فرما دیئے، پہلا شعبہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"اَفْضَلُهَا قَوْلُ 'لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'"

یعنی ایمان کے شعبوں میں سب سے افضل شعبہ اور اعلیٰ درجے کا شعبہ کلمہ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کہنا ہے، یعنی توحید کا اقرار اور اعتراف کہ اس کائنات میں اللہ جل شانہٗ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، یہ وہ اقرار ہے جس کے بغیر انسان مسلمان نہیں ہوتا، اور یہ وہ اقرار ہے کہ اگر سچے دل سے اس کی صحیح روح کے ساتھ انسان اپنا لے تو اس کی پوری زندگی سنور جائے۔ کیونکہ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" ایسا کلمہ ہے کہ اس کے ذریعہ وہ انسان جو ستر سال کا کافر ہے اور وہ سچے دل سے یہ کلمہ پڑھ لے تو اسی وقت وہ مسلمان ہو گیا۔ یہ کلمہ انسان کو جہنم سے جنت میں پہنچا دیتا ہے۔ یہ کلمہ انسان کو کفر سے ایمان میں داخل کر دیتا ہے۔ یہ کلمہ انسان کو اللہ کے مبغوض ہونے سے نکال کر محبوب بنا دیتا ہے۔ ایک لمحہ پہلے اگر مر جاتا تو سیدھا جہنم میں چلا جاتا، لیکن جب لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھ کر اور

اعتراف اور اقرار کر کے گیا تو سیدھا جنت میں پہنچ گیا۔

غزوہ خیبر

یہ مبالغہ کی بات نہیں، بلکہ سچے واقعات ہیں کہ بعض لوگ ایسے گزرے ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے صرف اس کلمہ کی بدولت جنت میں پہنچا دیا اور جہنم سے نکال دیا۔

غزوہ خیبر جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں پر حملہ کیا تھا، یہودی مسلمانوں کو پریشان کرتے رہتے تھے۔ مسلمانوں کو حکم ہوا کہ ان پر حملہ کریں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لے کر خیبر کے مقام پر تشریف لے گئے۔ وہاں پر ان کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا، بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان پر فتح عطا فرمادی۔

خیبر کے ایک چرواہے کا واقعہ

غزوہ خیبر کے موقع پر جس وقت مسلمانوں نے خیبر کا محاصرہ کیا ہوا تھا، خیبر کا رہنے والا ایک چرواہا بکریاں چرا رہا تھا۔ جس کا نام اسود تھا۔ سیاہ فام تھا اور بکریاں چرایا کرتا تھا۔ ایک روز وہ بکریاں چرانے کے لئے خیبر سے باہر آگیا۔ اس نے دیکھا کہ مسلمانوں کے لشکر نے یہاں پڑاؤ ڈالا ہوا ہے۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ جا کر دیکھنا چاہیے کہ یہ لوگ کون ہیں؟ اور کس لئے یہاں آئے ہیں۔ چنانچہ وہ بکریاں لے کر خیموں کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں جا کر اس نے پوچھا کہ تمہارے سردار کون ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بتایا کہ ہمارے سردار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو فلاں خیمہ کے

اندر مقیم ہیں، تم وہاں چلے جاؤ۔ تمہاری ملاقات ہو جائے گی۔ اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ کسی ملک کا بادشاہ یا کسی قبیلے کا سردار کسی معمولی خیمے میں مقیم ہو اور کوئی معمولی چرواہا براہ راست ان سے جا کر مل لے ___ چنانچہ اس چرواہے نے کہا کہ تم مجھ سے مذاق کر رہے ہو؟ اتنا بڑا بادشاہ اس معمولی خیمہ میں ہوگا اور وہ مجھ سے ملاقات کر لے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ ہم مذاق نہیں کر رہے ہیں۔ ہمارے سردار اور ہمارے آقا ایسے ہی ہیں۔ تم اگر ملنا چاہتے ہو تو ان کے پاس چلے جاؤ۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مختصر پیغام

وہ چرواہا چلا گیا اور حیرانی کے عالم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیمے میں داخل ہو گیا۔ وہاں جا کر دیکھا تو نہ کوئی دربان، نہ کوئی چوکیدار، نہ کوئی روکنے والا اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سادگی کے ساتھ اس خیمے میں تشریف فرما ہیں۔ جب پہلی مرتبہ چہرہ پر نظر پڑی تو چہرہ دیکھ کر دل کی دنیا بدلنے لگی۔ اس نے آکر سوال کیا کہ آپ کیا پیغام لے کر آئے ہیں؟ اور خیبر پر حملہ کیوں کیا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختصراً اس کو بتایا کہ میرا پیغام یہ ہے کہ اس کائنات میں سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی اور معبود نہیں، لہٰذا تم اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو، اسی کو اپنا معبود قرار دو، یہ شرک کرنا چھوڑ دو ___ وہ چرواہا سیدھا سادہ آدمی تھا، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت اس طرح اچانک ہوئی اور آپ کے یہ کلمات کان میں پڑے اور دل میں اتر گئے۔ اور دل کی دنیا بدلنے لگی۔

ایک مسلمان کے حقوق

پھر اس نے کہا کہ اچھا یہ بتائیں کہ اگر میں آپ کی بات مان لوں اور میں یہ کلمہ "اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ" پڑھ لوں تو اس وقت میرے کیا حقوق ہونگے؟ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے حقوق یہ ہونگے کہ ہم تمہیں سینے سے لگائیں گے اور تم ہمارے بھائی بن جاؤ گے اور جو حقوق دوسرے تمام مسلمانوں کو حاصل ہیں، وہی حقوق تمہیں بھی حاصل ہونگے ___ اس چرواہے نے کبھی یہ سوچا بھی نہیں تھا کہ کسی ملک کا بادشاہ اس سے یہ کہے کہ میں تمہیں سینے سے لگاؤں گا۔ اس نے کہا کہ آپ اتنے بڑے ملک کے بادشاہ ہیں اور آپ مجھ سے مذاق کر رہے ہیں؟ کیا آپ مجھے سینے سے لگائیں گے جبکہ میں سیاہ فام ہوں، بدصورت ہوں اور میرے بدن سے بدبو اٹھ رہی ہے۔ اس حالت میں آپ مجھے کیسے سینے لگائیں گے؟ اور کس طرح آپ مجھے اپنا جیسا سمجھیں گے؟ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ اسلام وہ دین ہے کہ اسلام لانے کے بعد تمام انسان برابر ہوجاتے ہیں۔ کسی کو کسی پر فوقیت نہیں رہتی۔ ہم واقعۃً تمہیں سینے سے لگائیں گے، تم جو کہتے ہو کہ میرا چہرہ سیاہ ہے، میں بدصورت ہوں، میرا جسم سیاہ ہے تو میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ جب تم اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے چہرے کی سیاہی کو سفیدی سے بدل دیں گے۔ اور تم جو یہ کہہ رہے ہو کہ میرے جسم سے بدبو اٹھ رہی ہے تو جب تم اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے جسم کو خوشبوؤں سے مہکا دیں گے۔

تلواروں کے سائے میں ہونے والی عبادت

جب یہ باتیں سنیں تو چرواہے نے کہا کہ اگر یہ بات سچ کہہ رہے ہیں اور آپ اس کی گارنٹی لیتے ہیں تو پھر میں مسلمان ہوتا ہوں۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

یہ کہہ کر وہ مسلمان ہو گیا ___ اللہ تعالیٰ نے ایمان کی توفیق عطا فرما دی ___ پھر اس نے کہا اب میں آپ کے تابع ہوں، جو آپ کہیں گے وہ میں کروں گا، بتایئے میں کیا کروں؟ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ایسے وقت میں مسلمان ہوئے ہو کہ اس وقت نہ تو نماز کا وقت ہے کہ میں تم سے نماز پڑھواؤں۔ نہ رمضان کا مہینہ ہے کہ تم سے روزہ رکھواؤں، نہ تم مالدار ہو کہ تم سے زکوٰۃ دلواؤں۔ اور حج تو اس وقت فرض ہی نہیں ہوا تھا ___ لہٰذا اس وقت تو کسی اور عبادت کا تو موقع نہیں ہے۔ البتہ اس وقت اللہ تعالیٰ کی ایک عبادت ہو رہی ہے جو تلواروں کے سائے میں ادا کی جاتی ہے یعنی جہاد، لہٰذا تم بھی جہاد میں شامل ہو جاؤ۔

سیدھے جنت الفردوس میں جاؤ گے

اس نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، میں جہاد میں شامل تو ہو جاؤں لیکن جب آدمی جہاد میں شامل ہوتا ہے تو دونوں ہی احتمال ہوتے ہیں یا غازی ہو گیا، یا مر گیا، اب اگر میں اس جہاد میں مر گیا تو میرا کیا انجام ہوگا؟ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ میں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں کہ اگر تم اس جہاد میں کام آگئے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے سیدھے جنت الفردوس میں پہنچو گے اور تمہارے جسم کی سیاہی کو سفیدی سے بدل دیں گے اور تمہارے جسم کی بدبو کو خوشبو سے بدل دیں گے۔

بکریاں واپس چھوڑ کر آؤ

اس نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ بکریاں لے کر آیا ہوں، یہ یہودیوں کی بکریاں میرے پاس ہیں، ان کا کیا کروں؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلے ان بکریوں کو لے جا کر شہر کے اندر چھوڑ دو تا کہ یہ بکریاں اپنے گھروں میں چلی جائیں ___ حالانکہ یہ جنگ کا زمانہ ہے اور یہودیوں کے ساتھ جنگ ہو رہی ہے اور حالت جنگ میں ہیں، اور حالت جنگ میں تو کافروں کا مال بھی قبضہ کر لینا جائز ہوتا ہے ___ لیکن یہ چرواہا وہ بکریاں بطور امانت کے لے کر آیا تھا، اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ پہلے جا کر یہ بکریاں چھوڑ کر آؤ۔

حقوق العباد کی اتنی رعایت

یہ ہے ''حقوق العباد'' بندوں کے حقوق کہ عین حالت جنگ میں بھی اس بات کو فراموش نہیں فرمایا کہ یہ بندے کا حق ہے اور کس بندے کا حق ہے؟ یہ اس بندے کا حق ہے جس کی جان لینے کے لئے گئے ہوئے ہیں۔ جس کے ساتھ لڑائی ہو رہی ہے، جس کے ساتھ جہاد ہو رہا ہے، جس پر حملہ کیا جا رہا ہے یہ ان بندوں کا حق

ہے۔اس لئے آپ نے فرمایا کہ پہلے یہ بکریاں چھوڑ کر آؤ،اس کے بعد جہاد میں شامل ہونا ___ چنانچہ وہ چرواہا واپس گیا اور بکریاں چھوڑ کر واپس آیا اور آکر جہاد میں شامل ہو گیا۔

تم نہیں پہچانتے،لیکن میں پہچانتا ہوں

جب جہاد ختم ہوا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جہاد کے ختم ہونے کے بعد جو حضرات زخمی ہوتے تھے، یا شہید ہو جاتے تھے ان کے معائنہ کے لئے تشریف لے جاتے تھے ___ حسب معمول حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم معائنہ کے لئے تشریف لے گئے، آپ نے جا کر دیکھا کہ ایک جگہ پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہجوم جمع ہے۔آپ نے جا کر پوچھا کہ کیا قصہ ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں پر ایک صاحب کی لاش نظر آرہی ہے اور اس کو ہم میں سے کوئی نہیں پہچانتا کہ یہ کون ہیں؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قریب جا کر دیکھا تو فرمایا تم اس کو نہیں پہچانتے، لیکن میں اس کو پہچانتا ہوں۔ یہ وہ اللہ کا بندہ ہے جس نے اللہ کے راستے میں ایک سجدہ نہیں کیا، جس نے اللہ کے راستے میں ایک پیسہ خرچ نہیں کیا۔لیکن میری آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو سیدھا جنت الفردوس میں پہنچا دیا اور آپ نے فرمایا کہ میری آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ اس کو اللہ تعالیٰ کے یہاں مشک و عنبر سے غسل دیا جارہا ہے اور اس کے جسم کو خوشبوؤں سے مہکایا جارہا ہے۔

ایک مرتبہ اس کلمہ کا اقرار کرلیجئے

بہرحال، یہ کلمہ ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ'' ایسا عجیب وغریب کلمہ ہے کہ اگر اس کلمہ کے پڑھنے سے پہلے انسان مرجائے تو جہنم میں جائے گا اور اس کے پڑھنے کے بعد مرے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت الفردوس عطا فرماتے ہیں ___ اس کلمہ کی بدولت انسان ایک لمحہ میں کہاں سے کہاں پہنچ جاتا ہے۔ اس لئے حضور اقدس ﷺ اپنے چچا ابوطالب کے پاس ان کے مرض وفات میں گئے اور ان سے فرمایا کہ خدا کے لئے ایک مرتبہ اس کلمہ ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ'' کا اقرار کرلیجئے آگے میں نمٹ لوں گا ___ لیکن چونکہ ایمان ان کے مقدر میں نہیں تھا۔ اس لئے کلمہ پڑھنے کی توفیق نہ ہوئی اور اقرار کئے بغیر دنیا سے چلے گئے اور حضور اقدس ﷺ کی انتہائی مدد کے باوجود ایمان نصیب نہ ہوا۔

(صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب اذا قال المشرک عند الموت "لا الٰہ الا اللہ"
حدیث نمبر ۱۳۶۰)

یہ کلمہ ایک عہد اور ایک اقرار ہے

بہرحال، اب دیکھنے کی بات یہ ہے کہ یہ کیسا کلمہ ہے جو ایک لمحہ میں انسان کو کفر سے اسلام کے اندر داخل کر دیتا ہے۔ جہنم سے جنت میں پہنچا دیتا ہے، مبغوض سے محبوب بنا دیتا ہے کیا یہ کلمہ کوئی منتر ہے؟ کوئی جادو ہے کہ جس آدمی نے یہ کلمہ پڑھا وہ فوراً جہنم پروف ہوگیا؟ ___ حقیقت میں یہ کلمہ منتر اور جادو نہیں، بلکہ یہ کلمہ

پڑھنے والے کی طرف سے ایک اقرار اور ایک عہد ہے کہ میں اس کائنات میں اگر بات مانوں گا تو صرف اللہ کی بات مانوں گا۔ اگر معبود مانوں گا تو صرف اللہ کو معبود مانوں گا۔ اور معبود ماننے کا مطلب یہ ہے کہ میرے نزدیک اطاعت کے لائق اگر کوئی ذات ہے تو وہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اس کے مقابلے میں میں کسی کی بات نہیں مانوں گا، چاہے وہ میرا باپ ہو، یا میری ماں ہو، یا میرا بیٹا ہو، یا میرا دوست ہو، یا میرا عزیز ہو یا میرے نفسانی جذبات آجائیں لیکن میں ان کی بات نہیں مانوں گا۔ میں صرف اللہ تعالیٰ کی بات مانوں گا۔ یہ ایک اقرار اور معاہدہ ہے جو ایک انسان "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" پڑھ کر کرتا ہے۔

اس کلمہ کے ذریعہ ساری مخلوقات کی نفی

اور صرف زبان سے "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کہہ دینا کافی نہیں، بلکہ دل سے اقرار کرنا اور دل سے تصدیق کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ یہ معاہدہ کرنا ہے کہ یا اللہ، میں نے آج سے ہر مخلوق سے اطاعت کا تعلق کاٹ کر آپ کے ساتھ یہ تعلق جوڑ لیا ہے۔ "لَآ اِلٰہَ" کے اندر نفی ہے اور عربی زبان کے قاعدے کے لحاظ سے یہ "نفی جنس" ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ میں ساری مخلوقات، ساری کائنات کی نفی کر رہا ہوں کہ وہ میرے معبود نہیں۔ وہ قابل اطاعت نہیں، اصل قابل اطاعت قابل عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، میں اسی کی بات مانوں گا اور اسی کی عبادت کروں گا۔ یہ اصل اقرار ہے جو انسان کو جہنم سے جنت میں پہنچا دیتا ہے اور جو انسان کو اللہ کے مبغوض ہونے سے

نکال کر محبوب بنا دیتا ہے اور یہ اقرار انسان کو کفر سے ایمان میں لاتا ہے۔

اس کلمہ میں کن باتوں کا اقرار ہے؟

بہرحال، اس کلمہ میں اس بات کا اقرار ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کروں گا اور اس بات کا بھی اقرار ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی پر بھروسہ نہیں کروں گا۔ توکل اور بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ پر کروں گا، کسی مخلوق پر نہیں کروں گا ____ اس بات کا اقرار ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا خوف نہیں ہوگا اور صحیح معنی میں محبت اللہ کے سوا کسی سے نہیں ہوگی۔ رضا جوئی اور خوشنودی سوائے اللہ کے کسی اور کی مقصود نہیں ہوگی۔ ان سب باتوں کے مجموعہ کا نام ''توحید'' ہے۔ محض زبان سے کلمہ ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' ایک مرتبہ پڑھ دینا توحید کا مقام پیدا نہیں کرتا۔

مجھے میرا اللہ بچائے گا

اور جب دل میں ''توحید'' سما جاتی ہے تو پھر یہ حالت ہو جاتی ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے آرام فرما رہے تھے، ایک دشمن چپکے سے وہاں پہنچ گیا اور تلوار اٹھا کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ آور ہوا، اور کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بتاؤ اب تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟ ____ اس وقت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تنہا ہیں، اکیلے ہیں اور ایک دشمن حملہ آور ہے، اور وہ دشمن پوزیشن لئے کھڑا ہے اور ایک لمحہ میں آپ کا کام تمام کر سکتا ہے، لیکن اس وقت میں جو جملہ آپ کی

زبان مبارک پر آتا ہے، وہ یہ ہے کہ:

"مجھے میرا اللہ بچائے گا"

یعنی اگر اللہ تعالیٰ کا مقدر کیا ہوا وقت آ گیا تو پھر مجھے کوئی نہیں بچا سکتا، اور اگر وہ وقت نہیں آیا تو پھر تم کیا، بلکہ ہزاروں افراد بھی تلوار لے کر آجائیں تب بھی مجھے کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے ___ یہ ہے اصل مقام "توحید" کا کہ ڈر اللہ کے سوا کسی کا نہیں، اور بھروسہ اللہ کے علاوہ کسی پر نہیں۔

(صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ بنی المصطلق، حدیث نمبر ۴۱۳۹)

وہ خزانوں کو ٹھکرادے گا

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

موحد چہ درپائے ریزی زرش
چہ شمشیر ھندی نہی برسرش

امید وھراسش نباشد زکس
بریں ست بنیادِ توحید وبس

(گلستانِ سعدی، باب ھشتم در آداب صحبت، حکمت نمبر: ۱۰۳)

فرمایا کہ موحد وہ ہے کہ اس کے پاؤں پر سونے کے خزانے لا کر ڈھیر کر دو اور اس سے کہہ دو کہ یہ خزانے تمہیں اس وقت ملیں گے جب تم اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے خلاف یہ کام کرلو تو وہ خزانوں کو ٹھکرادے گا۔ اس لئے کہ اس نے خزانوں کو اپنا معبود

نہیں بنایا، بلکہ اللہ کو اپنا معبود بنایا ہے ___ اور اگر تم موحد کے سر پر تلوار سونت کر کھڑے ہو جاؤ کہ یہ کام کر، ورنہ تیرا کام تمام ہوتا ہے تو اس وقت بھی وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کام نہیں کرے گا۔

حضرت عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ، ایک مشہور صحابی ہیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کو ایک جہاد کیلئے لشکر کا سپہ سالار بنا کر کسی کافر بادشاہ کے خلاف بھیجا۔ جب لڑائی ہوئی تو مسلمان مغلوب ہو گئے۔ اور اس نے سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گرفتار کر لیا ___ حضرت عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ جو لشکر کے سپہ سالار تھے وہ بھی گرفتار ہو گئے اور سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی گرفتار ہو گئے۔ گرفتار کر کے اس نے اس بات پر اصرار کیا تم اسلام کو چھوڑ دو، اور اگر تم میری بات نہیں مانو گے تو تمہیں اذیت ناک موت کا نشانہ بنایا جائے گا ___ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں ایمان پختہ ہو چکا تھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم اسلام کو نہیں چھوڑیں گے ___ پھر اس نے ایک آگ جلوائی اور اس کے اوپر تیل کی بڑی کڑاہی چڑھائی اور تیل کو خوب گرم کیا، جب وہ گرم ہو گیا تو ایک آدمی جو ان کے پاس قید تھا اس کو اس گرم تیل میں ڈال دیا ___ تاریخ میں لکھا ہے کہ وہ تیل اتنا شدید گرم تھا کہ جیسے ہی اس شخص کو ڈالا، اس کے ہاتھ پاؤں اسی وقت فوراً الگ ہو گئے ___ اس کے بعد اس بادشاہ نے حضرت عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ یہی انجام تمہارا بھی ہونے والا ہے۔ الّا یہ کہ توحید کے اقرار سے باز آ جاؤ۔

تم مجھے اس انجام سے ڈراتے ہو؟

جب حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے یہ منظر دیکھا تو جواب میں فرمایا کہ تم مجھے اس انجام سے ڈراتے ہو؟ ارے میں وہ شخص ہوں کہ جب سے میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جلوہ دیکھا ہے، اس وقت سے ہر نماز کے بعد یہ دعا کرتا ہوں کہ یا اللہ، مجھے اس وقت تک دنیا سے نہ اٹھایئے گا جب تک کہ میرے جسم کا ایک ایک عضو آپ کے راستے میں زخموں سے چور نہ ہو جائے۔ تم مجھے اس بات سے ڈراتے ہو کہ تمہیں اس کڑاہی میں ڈال دوں گا۔ اگر تم ایسا کرنا چاہتے ہو تو یہ تو عین میری دعا کی قبولیت کا وقت آ گیا ہے ___ اس بادشاہ نے بھی اپنی زندگی میں ایسا آدمی نہیں دیکھا تھا جو یہ کہے کہ میری خواہش یہ ہے کہ اللہ کے راستے میں میرا سارا جسم زخموں سے چور ہو جائے ___ اس کے دل پر اس بات کا رعب پڑا کہ یہ شخص کس مقام پر ہے، کیا اس کا دل ہے، کیا اسکے جذبات ہیں، چنانچہ اسکے دل میں کچھ نرمی آ گئی۔

(کنز العمال، کتاب الفضائل، باب فضائل الصحابہ، حدیث نمبر ۳۷۲۷۹)

کلمہ کفر کہنا کب جائز ہے؟

اس کافر بادشاہ نے کہا کہ اگر تم اپنے دین پر اتنے ڈٹے ہوئے ہو اور اس کو چھوڑنا نہیں چاہتے تو چلو میں تمہارے ساتھ رعایت کرتا ہوں اور میں تم سے اس بات کا مطالبہ نہیں کرتا کہ ایمان چھوڑ دو۔ البتہ اگر تم ایک کام کر لو تو میں تمہیں چھوڑ دوں گا اور آزاد کر دوں گا۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا کام؟ اس نے کہا کہ

تم اور تمہارے سب ساتھی میری پیشانی کو بوسہ دیں۔ جو بوسہ دیتا جائے گا میں اس کو چھوڑ دوں گا ___ اب کافر اور مشرک کی پیشانی کو بوسہ دینا، یہ اسکی عظمت اور توقیر کے مترادف ہے ___ یہ صحابہ کرام دین کی حدود کو پہچاننے والے تھے۔ وہ یہ کہہ سکتے تھے کہ تو کافر اور مشرک ہے، ہم تیری پیشانی پر کیوں بوسہ دیں، لیکن چونکہ شریعت کا حکم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص تمہارے سینے پر تلوار رکھ کر یہ کہے کہ تم کافر ہو جاؤ اور اپنی زبان سے کفر کا کلمہ نکالو تو اس وقت کفر کا کلمہ زبان سے نکالنا جائز ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ دل ایمان پر مطمئن ہو، لیکن اس وقت بھی افضل یہ ہے کہ زبان سے کلمہ کفر نہ نکالے اور جان دے دے۔

اس وقت اس گناہ کا ارتکاب کر لے

لیکن اگر کوئی شخص تمہیں کسی گناہ کے ارتکاب پر مجبور کرے، مثلاً یہ کہے کہ تم شراب پیو، ورنہ میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ یا مثلاً کہے کہ سور کا گوشت کھاؤ، ورنہ تمہیں قتل کر دوں گا۔ اس وقت میں شریعت کا حکم یہ ہے کہ اپنی جان بچانے کے لئے اس گناہ کا ارتکاب واجب ہو جاتا ہے، بلکہ اس وقت گناہ کا ارتکاب نہ کرنا حرام ہے۔ اس لئے کہ اپنی جان کا حق یہ ہے کہ اس کو بچائے اور اس گناہ کا ارتکاب کر لے۔ اگر نہیں کرے گا تو گناہ گار ہو گا۔

کافر کی پیشانی پر بوسہ دینا

بہر حال، جب اس کافر بادشاہ نے یہ کہا تھا کہ اپنا دین چھوڑ دو، ورنہ تمہیں اس کڑاہی میں ڈال دوں گا، اس وقت افضل راستہ یہی تھا کہ جان دے دیتے اور کلمہ کفر زبان سے نہ نکالتے ____ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کلمہ کفر نہیں نکالا ____ لیکن جب اس کافر بادشاہ نے یہ کہا کہ میری پیشانی پر بوسہ دے دو تو تمہیں چھوڑ دیں گے تو کافر کی تعظیم کرنا اور اس کی پیشانی پر بوسہ دینا کفر نہیں، بلکہ گناہ ہے، اب شریعت کا حکم یہ تھا کہ اس بات کو مان لیا جائے ____ نہ یہ کہ اس کی بات نہ مان کر اپنی جان کو اور اپنے ساتھیوں کی جان کو خطرے میں ڈالا جائے ____ چنانچہ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں، مجھے یہ منظور ہے۔ میں بھی تمہاری پیشانی پر بوسہ دوں گا اور میرے ساتھی بھی دیں گے۔

دین نام ہے حدود کو پہچاننے کا

درحقیقت دین نام ہے حدود کو پہچاننے کا، یہ نہیں کہ جب ایک جذبہ دل میں آ گیا تو اب اسکے نتیجے میں شریعت کے دوسرے پہلو نظروں سے اوجھل ہو گئے مثلاً دل میں یہ جذبہ آ گیا کہ اللہ کے راستے میں جان دینی ہے، چاہے وہ جان دینا شریعت کے حکم کے مطابق ہو، یا شریعت کے حکم کے مطابق نہ ہو ____ یہ بات درست نہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ اللہ کے راستے میں جان دینی ہے تو وہ بھی اللہ کے حکم کے مطابق دینی ہے۔ اللہ کے حکم کے خلاف نہیں دینی ____ اگر اللہ کا اور شریعت کا حکم آ جائے کہ

اس وقت جان مت دو تو اب نہیں دینی، اس لئے کہ یہ جان بھی بہت قیمتی ہے اور اللہ کا حکم یہ ہے کہ اپنی اس جان کی بھی حفاظت کرو۔

تم نے یہ کام شریعت کی اتباع میں کیا

بہر حال حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے اس کافر بادشاہ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور اپنے سب ساتھیوں سے کہا کہ بوسہ دو۔ چنانچہ سب نے بوسہ دیا اور بوسہ دے کر پورے لشکر کو بچا کر مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے ____ ادھر جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی کہ یہ واقعہ پیش آیا اور حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس مدینہ آرہے ہیں تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جمعیت کو لے کر ان کے استقبال کے لئے مدینہ منورہ سے باہر نکلے اور جب وہ لشکر مدینہ پہنچا تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ اور لشکر کے ایک ایک ساتھی کی پیشانی پر خود بوسہ دیا اور فرمایا کہ چونکہ تم نے یہ کام شریعت کے حکم کے مطابق کیا اور شریعت کی اتباع میں کیا۔ اس لئے میں تمہاری پیشانی پر بوسہ دیتا ہوں۔

اللہ کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کر دو

یہ ہے کلمہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کا تقاضہ، اور یہ ہے "توحید" کہ جہاں اللہ تعالیٰ کا حکم آجائے تو وہاں جان کی بھی پرواہ نہیں۔ ____ اب ایک طرف تو اللہ کے

راستے میں شہادت حاصل کرنے کا اتنا شوق لگا ہوا ہے کہ ہر نماز میں یہ دعا مانگ رہے ہیں کہ یا اللہ میں شہید ہو جاؤں ___ جب شہادت کا موقع آیا تو اللہ کے حکم کی خاطر شہادت کے اس موقع کو چھوڑ دیا کہ نہیں، اب مجھے اپنی جان کی حفاظت کرنی ہے ___ اس کا نام ہے ''توحید'' صرف زبان سے کلمہ ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ'' پڑھ لینا کافی نہیں بلکہ درحقیقت یہ اس بات کا اقرار اور عہد ہے کہ اطاعت کسی کی نہیں کروں گا، سوائے اللہ کے۔ عبادت کسی کی نہیں کروں گا سوائے اللہ کے۔ محبت کسی سے نہیں کروں گا سوائے اللہ کے۔ یعنی مخلوق میں سے جس کسی سے محبت ہوگی وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے ہوگی۔ مثلاً ماں باپ سے محبت کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، لیکن جہاں ماں باپ کی محبت میں اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں تعارض ہو جائے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی محبت کو ترجیح ہوگی، اسی طرح بیوی اور شوہر سے محبت ہو تو وہ صرف اللہ کے لئے ہو، لیکن جہاں ان کی محبت کا اللہ تعالیٰ کی محبت سے تعارض ہو جائے تو وہاں اللہ تعالیٰ کی محبت کو ترجیح ہوگی۔

کلمہ ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ'' کا مطلب

اور کلمہ ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ'' کا مطلب یہ ہے کہ ''لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللہ ___ لَا مَقْصُوْدَ اِلَّا اللہ ___ لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللہ ___ لَا مَطْلُوْبَ اِلَّا اللہ ___ لَا مَحْبُوْبَ اِلَّا اللہ'' ___ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ کوئی مقصود نہیں، کوئی موجود نہیں، کوئی مطلوب نہیں، کوئی محبوب نہیں، کوئی قابل اطاعت نہیں۔ اس لئے اس

حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَفْضَلُهَا قَوْلُ ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کہ ایمان کے تمام شعبوں میں افضل ترین شعبہ ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' ہے۔

سب سے افضل ذکر ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ''

چونکہ یہ کلمہ اس عظیم اقرار، اور عہد کی علامت ہے۔ اس لئے کہا گیا ہے کہ تمام اذکار میں سب سے افضل ذکر ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' ہے، چنانچہ حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَفْضَلُ الذِّكْرِ ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ''

(ترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء ان دعوة المسلم مستجابة، حدیث نمبر ۳۳۸۳)

اس لئے کہ یہ اتنا جامع ذکر ہے کہ اس میں سب کچھ آجاتا ہے ___ اور یہ بات کہ ایک مسلمان کے دل میں یہ بات بیٹھ جائے کہ اللہ کے سوا کوئی قابل اطاعت نہیں۔ اس کلمہ کے ذکر کی برکت سے اللہ تعالیٰ یہ بات دل میں بٹھا دیتے ہیں، اس لئے بزرگ فرماتے ہیں کہ ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کا ذکر کثرت سے کرو، چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے، یہ کلمہ زبان پر ہو۔ جب زبان سے کثرت سے یہ ذکر کرو گے تو اس کی کیفیت دل کے اندر منتقل ہوگی اور اس کلمہ کا نور اس کی برکات قلب کے اندر منتقل ہونگی اور پھر وہ ''قلب'' اللہ تعالیٰ کی توحید کا رنگ اپنے اندر اپنا لے گا، اور جس دن توحید کا یہ رنگ دل میں، دماغ میں، اعضاء میں، جوارح میں سما گیا، اس دن دنیا کی تمام دولتیں

اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے آگے ہیچ نظر آئیں گی ____ اس لئے ایمان کا سب سے افضل شعبہ کلمہ ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' کو قرار دیا۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تکیہ کلام

اس کو حاصل کرنے کا راستہ یہ ہے کہ آدمی اس بات کو سوچتا رہے اور کثرت سے اس کلمہ کا ذکر کرتا رہے، چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے کلمہ پڑھنے کی عادت ڈالے۔ میں نے اپنے والد ماجد حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہٗ کو دیکھا کہ ان کا تکیہ کلام ہی یہ تھا ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' چلتے پھرتے بس یہی پڑھتے رہتے اور باتیں کرنے کے دوران بھی جب درمیان میں رکے تو فوراً ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' پڑھتے۔ اور زبان سے جو کلمہ نکل رہا ہے، اس کو بے حقیقت نہیں سمجھنا چاہیئے۔ یہ زبان دل کو درست کرنے کی پہلی سیڑھی ہے۔ اگر زبان سے کثرت سے اس کا ذکر ہوتا رہے تو اللہ تعالیٰ رفتہ رفتہ اس کا رنگ دل کی طرف بھی منتقل فرما دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم سب کو ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ____ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

دوسروں کو تکلیف سے بچایئے

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ضبط و ترتیب

مولانا محمد عبد اللہ میمن صاحب

استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی

میمن اسلامک پبلشرز

خطاب : شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ضبط و ترتیب : مولانا محمد عبداللہ میمن

مقام : جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللّٰھم صل علی محمد

و علی آل محمد کما صلیت

علی ابراھیم و علی آل ابراھیم

انک حمید مجید ؕ

اللّٰھم بارک علی محمد و علی

آل محمد کما بارکت علی

ابراھیم و علی آل ابراھیم

انک حمید مجید ؕ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دوسروں کو تکلیف سے بچایئے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ. وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا. مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ. وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا. اَمَّا بَعْدُ!

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ شُعْبَۃً اَفْضَلُھَا قَوْلُ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ"، وَاَدْنَاھَا اِمَاطَۃُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ، وَالْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ".

(ریاض الصالحین، باب فی بیان کثرۃ طرق الخیر، حدیث نمبر ۱۲۵)

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان عدد شعب الایمان، حدیث نمبر ۳۵)

تمہید

بزرگانِ محترم و برادرانِ عزیز! گزشتہ جمعہ کو اس حدیث کی کچھ تشریح کا بیان شروع کیا تھا، جو حدیث میں نے ابھی آپ کے سامنے پڑھی، اس حدیث میں تین جملے ہیں۔ پہلے جملہ پر تفصیلی بیان الحمدللہ بقدرِ ضرورت گزشتہ جمعہ میں ہو چکا، اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا

اس حدیث میں دوسرا جملہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا:

"وَاَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِيْقِ"

یعنی ایمان کے ستر سے زائد شعبے ہیں، سب سے اعلیٰ شعبہ تو کلمہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہُ" یعنی "توحید" ہے، اور ایمان کا سب سے ادنیٰ شعبہ یہ ہے کہ راستے سے تکلیف کی چیز ہٹا دینا، مثلاً راستے میں کوئی تکلیف دہ چیز پڑی ہوئی ہے۔ اور اندیشہ یہ ہے کہ لوگوں کو اس سے تکلیف ہوگی، مثلاً کوئی گندی چیز ہے، یا کیلے کا چھلکا پڑا ہوا ہے اور اندیشہ ہے کہ اس پر اگر کسی کا پاؤں پڑا تو وہ پھسل کر گر جائے گا۔ یا آم کا چھلکا پڑا ہوا ہے، ایسی چیزوں کو راستے سے ہٹا دینا بھی ایمان کا ادنیٰ ترین شعبہ ہے۔

معاشرت کا اصل الاصول

اس سے درحقیقت اس طرف اشارہ فرمایا کہ دین صرف عقیدے اور عبادت کا نام نہیں بلکہ معاشرت بھی دین کا حصہ ہے۔ اور معاشرت کا اصل الاصول یہ ہے کہ اپنی ذات سے کسی دوسرے کو ادنیٰ تکلیف بھی نہ پہنچے۔ بس یہ ہے معاشرت کا "اصل الاصول"، اور اللہ تعالیٰ نے اس اصول کا اتنا لحاظ رکھا ہے کہ کوئی حد نہیں۔

صف اوّل کی اہمیت

آپ نے سنا ہوگا کہ افضل ترین نماز وہ ہے جو صفِ اول میں پڑھی جائے۔ اور اسکی اتنی ترغیب احادیث میں آئی ہے کہ ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہیں پتہ چل جائے کہ پہلی صف میں نماز پڑھنے کی کیا فضیلت ہے تو لوگ

صفِ اول کو حاصل کرنے کے لئے اتنی تیزی سے آگے بڑھیں کہ قرعہ اندازی کے سوا کوئی راستہ نہ رہے۔ ایک اور حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى الصَّفِّ الْأَوَّلِ''

(ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیہا، باب فضل الصف المقدم: حدیث نمبر: ۹۹۷)

کہ اللہ تعالیٰ اور ان کے فرشتے پہلی صف پر رحمتیں نازل فرماتے ہیں ___ یہ وہ الفاظ ہیں جو قرآن کریم میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے استعمال ہوئے ہیں کہ:

''إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ'' (سورۃ الاحزاب: ۵۶)

اور حدیث شریف میں یہی الفاظ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صفِ اول والوں کے لئے استعمال فرمائے ہیں کہ صفِ اول والوں پر اللہ اور اس کے ملائکہ رحمتیں نازل فرماتے ہیں۔

اس موقع پر صف اوّل چھوڑ دو

ایک اور حدیث شریف میں آتا ہے کہ

''كَانَ يُصَلِّي عَلَى الصَّفِّ الْأَوَّلِ ثَلَاثًا، وَعَلَى الثَّانِي وَاحِدَةً''

(سنن نسائی، کتاب الامامۃ، باب فضل الصف الاول علی الثانی: حدیث نمبر: ۸۱۴)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صف اوّل والوں کے لئے تین گنا زیادہ دعائیں کیا کرتے تھے۔ بہر حال! صفِ اول کو اتنی عظیم فضیلت حاصل ہے لیکن دوسری حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمادیا:

مَنْ تَرَكَ الصَّفَّ الْأَوَّلَ مَخَافَةَ أَنْ يُؤْذِيَ مُسْلِمًا فَصَلَّى فِي الصَّفِّ الثَّانِي أَوِ الثَّالِثِ أَضْعَفَ اللهُ لَهُ أَجْرَ الصَّفِّ الْأَوَّلِ.

(کنز العمال، کتاب الصلاۃ، النوع الثالث فی تسویۃ الصفوف: حدیث نمبر: ۲۰۶۳۳)

کہ اگر پہلی صف میں جانے سے تمہیں اندیشہ ہو کہ پہلی صف میں جو لوگ پہلے سے کھڑے ہوئے ہیں ان کو تکلیف پہنچے گی، مثلاً وہ جگہ کم ہے اور ایک آدمی کی گنجائش نہیں ہے۔ تو اس کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت میں جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو تکلیف سے بچانے کی خاطر پہلی صف کو چھوڑ دے گا اور دوسری صف میں کھڑا ہو جائے گا تو اس کو صف اول میں نماز پڑھنے سے دگنا ثواب ملے گا۔ اب دیکھئے کہ کہاں تو صف اول کی اتنی فضیلت بیان ہو رہی تھی اور کہاں یہ حکم آ گیا کہ صف اول کو چھوڑ دو۔ کیوں؟ اس لئے کہ تمہارے صف اول میں جانے سے اللہ کے ایک بندے کو تکلیف پہنچ رہی ہے۔ ایک ایک جگہ پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا اہتمام فرمایا ہے کہ تمہارے عمل سے دوسروں کو تکلیف نہ ہو۔

گردنیں پھلانگ کر آگے مت جاؤ

چنانچہ ایک طرف یہ حکم دیا کہ جمعہ کے دن نماز کے لئے جلدی مسجد کی طرف جاؤ اور آگے سے آگے بیٹھنے کی کوشش کرو۔ اس لئے کہ امام سے جتنا قریب ہوگا اتنی ہی فضیلت زیادہ ہوگی ___ لیکن دوسری طرف حکم یہ ہے کہ لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر آگے مت جاؤ۔ اس لئے کہ اگر گردنیں پھلانگ کر جاؤ گے تو جو لوگ پہلے سے بیٹھے ہوئے ہیں، ان کو تکلیف ہوگی گردنیں پھلانگنے کو منع فرمایا، حالانکہ آگے بڑھنے کی فضیلت اپنی جگہ موجود ہے۔ ایک ایک حکم میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی رعایت رکھی ہے کہ تمہاری ذات سے کسی مسلمان کو ادنیٰ تکلیف نہ پہنچے۔

مسلمان کی حرمت بیت اللہ سے زیادہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کے ساتھ طواف کر رہا تھا، طواف کرتے کرتے حضور اقدس ﷺ نے بیت اللہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے بیت اللہ!

مَا أَطْيَبَكِ وَأَطْيَبَ رِيحَكِ مَا أَعْظَمَكِ وَأَعْظَمَ حُرْمَتَكِ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَحُرْمَةُ الْمُؤْمِنِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللهِ حُرْمَةً مِنْكَ.

(ابن ماجة، كتاب الفتن، باب حرمة دم المومن وماله: حديث نمبر: ۳۹۳۲)

تو کتنی عظمت والا ہے، تو کتنی حرمت والا ہے، کتنے تقدس والا ہے، لیکن اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے، ایک مسلمان کی جان، اس کا مال، اس کی عزت اور اسکی آبرو اللہ کے نزدیک تیری حرمت سے زیادہ حرمت والی ہے ___ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کی جان پر حملہ کرے، یا اسکے مال پر حملہ کرے، یا اسکی آبرو پر حملہ کرے تو وہ اس شخص سے بڑا مجرم ہے جو بیت اللہ پر حملہ کرے ___ لہٰذا دوسرے مسلمان کو تکلیف پہنچانا کتنا بڑا جرم ہے۔ اگر کوئی تکلیف دہ چیز راستے میں پڑی ہوئی ہو، اس کو ہٹانا ایمان کا ایک شعبہ ہے۔

دوسروں کی دیواریں خراب کرنا

جب تکلیف دہ چیز کو ہٹانا ایمان کا شعبہ ہے تو تکلیف دہ چیز کو راستے میں ڈالنا کتنے بڑے گناہ کی بات ہوگی۔ مگر افسوس یہ ہے کہ آج ہم نے ان چیزوں کو دین سے خارج کر دیا ہے۔ بس نماز روزے کا نام دین رکھ لیا ہے۔ باقی یہ جو چیزیں ہیں ان کا ہمارے دین سے کوئی تعلق نہیں رہا، پڑھے لکھے، سمجھ دار، نمازی، صف اول میں حاضر ہونے والے، مگر اپنی زندگی میں لوگوں کو تکلیف سے بچانے کا اہتمام نہیں کرتے ___ اب آج کل لوگ دیواروں پر مختلف نعرے لکھ دیتے ہیں جس کی وجہ سے دیواریں کالی

ہو رہی ہیں ___ یا دیواروں پر مختلف اشتہارات چسپاں کئے جا رہے ہیں۔ جس شخص کی وہ دیوار ہے وہ اسکی ملکیت ہے۔ اب اس کی مرضی کے بغیر اس کی دیوار کو استعمال کرنا، چاہے وہ کسی دینی اشتہار کے لئے ہی کیوں نہ ہو اور دوسرے کی چیز کو اسکی رضامندی اور اسکی اجازت کے بغیر استعمال کرنا چوری ہے۔ یہ ڈاکہ ہے اور یہ ایسا ہی گناہ ہے جیسے چوری کرنا اور ڈاکہ ڈالنا گناہ ہے۔ آج پوری قوم اس کام میں مبتلا ہے اور دین کا نام لینے والے مبتلا ہیں۔

گھروں کے سامنے کا حصہ صاف رکھو

اسی طرح راستوں میں کچرا اور گھر کے کچرے کی تھیلیاں پھینک دی جاتی ہیں اور کسی کو اس بات کا احساس ہی نہیں کہ یہ کوئی گناہ کا کام ہو رہا ہے۔ زیادہ سے زیادہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ''میونسپلٹی'' اور بلدیہ کے قوانین کی خلاف ورزی ہو رہی ہے ___ ارے یہ سب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے قوانین ہیں جن کی خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ اس لئے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ راستے میں کوئی تکلیف کی چیز مت ڈالو۔ ایک حدیث میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نَظِّفُوْا اَفْنِيَتَكُمْ

(ترمذی شریف، کتاب الادب، باب ماجاء فی النظافۃ: حدیث نمبر: ۲۷۹۹)

یعنی ''گھر کے سامنے کا جو حصہ ہے، ہر گھر والے کا فرض ہے کہ اس کو صاف رکھے،'' یہ ہے میونسپلٹی کا قاعدہ جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرما دیا۔ ہر فرد کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے گھر کے سامنے کا حصہ صاف رکھے، اس میں گندگی نہ ہو۔ اس لئے کہ جب لوگ اس کے پاس سے گزریں گے تو لوگوں کو اس سے تکلیف ہوگی اور مسلمان کو

تکلیف پہنچانا گناہ کبیرہ ہے۔ لیکن لوگ آج اس کو سمجھتے ہی نہیں کہ یہ بھی دین کا حصہ ہے۔

آدمی بننا ہو تو یہاں آئے

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں تو اسکی بہت تاکید تھی اور سب سے زیادہ روک ٹوک بھی انہی چیزوں پر تھی۔ حضرت فرمایا کرتے تھے کہ اگر میرے متعلقین میں کسی کے بارے میں مجھے یہ پتہ چلے کہ وہ تہجد نہیں پڑھتا، یا وہ اشراق نہیں پڑھتا یا ذکر اور تسبیح نہیں کرتا، تو اس سے مجھے چنداں شکایت نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ یہ سب نفلی اعمال ہیں، اگر کرے گا تو ثواب ہوگا، نہیں کرے گا تو کوئی گناہ نہیں ـــــ لیکن اگر کسی کے بارے میں مجھے یہ پتہ چلتا کہ یہ کسی دوسرے انسان کو تکلیف پہنچا رہا ہے تو اس سے مجھے اتنا رنج اور دکھ ہوتا ہے کہ میں بیان نہیں کرسکتا۔ اس لئے حضرت فرمایا کرتے تھے کہ اگر تمہیں صوفی اور درویش بننا ہو تو کہیں اور چلے جاؤ۔ آدمی بننا ہو تو میرے پاس آجاؤ۔ صوفی بننا اور درویش بننا تو بعد کی بات ہے، پہلا کام یہ ہے کہ انسان آدمی بن جائے۔ جو آدمی نہیں بنا وہ مسلمان کیا بنے گا۔ یہ ساری باتیں آدمیت کی باتیں ہیں۔

اعمال حسنہ اور اعمالِ سیئہ کی پیشی

عَنْ أَبِي ذَرٍّ، رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عُرِضَتْ عَلَيَّ أَعْمَالُ أُمَّتِي حَسَنُهَا وَسَيِّئُهَا، فَوَجَدْتُ فِي مَحَاسِنِ أَعْمَالِهَا الأَذَى يُمَاطُ عَنِ الطَّرِيقِ، وَوَجَدْتُ فِي مَسَاوِي أَعْمَالِهَا النُّخَاعَةَ تَكُونُ فِي الْمَسْجِدِ لَا تُدْفَنُ۔

(مسلم شریف، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب النہی عن البصاق فی المسجد حدیث: ۵۵۳)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک مرتبہ میرے اوپر میری امت کے تمام اعمال نیک اور بد، اچھے اور برے سب پیش کئے گئے۔ یہ بتانے کے لئے کہ آپ کی امت کے لوگ کیا کیا کام کریں گے۔ اچھے کام کیا کیا کریں گے؟ اور برے کام کیا کیا کریں گے؟ یعنی پورے اعمال حسنہ کی فہرست اور پورے اعمال بد کی فہرست میرے سامنے پیش کی گئی ــــــ اب آپ اندازہ لگائیں کہ وہ کتنی بڑی فہرست ہوگی۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے لے کر قیام قیامت تک جتنے اعمال حسنہ کئے جائیں گے۔ اور جتنے اعمال سیۂ کئے جائیں گے۔ ان کی فہرست پیش کی گئی۔

کون سا عمل حسنہ اور کونسا سیئہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے اعمال حسنہ میں دیکھا کہ ایک نیک عمل یہ بھی لکھا ہوا تھا کہ راستے میں پڑی ہوئی کسی تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا ــــــ یعنی لوگوں کے گزرنے کے راستے پر گندگی پڑی ہوئی ہے یا کوئی ایسی چیز پڑی ہوئی ہے جس سے گزرنے والے کو تکلیف پہنچتی ہے۔ جیسے کانٹا پڑا ہے، یا کوئی ایسی چیز پڑی ہے جس سے آدمی کا پاؤں پھسل جائے وغیرہ، ایسی چیز کو راستے سے ہٹا دینا۔ اس کو بھی مستقل نیک عمل قرار دے کر اس کو نیک اعمال کی فہرست میں اللہ تعالیٰ نے شامل کیا ہوا تھا ــــــ جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ نیک عمل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے اعمال حسنہ میں اضافہ فرمائیں گے۔ اور یہ عمل اس کا نیکی لکھا جائے گا ــــــ اور ایک دوسری حدیث میں صراحتاً بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کے ستر سے زیادہ شعبے ہیں۔ اور ان میں سے ادنیٰ شعبہ یہ ہے کہ راستے میں کوئی تکلیف دہ چیز

پڑی ہو تو اس کو اٹھا دینا ___ اور فرمایا کہ میرے سامنے سارے اعمال بد پیش کئے گئے ___ ان میں سے ایک عمل یہ تھا کہ بلغم جو آدمی کے منہ سے ناک سے نکلتا ہے وہ مسجد میں پڑا ہوا اور اس کو دفن نہ کیا گیا ہو یعنی اس کو صاف نہ کیا گیا ہو ___ یہ اعمال سیئہ میں سے ہے۔ یعنی گناہ کے اعمال میں سے اس کو قرار دیا۔

لوگوں کو تکلیف سے بچانا اعمال حسنہ ہے

درحقیقت اس سے اشارہ اس بات کی طرف فرمایا کہ اعمال حسنہ میں یہ بھی داخل ہے کہ لوگوں کو تکلیف سے بچانے کے لئے کوئی کام کرنا۔ چاہے وہ کام چھوٹا ہی کیوں نہ ہو۔ اب راستے میں کیلے کا چھلکا پڑا ہوا تھا، آپ نے اس کو ہٹا دیا، یہ نیک عمل ہے۔ اور اگر راستے میں کیلے کا چھلکا ڈال دیا، یہ برا عمل ہے اور گناہ ہے۔ اس لئے ہر وہ کام کرنا جس سے دوسرے انسان کو تکلیف پہنچے وہ کام گناہ ہے۔ اور یہ اعمال سیئہ میں داخل ہے ___ آج ہم نے اس کو دین سے بالکل خارج کر دیا ہے۔ اپنی ذات سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے، یہ اب کوئی مسئلہ ہی نہیں رہا۔ اب یہ حدیث ہم سب پڑھتے ہیں اور سنتے ہیں کہ راستے میں تکلیف دہ چیز ڈالنا گناہ ہے اور تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا ثواب کا کام ہے ___ لیکن ہمارا اس پر عمل نہیں ہے۔

غلط جگہ گاڑی کھڑی کرنا اعمال سیئہ میں ہے

اب جو لوگ گاڑی چلاتے ہیں، یا موٹر سائیکل چلاتے ہیں، دن رات دوسروں کو تکلیف پہنچانے والے کام کرتے رہتے ہیں۔ مثلاً ایسی جگہ گاڑی کھڑی کر دی کہ جس کی وجہ سے دوسرے کے لئے نکلنا مشکل ہو گیا، یہ گناہ ہے۔ لیکن اس کو کوئی گناہ

ہی نہیں سمجھتا۔ یہ ایذاء مسلم ہے۔ دوسروں کو تکلیف دینا ہے اور یہ ایسا ہی گناہ ہے جیسے چوری کرنا اور ڈاکہ ڈالنا گناہ ہے۔ آج ہم سب نے اس کو دین سے بالکل خارج کر دیا ہے۔ گویا کہ اس کا دین سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے ___ ابھی گزشتہ ہفتہ کو اس مسجد بیت المکرم کے باہر ایک صاحب ایسی جگہ پر گاڑی کھڑی کر کے چلے گئے کہ دوسرے لوگ اپنی گاڑی نکالنا چاہیں تو نہیں نکال سکتے۔ اس شخص نے نماز پڑھنے کو تو نیک کام سمجھا اور دین کی بات سننے کو نیک کام سمجھا، لیکن یہ نہیں سمجھا کہ غلط جگہ پر گاڑی کھڑی کرنا بھی گناہ کا کام ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ کوئی بھی ایسا عمل جو دوسرے انسان کو تکلیف میں ڈالنے والا ہو۔ یہ بھی اعمال سیئہ میں سے ہے۔ اور گناہ کے اعمال میں سے ہے۔ اس سے بچنا چاہئے۔ اگر تم دوسرے کو نفع نہیں پہنچا سکتے تو کم از کم دوسروں کو تکلیف تو مت پہنچاؤ۔

ایک انگریز کا واقعہ

آج یہ سب باتیں جن کو تہذیب اور تمدن کی باتیں کہا جاتا ہے، وہ سب ہم نے غیر مسلم قوموں کی جھولی میں ڈال دی ہیں کہ وہ غیر مسلم قومیں ان تہذیب کی باتوں کی امام ہیں۔ اور ان پر عمل کرنے والے ہیں۔ اور یہ سب ان کا کام ہے۔ ہم تو مسلمان ہیں۔ یہ کام ہمارے نہیں۔ ہمیں اس قسم کے کام کرنے کی کیا ضرورت ہے ___ میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ ایک قصہ سنایا کرتے تھے کہ جامع مسجد دہلی کے قریب ایک انگریز رہتا تھا، وہ انگریز مسلمان ہو گیا۔ اور مسجد میں نماز کے لئے آنے لگا۔ اس نے مسجد میں دیکھا کہ لوگ حوض پر وضو کر رہے ہیں اور حوض کے ساتھ جو نالی ہے وہ نالی بلغم سے تھوک سے اور ناک کی رینٹھ سے بھری ہوئی ہے۔ اور کوئی اس کو صاف کرنے والا

نہیں۔ اس بیچارے انگریز کو خیال آیا کہ اس نالی کو صاف کر دینا چاہئے۔ چنانچہ وہ کہیں سے جھاڑو لایا اور اس نالی کو صاف کرنا شروع کر دیا تاکہ اس کو دیکھ کر لوگوں کو تکلیف نہ ہو۔ جس وقت وہ صاف کر رہا تھا اس وقت ایک بزرگوار مسلمان وہاں سے گزرے انہوں نے اس انگریز کو دیکھ کر کہا کہ:

"یہ مسلمان تو ہو گیا، لیکن ابھی تک انگریزیت کی خوبو اس کے دماغ سے نہیں گئی"۔

گویا کہ نالی صاف کرنا انگریز کا کام ہے، مسلمان کا کام نہیں ____ گویا یہ صفائی، یہ ستھرائی، یہ تہذیب، یہ سلیقہ، یہ انگریز کے کام ہو گئے۔ ان کا دین سے اور مذہب سے، اللہ سے اور اس کے رسول سے کوئی تعلق نہیں ____ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دین کے ایک شعبہ کو دین سے خارج کر دینا، اللہ بچائے بعض اوقات انسان کو کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ اللہ نے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک ایک چیز کے بارے میں احکام بتائے ہیں۔ دیکھئے۔ اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی نے ناک کی رینٹھ مسجد میں ڈال دی اور اس کو صاف نہیں کیا تو یہ اعمال سیئہ میں سے ہے اور گناہ کا عمل ہے۔

سفر کے ساتھی کے بھی حقوق ہیں

بہر حال! جو بھی عمل دوسرے کو تکلیف دینے والا ہو، وہ گناہ کا عمل ہے۔ قرآن کریم کو پڑھیئے۔ اس میں جس طرح والدین کے حقوق، پڑوسیوں کے حقوق کو بیان فرمایا ہے اسی طرح "صاحب بالجنب" یعنی وہ شخص جو سفر کے دوران تمہارے پہلو میں بیٹھا ہو۔ وہ صاحب بالجنب کہلاتا ہے۔ اس کا بھی تم پر حق ہے۔ اس لئے کہ وہ بھی

تمہارا پڑوسی ہے۔ ایک پڑوسی وہ ہے جو گھر کے قریب رہنے کی وجہ سے ہمیشہ تمہارے ساتھ رہتا ہے، اور ایک پڑوسی وہ ہے جو سفر کرتے ہوئے وقتی طور پر تھوڑی دیر کے لئے تمہارا ساتھی بن گیا۔ اس کا بھی تم پر حق ہے کہ اس کو بھی تمہاری ذات سے تکلیف نہ پہنچے۔ مثلاً بس میں آپ سفر کر رہے ہیں، دو آدمیوں کی سیٹ ہے، آپ اپنی جگہ پر ذرا پھیل کر بیٹھ گئے، جس کے نتیجے میں دوسرے ساتھ بیٹھنے والے کو جگہ کم ملی۔ اور اس کو تکلیف ہوئی اور آپ نے اپنے آرام کے لئے اس کو تکلیف پہنچائی۔ یہ سب باتیں دین کا حصہ ہیں۔ یہ سب گناہ ثواب کے معاملات ہیں۔ آج ہم نے ان کو چھوڑ دیا ہے۔ ہم نے بس نماز، روزے اور تسبیح و ذکر کا نام دین رکھ دیا ہے۔ اور معاشرت کے احکام کو ہم نے بالکل دین سے خارج سمجھ لیا ہے۔ کس بات سے اور کس ادا سے دوسرے کو تکلیف پہنچ رہی ہے؟ کس عمل سے دوسرے کو تکلیف پہنچ رہی ہے؟ اس کی طرف بالکل دھیان ہی نہیں۔

راستہ بند کرنا ایذاءِ مسلم ہے

مثلاً آپ نے اپنے گھر کے اندر ایک تقریب منعقد کی، اس کے لئے گھر سے باہر شامیانہ باندھا اور سب آنے جانے والوں کا اور محلے والوں اور پڑوس والوں کا راستہ بند کر دیا۔ اب لوگوں کو گاڑی اپنے گھر تک لانا ممکن نہیں رہا ___ آپ تقریب منا رہے ہیں اور دوسرے لوگ آپ کی وجہ سے تکلیف میں مبتلا ہیں ___ آپ نے یہ جو دوسرے لوگوں کو تکلیف پہنچائی یہ گناہ کا عمل کیا، ناجائز عمل کیا۔ لیکن آج اس کو کوئی گناہ نہیں سمجھتا۔ زیادہ سے زیادہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ صرف میونسپلٹی کے قانون کی خلاف ورزی ہو رہی ہے، یہ کوئی گناہ نہیں۔

''معاشرت'' ہمارے دین کا حصہ ہے

نبی کریم ﷺ فرمارہے ہیں کہ تمہارا کام یہ ہونا چاہئے کہ راستے میں سے تکلیف دہ چیز کو ہٹاؤ، نہ یہ کہ تکلیف دہ چیز کو راستے میں ڈالو، اور لوگوں کا راستہ بند کرو۔ راستہ بند کرنا لوگوں کو اذیت دینا ہے اور گناہ کبیرہ ہے۔ لیکن آج ہم نے اس کو دین سے خارج کر دیا ہے ___ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے ریاض الصالحین میں یہ جو باب قائم فرمایا ہے درحقیقت یہ بات سمجھانے کے لئے قائم کیا ہے کہ خدا کے لئے یہ نہ سمجھو کہ صرف نماز، روزہ کر لینا ہی بس دین ہے۔ یہ ساری زندگی اور زندگی کا ہر ہر عمل دین ہے۔ اس لئے اپنے آپ کو دوسروں کو تکلیف پہنچانے والے اعمال سے بچاؤ ___ بہرحال، اس حدیث شریف میں فرمایا کہ میں نے اپنی امت کے محاسن اعمال کی فہرست میں دیکھا تو اس میں یہ بھی پایا کہ تکلیف دہ چیز کو راستے سے ہٹا دینا۔ اور اس امت کے برے اعمال کی فہرست کو دیکھا تو اس میں یہ بھی پایا کہ ''نخاعہ'' یعنی تھوک یا بلغم مسجد کے اندر پڑا ہوا ملا، اور اس کو دفن نہ کیا گیا ہو یعنی اس کو دور نہ کیا گیا ہو۔ مسجد کی خصوصیت نہیں بلکہ کسی بھی ایسی جگہ پر جہاں دوسروں کو گندگی سے تکلیف پہنچتی ہو، وہ بھی اس حکم میں داخل ہے۔

رفع حاجت کے لئے جگہ کی تلاش

حدیث شریف میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب سفر میں تشریف لے جاتے اور راستے میں آپ کو قضاء حاجت وغیرہ کی ضرورت پیش آتی تو آپ دور کی جگہ تلاش کرتے تھے جیسے کوئی آدمی پڑاؤ ڈالنے کے لئے جگہ تلاش

کرتا ہے کہ کونسی جگہ پڑاؤ ڈالنا زیادہ مناسب ہے۔

(ترمذی شریف، ابواب الطہارۃ، باب ماجاء ان النبی ﷺ کان اذا اراد الحاجۃ ابعد فی المذھب: حدیث نمبر: ۲۰)

اس لئے کہ پیشاب کرنے کے لئے اس بات کا خیال رکھنا ضروری تھا کہ کوئی ایسی جگہ نہ ہو جو عام لوگوں کی عام راہ گزر ہو۔ اور عام راہ گزر ہونے کی وجہ سے جب لوگ گندگی کو دیکھیں تو ان کو تکلیف پہنچے۔ اس وجہ سے آپ عام راہ گزر سے ہٹ کر جگہ تلاش کیا کرتے تھے ___ اس لئے ہر عمل سے پہلے انسان یہ دیکھے کہ میرے اس عمل سے دوسرے انسان کو تکلیف تو نہیں ہوگی۔

دوسروں کو تکلیف دینا گناہ کبیرہ ہے

میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ایذاء مسلم گناہ کبیرہ ہے۔ یعنی کسی مسلمان کو تکلیف پہنچانا گناہ کبیرہ ہے۔ اس سے اسی طرح بچو جس طرح تم چوری سے، ڈاکے سے، زنا سے، بدکاری سے، شراب نوشی سے بچتے ہو۔ اسی طرح بچنے کی کوشش کرو۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب کو اس سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے ___ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

❋❋❋

❋

بے حیائی کو روکو۔ ورنہ......

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ضبط و ترتیب

مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب

استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی

میمن اسلامک پبلشرز

خطاب : شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ضبط و ترتیب : مولانا محمد عبد اللہ میمن

مقام : جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللّٰھم صل علی محمد

وعلی آل محمد کما صلیت

علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم

انک حمید مجید ○

اللّٰھم بارک علی محمد وعلی

آل محمد کما بارکت علی

ابراھیم وعلی آل ابراھیم

انک حمید مجید ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بے حیائی کو روکو ـ ورنہ......

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا. اَمَّا بَعْدُ!

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْاِيْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ شُعْبَةً اَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِيْمَانِ.

(ریاض الصالحین، باب فی بیان کثرۃ طرق الخیر، حدیث نمبر ۱۲۵)

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان عدد شعب الایمان، حدیث نمبر ۳۵)

تمہید

بزرگانِ محترم و برادرانِ عزیز! گزشتہ جمعہ کو اس حدیث کا بیان شروع کیا تھا، جو ابھی میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی، اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کے شعبوں کا تذکرہ فرمایا ہے کہ ایمان کا سب سے افضل شعبہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ"

ہے، یعنی توحید پر ایمان لانا، اور سب سے ادنیٰ شعبہ راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا ہے۔ دونوں کا تفصیلی بیان گزشتہ دو جمعوں میں ہو چکا، اللہ تعالیٰ ہمیں ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

خاص طور پر ’’حیاء‘‘ کا بیان کیوں؟

اگلا جملہ یہ ارشاد فرمایا ’’وَالْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ ‘‘ اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کا افضل شعبہ بھی بتا دیا، اور ادنیٰ شعبہ بھی بتا دیا۔ اس کے بعد ایک جملہ بالکل علیحدہ عجیب انداز سے بیان فرمایا کہ ’’وَالْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ‘‘ کہ حیا بھی ایمان کا ایک حصہ ہے۔ گویا کہ پہلے ایمان کے شعبوں کی دو انتہائیں بیان فرما کر اس طرف اشارہ فرما دیا کہ باقی تمام شعبے ان دونوں کے درمیان میں ہیں۔ لیکن ان تمام شعبوں کا بیان چھوڑ کر صرف ایک شعبہ بیان فرمادیا کہ ’’حیاء بھی ایمان کا ایک حصہ ہے‘‘ اور تمام شعبوں کو چھوڑ کر صرف اس کو خاص طور پر بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ یہ جو درمیانی شعبے ہیں، ان میں ’’حیا‘‘ بہت ہی بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔ اس کا دامن نہ چھوڑنا، کیونکہ اگر اس کا دامن ہاتھ سے چھوٹا تو پھر گناہوں کے سیلاب کا دروازہ کھل جائے گا۔ پھر بند ٹوٹ جائے گا اور گناہوں کا سیلاب امڈ آئے گا۔ اس لئے خاص طور پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ذکر فرمایا۔

اصل الاصول شعبہ ’’حیا‘‘ ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جو باتیں ارشاد فرماتے ہیں، اس کے بارے میں قرآن

کریم کہتا ہے کہ:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۞ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۞

(سورۃ النجم: ۳_۴)

کہ جو بات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکل رہی ہے، وہ آپ کے دل سے نہیں نکل رہی ہے، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہو رہی ہے، اور اس وحی کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے الفاظ میں بیان فرما رہے ہیں ___ اللہ تعالیٰ کو تو معلوم ہی تھا کہ ایمان کے جتنے درمیانی شعبے ہیں، ان میں اصل الاصول کیا چیز ہے؟ اس اصل الاصول کے بارے میں فرمایا کہ وہ ہے ''حیا'' ___ اگر ''حیا'' سلامت ہے تو پھر سمجھ لو کہ انشاء اللہ خیر اور بھلائی ہے اگر ''حیا'' کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا تو بس سمجھو کہ بدی کا دروازہ کھل گیا۔

جب ''حیا'' ہی نکل گئی

اسی لئے ایک دوسری حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

''إِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَافْعَلْ مَا شِئْتَ''

(صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب نمبر ۵۶، حدیث نمبر ۳۴۸۳)

جب تم سے ''حیا'' جاتی رہے تو جو چاہو کرو۔ جب ''حیا'' دل سے نکل گئی تو پھر انسان اور جانور میں کوئی فرق نہ رہا۔ یہ ''حیا'' ایک ایسی روک ہے، ایک ایسا بریک ہے جو انسان پر لگا دیا گیا ہے، اگر یہ بریک انسان کے اندر موجود ہے تو یہ انسان کو برے کاموں سے، ناجائز امور سے، گناہوں سے روک دیتا ہے۔ اگر یہ نکل گیا تو

بات ہی ختم ہوگئی۔ یہ ایسا جملہ ہے کہ اس نے بے شمار انسانوں کی زندگی میں انقلاب برپا کیے ہیں۔

امام قعنبی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

ایک مشہور محدث گزرے ہیں جن کا نام حضرت عبداللہ بن مسلمہ قعنبی رحمۃ اللہ علیہ، یہ وہ بزرگ ہیں جو صحاح ستہ کے مصنفین کے بھی استاذ ہیں۔ امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ بہت کثرت سے ان سے روایات نقل کرتے ہیں ''حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ'' ان کے حالات میں لکھا ہے کہ یہ ابتداء میں بہت آوارہ قسم کے آدمی تھے۔ جیسے آج کل غنڈہ گردی کرنے والے لوگ ہوتے ہیں یہ بھی اسی قسم کے آدمی تھے، کسی چیز کی کوئی پرواہ نہیں، کسی کا مال لوٹ لیا، کسی کو برا بھلا کہہ دیا، کسی کو گالی دے دی۔ شراب کباب میں مبتلا تھے۔ ایک مرتبہ دوستوں کی محفل میں بیٹھے ہوئے تھے اور گپ شپ ہو رہی تھی۔ سامنے سے ایک مشہور محدث حضرت امام شعبہ بن حجاج رحمۃ اللہ علیہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر گزرے۔ حضرت عبداللہ بن مسلمہ کے دماغ میں یہ خیال آیا کہ یہ جو مولوی صاحب جا رہے ہیں، ان کے ساتھ مذاق کرنا چاہیے۔ چنانچہ یہ آگے بڑھے اور ان کے گھوڑے کی لگام تھام لی اور ان سے کہا کہ: ''یَا شُعْبَہ حَدِّثْنِیْ حَدِیْثًا'' اے شعبہ: مجھے کوئی حدیث سناؤ۔ اور انداز طنز اور مذاق کا اختیار کیا۔ حضرت امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میاں چھوڑ دو۔ حدیث سننے کا یہ طریقہ نہیں ہوتا کہ سامنے آ کر گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور کہا کہ مجھے حدیث سناؤ۔ انہوں نے کہا کہ آپ کو حدیث سنانی ہوگی، اگر حدیث نہیں سناؤ گے تو میں تمہارے ساتھ برا معاملہ کروں گا۔ حضرت

شعبہ رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ دیکھا کہ یہ غنڈہ گردی پر آمادہ ہے تو فرمایا کہ تم حدیث سننا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں سننا چاہتا ہوں۔ تو سنو، چنانچہ امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث سنائی کہ:

حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ یُوْنُسَ عَنْ زُهَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرٌ، عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مَسْعُوْدٍ عُقْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَافْعَلْ مَا شِئْتَ.

(صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب نمبر ۵۶، حدیث نمبر ۳۴۸۳)

کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم سے حیا جاتی رہے تو جو چاہو کرو۔ اس اللہ کے بندے نے کس دل سے وہ حدیث سنائی کہ بس ان کے دل پر چوٹ لگی اور کہا کہ اے شعبہ، اب تک تو میں تم سے مذاق کر رہا تھا۔ لیکن اب اپنا ہاتھ بڑھاؤ، میں تمہارے ہاتھ پر توبہ کرتا ہوں۔ چنانچہ ان کے ہاتھ پر توبہ کی اور اس کے بعد اپنے سارے برے اعمال چھوڑ کر اتنے بڑے جلیل القدر محدث بنے کہ آج صحاحِ ستہ ان کی روایت کردہ حدیثوں سے بھری ہوئی ہیں۔ بہرحال یہ وہ حدیث ہے جس نے زندگیوں میں انقلاب برپا کیا۔

انسان میں اور کتے بلی میں کوئی فرق نہیں رہتا

بات دراصل یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل سچ فرمایا کہ جب انسان کی ''حیا'' جاتی رہے تو پھر اس میں اور کتے بلی میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ آج مغربی ممالک کے اندر دیکھ لو وہاں کیا ہو رہا ہے۔ جب ''حیا'' چلی گئی تو انسان کتے بلی سے

بدتر ہوگیا ــــ ''حیا'' کے معنی کیا ہیں؟ ــــ ''حیا'' کے معنی یہ ہیں کہ طبیعت میں نامناسب کام سے رکاوٹ اور انقباض کا پیدا ہونا۔ یہ ''حیا'' ہی ہے جو انسان کو گناہوں سے بچاتی ہے اور اس کو ایمان کا اتنا اہم شعبہ قرار دیا گیا کہ ایمان کے ستر سے زیادہ شعبوں میں سے اس کو الگ کر کے ذکر فرمایا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں یہ چیز دیکھ رہی تھیں کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ یہ قوم ''حیا'' کا دامن چھوڑ دے گی تو کہاں پہنچے گی؟ اس لئے چودہ سو سال پہلے یہ بات ارشاد فرمادی۔

''حیا'' کے پیکر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

عورتوں کو تو ''حیا'' کا حکم ہے ہی، مردوں کو بھی ''حیا'' کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ''کَامِلُ الْحَیَاءِ وَالْاِیْمَانِ'' یعنی کامل ایمان اور کامل حیاء والے ــــ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف فرما تھے اور آپ نے جو تہبند باندھا ہوا تھا وہ گھٹنے کے پاس سے کھلا ہوا تھا۔ البتہ ستر پورا ڈھکا ہوا تھا۔ اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی ــــ فرمایا کون؟ معلوم ہوا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ نے اندر آنے کی اجازت دے دی اور آپ اسی حالت میں بیٹھے رہے ــــ تھوڑی دیر کے بعد پھر دستک ہوئی۔ پوچھا کون؟ معلوم ہوا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ نے اندر آنے کی اجازت دے دی اور آپ اسی حالت میں بیٹھے رہے ــــ تھوڑی دیر کے بعد پھر دستک ہوئی۔ پوچھا کون؟ معلوم ہوا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں، آپ نے تہبند کو اچھی طرح ڈھک لیا اور پھر ان کو اندر آنے کی اجازت دے دی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا

کہ یارسول اللہ ﷺ! اس کی کیا وجہ ہے کہ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ اسی حالت میں بیٹھے رہے۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ اسی حالت میں بیٹھے رہے لیکن جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ آئے تو آپ نے تہبند سے پورے پاؤں کو ڈھک لیا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ: یہ وہ شخص ہے کہ جس سے اللہ کے فرشتے بھی ''حیا'' کرتے ہیں، تو میں ان سے اس حالت میں کیسے ملتا کہ میرے گھٹنے کے قریب کا حصہ کھلا ہوا ہو۔

(صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب من فضائل عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ حدیث نمبر ۲۴۰۱)

ایک صحابیہ کا واقعہ

اس سے معلوم ہوا کہ ''حیا'' کا حکم صرف عورتوں کو ہی نہیں ہے بلکہ مردوں کو بھی ''حیا'' کا حکم ہے کہ اپنے کپڑوں میں، اپنے لباس میں، اپنی چال ڈھال میں، اپنے طرز عمل میں ''حیا'' کو سامنے رکھیں۔ اور جب مردوں کو ''حیا'' کا حکم ہے تو عورتوں کو تو اللہ تعالیٰ نے ''حیا'' ہی کے لئے بنایا ہے۔ عورت ''حیا'' کا پیکر ہونی چاہیے۔ ''حیا'' عورت کا زیور ہونا چاہیے اور جس عورت کے اندر ''حیا'' نہیں وہ عورت کہلانے کی مستحق نہیں ــــ ایک صحابیہ نے اپنے بیٹوں کو حضور اقدس ﷺ کے ساتھ جہاد میں بھیج دیا۔ شاید غزوہ احد تھا، یا کوئی اور غزوہ تھا۔ ان صحابیہ کو اطلاع ملی کہ آپ کا ایک بیٹا شہید ہو گیا۔ جب ان خاتون کو بیٹے کی شہادت کی اطلاع ملی تو گھبراہٹ کی حالت میں گھر سے نکل کر سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں پہنچیں ــــ اس لئے کہ جب کوئی پریشانی پیش آتی تو صحابہ کرام کے لئے ایک ہی ملجا اور ماویٰ تھا۔ اس لئے کہ وہیں دلوں

کو قرار ملتا تھا، وہیں چین اور سکون حاصل ہوتا تھا۔ چنانچہ یہ خاتون بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دوڑیں۔ اس پریشانی کے عالم میں گھر سے باہر نکلیں تو اس وقت بھی چادر اس طرح اوڑھی ہوئی تھی کہ پورا جسم اس چادر میں چھپا ہوا تھا۔ صرف ایک آنکھ کھلی ہوئی تھی، کسی نے ان خاتون سے پوچھا کہ تمہیں اتنا بڑا صدمہ پیش آیا، کہ تمہارا بیٹا شہید ہو گیا۔ اس کے باوجود تم اس اہتمام کے ساتھ گھر سے باہر نکلیں کہ تمہارا پورا جسم چھپا ہوا ہے، صرف ایک آنکھ کھلی ہے۔ اس وقت اس خاتون نے ایک خوبصورت جملہ کہا کہ:

''إِنْ أُرْزَأْ إِبْنِي فَلَنْ أُرْزَأْ حَيَائِي''

کہ میرا بیٹا مجھ سے کھویا ہے، میری ''حیا'' مجھ سے نہیں کھوئی۔ میرا بیٹا جاتا رہا لیکن حیا نہیں جاتی رہی۔ اگر میرا بیٹا جاتا رہا تو حیا کا دامن بھی چھوڑ کر بیٹھ جاؤں۔ یعنی بیٹا ہاتھ سے گیا، حیا ہاتھ سے نہیں گئی۔

(ابوداؤد، کتاب الجهاد، باب فضائل قتال الروم علی غیرهم، حدیث نمبر ۲۴۸۸)

عورت گھر کے اندر نماز پڑھے

اصل میں یہ عورت تھی جس کے دل میں ''حیا'' کا یہ احساس تھا اور جس کے بارے میں شریعت نے اپنے ایک ایک حکم میں اس بات کی رعایت رکھی ہے کہ وہ عورت حیا کا دامن نہ چھوڑے۔ چنانچہ خواتین کو یہ حکم دیا کہ نماز کے لئے مسجدوں میں نہ آؤ، حالانکہ مسجد کی جماعت بڑی فضیلت کی چیز ہے۔ جماعت سے نماز پڑھنے کا ثواب تنہا نماز پڑھنے کے مقابلے میں ۲۷ گنا زیادہ ہے۔ لیکن عورت سے کہا کہ

تمہارے لئے حکم یہ ہے کہ تم گھروں میں پڑھو۔ یہ اس زمانے میں حکم دیا جس زمانے میں نماز پڑھانے والے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اس زمانے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو فرمایا کہ تمہارے لئے میرے پیچھے نماز پڑھنے سے بہتر یہ ہے کہ گھر میں نماز پڑھو اور فرمایا کہ گھر کے صحن میں نماز پڑھنے سے بہتر یہ ہے کہ برآمدے میں نماز پڑھے اور برآمدے میں نماز پڑھنے سے بہتر یہ ہے کہ کمرے میں پڑھے اور کمرے میں نماز پڑھنے سے افضل یہ ہے کہ کوٹھری میں نماز پڑھے۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچے ہوئے ہیں۔

(کتاب الصلاۃ، باب التشدید فی ذلک، حدیث نمبر ۵۷)

عورت کی نماز میں پردہ کا اہتمام

شریعت نے ہر ہر قدم پر عورت کی ''حیا'' کا خیال رکھا ہے۔ چنانچہ نماز پڑھنے کا طریقہ مرد کے لئے اور ہے۔ عورت کے لئے اور ہے۔ عورت کے لئے جو طریقہ بیان فرمایا اس میں ستر اور پردہ کا خاص لحاظ رکھا گیا ہے مثلاً رکوع مرد دوسرے طریقے سے کرے گا۔ عورت کسی اور طریقہ سے کرے گی۔ مرد کے لئے حکم یہ ہے کہ رکوع کی حالت میں اس کی ٹانگیں بالکل سیدھی کسی ہوئی ہونی چاہئیں اور عورت کے لئے حکم یہ ہے کہ رکوع میں اپنے پاؤں بالکل سیدھے نہ کرے بلکہ آگے کی طرف تھوڑا خم دے کر کھڑی ہو۔ سجدہ مرد دوسرے طریقے سے کرے گا، عورت دوسرے طریقے سے کرے گی۔ عورت کے لئے سجدے کی حالت میں پورا جسم زمین سے متصل ہونا چاہیے اور یہ سب اس وقت بھی ہے جب عورت تنہا نماز پڑھ رہی

ہے اور کوئی اسکو دیکھنے والا نہیں ہے۔

(بہشتی زیور، حصہ دوئم، صفحہ ۱۲۷، باب فرض نماز پڑھنے کے طریقہ کا بیان)

مردوں کی افضل صف کونسی

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں خواتین مسجد میں آتی تھیں۔ لیکن اس وقت بھی حکم یہ تھا کہ ان کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ اپنے گھروں میں نماز پڑھیں اور اگر وہ مسجد میں آئیں تو ان کے لئے افضل یہ ہے کہ سب سے آخری صف میں نماز پڑھیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ:

خَيْرُ صفوف الرِجَالِ اَوَّلُهَا وَشَرُّهَا آخِرُهَا،

وَخَيْرُ صفوف النِّسَاءِ آخِرُهَا وَشَرُّهَا اَوَّلُهَا

(مسلم شریف، کتاب الصلاۃ، باب تسویہ الصفوف، حدیث نمبر ۴۴۰)

یعنی مردوں کی صفوں میں سب سے بہتر صف پہلی صف ہے۔ اور سب سے بری صف آخری صف ہے۔ اور عورتوں کی صفوں میں سب سے بہتر صف آخری صف ہے اور سب سے بری صف پہلی صف ہے ــــــ یہ کیوں؟ اس لئے کہ قدم قدم پر عورت کی "حیا" کا لحاظ رکھا جا رہا ہے۔ تا کہ "عورت" عورت رہے، وہ مرد نہ بنے۔

نکاح کے ایجاب وقبول کے وقت عورت کی خاموشی

نکاح کے وقت شوہر اور بیوی کے درمیان عقد نکاح کا معاہدہ ہوتا ہے اور دونوں کے درمیان ایجاب وقبول ہوتا ہے۔ ایک کہتا ہے کہ میں نے نکاح کیا، اور دوسرا کہتا

ہے کہ میں نے قبول کیا۔ اس میں شریعت کا حکم یہ ہے کہ اگر مرد سے کہا جائے کہ تمہارا نکاح فلاں عورت سے کیا گیا اور اس کے جواب میں اگر مرد خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دے تو نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ جب تک وہ مرد زبان سے یہ کہہ دے کہ میں نے قبول کیا ـــــ اور اگر کسی غیر شادی شدہ عورت سے کہا جائے کہ تمہارا نکاح فلاں مرد سے کیا گیا، تمہیں قبول ہے؟ اگر وہ عورت خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دے تو بھی نکاح منعقد ہو جائے گا، کیوں؟ ـــــ اس لئے کہ عورت کے اندر ''حیا'' رکھی گئی ہے۔ اور اس کی زبان سے یہ جملہ نکلنا کہ میں نے اس نکاح کو قبول کیا، وہ ''حیا'' اس جملے کے ادا کرنے میں رکاوٹ ہوگی، اس لئے شریعت نے اس کا لحاظ رکھا کہ اگر وہ عورت خاموش بھی رہے، تب بھی نکاح درست ہو جائے گا۔ البتہ اگر زبان سے انکار کر دے گی تو پھر نکاح نہیں ہوگا ـــــ درحقیقت اس میں عورت کی فطرت کی رعایت رکھی ہے کہ عورت کے اندر حیا ہونی چاہیے۔ اس ''حیا'' کا تقاضہ یہ ہے کہ شادی بیاہ کا لفظ زبان سے نکالتے ہوئے اسے شرم آئے۔

(صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب استئذان الثیب فی النکاح بالنطق، حدیث نمبر ۱۴۲۰)

عورت کا غافل ہونا اس کا حسن ہے

شریعت کے جتنے احکام ہیں نماز روزے سے لے کر نکاح و طلاق تک ان میں عورت کے لئے ''حیا'' کے عنصر کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ اس لئے ہر حکم میں ستر اور پوشیدگی کو مدنظر رکھا گیا ہے اور قرآن کریم میں عورتوں کی جو تعریف کی گئی ہے۔

اس میں یہ الفاظ ہیں:

اَلْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ

(سورۃ النور: ۲۳)

"مُحْصَنٰتِ" پاک دامن عورتیں، " غَافِلَاتِ" اس کے لفظی معنی ہیں "غفلت میں رہنے والی عورتیں" یعنی دنیا جہاں کے حالات سے بہت زیادہ باخبر نہیں۔ یہ عورت کے لئے تعریف کی صفت ہے کہ وہ حالات سے باخبر نہ ہو۔ مرد کے لئے غافل ہونا برائی کی صفت ہے، اس لئے کہ یہ خواتین اپنے فرائض میں منہمک ہیں۔ اس کے اندر دن رات لگی ہوئی ہیں۔ اس وجہ سے یہ خواتین دنیا کے حالات سے غافل ہیں۔ لہٰذا عورت کے لئے غافل ہونا اچھی بات ہے۔

آہستہ آہستہ پردہ اٹھ گیا

اسلام نے عورت کے "حیا" کا جتنا پاس رکھا تھا، افسوس صد افسوس حسرت صد حسرت کہ آج شریعت کے سب احکام کو پامال کر کے آج کے اس دور میں بے حیائی قابل تعریف بن گئی ہے اور "حیا" کے سارے احکام کو پس پشت ڈال دیا گیا ہے۔ پہلے برقع اترا، پھر چادر اتری، پھر دوپٹہ جو گلے میں ایک لکیر کی طرح رہ گیا تھا وہ بھی اتر گیا، اب لباس بھی ایسا ہے کہ گلا کھلا، سینہ کھلا، بال کھلے، پیٹ کھلا، کمر کھلی اور اب کوئی جسم کا حصہ باقی نہ رہا جو کھلا ہوا نہ ہو۔ عورتوں کا تو یہ حال ہوا ہی تھا۔ وہ مرد حضرات جن کے ہاتھوں میں گھر کی لگام تھی ان کے دلوں سے غیرت فنا ہو گئی۔ اکبر مرحوم نے بڑی اچھی بات کہی تھی کہ:

بے پردہ مجھ کو کل نظر آئیں چند بیبیاں
اکبر غیرتِ قومی سے زمین میں گڑ گیا
پوچھا جوان سے بیبیو! پردہ تمہارا کہاں گیا
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

واقعہ یہی ہے کہ آج مردوں کی عقل پر پردہ پڑ گیا ہے۔ اپنی آنکھوں کے سامنے بے حیائی کے مناظر دیکھتے ہیں۔ اور اس کے باوجود کانوں پر جوں نہیں رینگتی، زبان سے کچھ کہنے کی توفیق نہیں ہوتی۔

مغرب کے نقش قدم پر مت چلو

وہ باپ اور بیٹی جن کی زبان پر کبھی اس قسم کی بات نہیں آسکتی تھی لیکن آج باپ اور جوان بیٹی ایک ساتھ بیٹھ کر حیا سوز فلمیں دیکھ رہے ہیں۔ بتاؤ پھر ''حیا'' کا جنازہ تو نکل گیا اور جب ''حیا'' کا جنازہ نکل جائے تو پھر یاد رکھو جب بند ٹوٹا تو سیلاب آئے گا۔ وہ آرہا ہے، اس کی ساری ذمہ داری گھر کے بڑوں پر عائد ہوتی ہے ___ اس دور کے اندر گھر کے بڑوں نے اتنی غفلت کا مظاہرہ کیا ہے کہ ماضی میں کبھی نہیں کیا ہوگا، آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ اولاد جہنم کی طرف دوڑ رہی ہے اور آگ کے انگارے کھا رہی ہے، لیکن زبان سے ایک جملہ ادا نہیں ہوتا کہ بیٹا یہ راستہ جہنم کا راستہ ہے ___ آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ یہ قوم تباہی کی طرف جارہی ہے ___ مغرب میں تباہی اسی راستے سے آئی۔ اور آج پوری قوم نے بھی وہی راستہ اختیار کیا ہوا ہے اور انہی کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ اگر اس پر بند نہ باندھا گیا تو

یاد رکھو، وہی مناظر یہاں بھی نظر آئیں گے جو مناظر آج وہاں نظر آرہے ہیں اور اس کی کچھ جھلکیاں نظر آنے لگی ہیں۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے، آمین۔

بیوی بچوں کو بھی جہنم سے بچاؤ

صرف نماز روزہ ادا کرلیا۔ مسجد میں جاکر صف اوّل میں نماز پڑھ لی، صبح کو کچھ ذکر و تسبیح کرلیا، قرآن کریم کی تلاوت کرلی ___ لیکن بیٹی غلط راستے پر جارہی ہے، فحش لباس پہن رہی ہے۔ بے پردہ لباس پہن رہی ہے، لیکن باپ کو بھی توفیق نہیں ہوتی کہ اس کو ٹوک دیں۔ یاد رکھو، قیامت کے روز تمہاری گردن پکڑی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ تم سے پوچھیں گے کہ یہ سب کچھ تمہاری آنکھوں کے سامنے ہورہا تھا۔ تم نے اس کو روکنے کے لئے کیا قدم اٹھایا؟ ___ جس طرح نماز روزہ ضروری ہے، جس طرح انسان کے لئے اپنی اصلاح ضروری ہے، اسی طرح اپنے اولاد کی اور اپنے گھر والوں کی اصلاح بھی ضروری ہے۔ قرآن کریم نے صاف صاف فرمادیا:

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا

(سورۃ التحریم: ۶)

اے ایمان والو! اپنے آپ کو بھی آگ سے بچاؤ اور اپنے گھر والوں کو بھی آگ سے بچاؤ۔

آج ماں باپ ایسی بیٹی پر فخر کرنے لگے ہیں

آج خواتین نے باریک اور چست لباس پہننا شروع کردیا۔ آج سے پہلے

کوئی خاتون ''حیا'' کے جذبے کے تحت ایسا لباس پہننے کا تصور بھی نہیں کرسکتی تھی۔ آج وہ لباس پہن کر خواتین فخر محسوس کرتی ہیں۔ ماں اس کو دیکھ رہی ہے، باپ اس بیٹی کو دیکھ رہا ہے کہ بیٹی ایسا لباس پہن رہی ہے ٹوکنا روکنا تو دور کی بات ہے، اس پر ماں باپ آج فخر کرتے نظر آتے ہیں کہ بیٹی ترقی کی راہ پر گامزن ہے اور اگر کوئی دوسرا شخص اس پر ٹوکے تو باپ کی طرف سے جواب دیا جاتا ہے کہ بھائی، آج کا زمانہ ہی ایسا ہے۔ زمانہ کے مطابق اولاد چل رہی ہے۔ ذرا ان کو بھی مزے اڑانے دو ــــ اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ یا تو تم نے جو طریقہ اختیار کیا تھا وہ غلط تھا، یا یہ غلط ہے۔ اگر وہ طریقہ غلط تھا جو تم نے اختیار کیا تھا تو ایک مرتبہ کھل کر زبان سے کہہ دو کہ بھائی، وہ طریقہ جو ہم نے اختیار کیا تھا، وہ غلط تھا اور وہ دین کی باتیں جو لوگ کہا کرتے تھے، وہ سب فضول باتیں تھیں۔ اب تو زمانہ کے ساتھ چلنا چاہیے ــــ اور تم بھی اپنا یہ لبادہ اتار کر اس صف میں شامل ہو جاؤ ــــ یا پھر اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ راستہ صحیح نہیں ہے تو جب تم اپنی آنکھوں سے اولاد کو جہنم کی طرف جاتے ہوئے دیکھ رہے ہو اور پھر بھی تمہیں ہوش نہیں آتا۔ اس سے زیادہ غفلت کی بات اور کیا ہوگی؟

کل کو یہ اولاد تمہاری عزت اتاریگی

ماں باپ کا یہ فرض ہے۔ گھر کے ہر بڑے کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنی اولاد کو اس پر ٹوکے، نرمی سے، محبت سے ذہن بنانے کی کوشش کرے۔ اور اگر نرمی اور محبت سے کام نہ بنے اور سختی کی ضرورت پیش آئے تو سختی بھی کرے۔ یاد رکھو، کل کو یہی اولاد تمہاری عزت اتار کر رکھ دے گی۔ جس اولاد کی رضامندی کی خاطر، جس اولاد کی

خوشنودی کی خاطر تم خدا کو ناراض کر رہے ہو، یہی اولاد کل کو تمہاری عزت اتارے گی اور تمہاری پگڑی اتارے گی اور اتار رہی ہے۔ اکبر مرحوم نے خوب کہا تھا:

ہم ایسی سب کتابیں قابل ضبطی سمجھتے ہیں
جن کو پڑھ کر بیٹے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں

کل یہ شکوہ مت کرنا کہ ہماری اولاد ہاتھ سے نکل گئی۔ اور یہ شکوہ مت کرنا کہ اولاد ہمارے حقوق ادا نہیں کر رہی ہے، تم نے اگر اولاد کا حق ادا نہ کیا اور اولاد کو جہنم میں جانے سے نہ روکا تو کل کو تم اس سے حقوق کا مطالبہ نہیں کر سکتے۔

ورنہ سر پکڑ کر روؤ گے

میں تو ایسے کام سے وابستہ ہوں کہ دنیا بھر کے واقعات میرے سامنے آتے ہیں۔ ایسے ایسے واقعات سامنے آئے کہ باپ سر پکڑ کر روئے اور مائیں سر پکڑ کر روئی ہیں کہ ہماری بیٹی اور ہمارے بیٹے کا کیا حشر بن گیا۔ لیکن اس وقت روئے جب رونے سے کوئی فائدہ نہیں اور پانی سر سے گزر چکا۔ تباہی آچکی، اس کے بعد رونے سے کچھ حاصل نہیں۔ اگر اس برے انجام سے بچنا ہے تو خدا کے لئے پہلے دن سے رکاوٹ ڈالو اور پہلے دن سے بچوں کے ذہن بنانے کی کوشش کرو۔ پہلے دن سے حالات کو درست کرنے کی کوشش کرو۔ اور یہ دیکھنے کی کوشش کرو کہ اولاد کس طرف جا رہی ہے، پردے کا اہتمام کراؤ۔ حیا اور شرم ان کے دلوں کے اندر پیدا کرو۔ پہلے دن سے ہی ان کے دلوں میں حیا اور شرم کا بیج ڈالو۔ اگر یہ نہیں کرو گے تو جو سیلاب امڈ رہا ہے پوری

قوم اس سیلاب کے اندر بہہ جائے گی۔

کھلے عام بدکاری کا ارتکاب

ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک وقت ایسا آنے والا ہے کہ لوگ آپس میں بدکاری کا ارتکاب کھلے عام کیا کریں گے۔ اور اس زمانے میں سب سے بہتر وہ شخص ہوگا جوان بدکاری کرنے والے مرد وعورت سے یہ کہے گا کہ تم یہ عمل کسی آڑ میں جا کر کرلو ___ اس عمل سے منع کرنے کی سکت اس کے اندر بھی نہیں ہوگی۔ یہ بات سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زمانے میں فرمائی تھی جب کسی کے ذہن میں اس کا تصور بھی نہیں آسکتا تھا کہ ایسا بھی ہوسکتا ہے لیکن آپ یورپ اور امریکہ میں جا کر دیکھ لو، یہی ہو رہا ہے۔ ایک اور حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخر زمانے میں ایک وقت ایسا آئے گا کہ انسان گدھے کی صف میں آئے گا۔ یعنی گدھوں اور گدھیوں کے درمیان جو تعلقات ہوتے ہیں وہ مردوں اور عورتوں کے درمیان ہوجائیں گے۔

"حیا" کو بچانے کی فکر کرو

اگر اس معاشرے کا یہ انجام نہیں دیکھنا چاہتے تو خدا کے لئے اپنے آپ کو سنبھالو، اور اپنی اولاد کو سنبھالو، اور اس بے حیائی کی لعنت سے بچنے کی فکر کرو۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم چودہ سو سال پہلے یہ فرما گئے کہ:

"اَلْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ"

اس پر عمل کرنے کی کوشش کرو ___ آج پورے ملک میں پورے شہر میں ہر جگہ یہ شور ہے کہ بدامنی ہے، بے چینی ہے، گھر میں سکون نہیں، باہر قدم نکالنا مشکل ہے، چوریاں ہورہی ہیں۔ ڈاکے پڑ رہے ہیں۔ قتل وغارت گری کا بازار گرم ہے ___ ارے یہ سب اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے جو ہم پر نازل ہورہا ہے۔ یہ سب کچھ ان اعمال کی بدولت ہورہا ہے۔ ہم نے ہی حیا کا جنازہ نکال دیا ہے۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی کی ___ یہ سب کچھ بھی کررہے ہیں اور جب پریشانی آتی ہے تو کہتے ہیں کہ کوئی وظیفہ بتادیجئے جس سے ہمارا قرض ادا ہوجائے۔ جس سے ہماری بیماری دور ہوجائے ___ ہماری دعائیں کیوں قبول نہیں ہورہی ہیں؟ ___ اس لئے کہ سر سے لے کر پاؤں تک ہم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں غرق ہیں۔ جب تک انسان اللہ کی نافرمانی نہ چھوڑے اس وقت تک یہ وظیفے کچھ کام نہیں آتے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے یہ فہم ہم کو عطا فرمادے اور "حیا" جو ہم میں سے رخصت ہورہی ہے اللہ تعالیٰ اس کو واپس لے آئے اور ہمارے دلوں میں ایمان کے تقاضوں پر عمل کرنے کا جذبہ پیدا فرمادے ___ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

❋❋❋

❋

حیا کی حفاظت کے طریقے

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ضبط و ترتیب

مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب

استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی

میمن اسلامک پبلشرز

خطاب : شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ضبط و ترتیب : مولانا محمد عبداللہ میمن

مقام : جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللھم صل علی محمد
وعلی آل محمد کما صلیت
علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم
انک حمید مجید
اللھم بارک علی محمد وعلی
آل محمد کما بارکت علی
ابراھیم وعلی آل ابراھیم
انک حمید مجید

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حیا کی حفاظت کے طریقے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا. مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا. اَمَّا بَعْدُ!

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ شُعْبَۃً اَفْضَلُھَا قَوْلُ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" وَاَدْنَاھَا اِمَاطَۃُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ وَالْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ"

(ریاض الصالحین، باب فی بیان کثرۃ طرق الخیر، حدیث نمبر ۱۲۵)

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان عدد شعب الایمان، حدیث نمبر ۳۵)

تمہید

بزرگانِ محترم و برادرانِ عزیز! گزشتہ چند جمعوں سے اس حدیث کا بیان چل رہا ہے، جو ابھی میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی، اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کے شعبوں کا تذکرہ فرمایا ہے کہ ایمان کا سب سے افضل شعبہ

''لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ'' ہے، یعنی توحید پر ایمان لانا، اور سب سے ادنیٰ شعبہ راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا ہے۔ دونوں کا تفصیلی بیان گزشتہ جمعوں میں ہو چکا، اللہ تعالیٰ ہمیں ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

خاص طور پر ''حیاء'' کا بیان کیوں؟

گزشتہ جمعہ کو عرض کیا تھا کہ اس حدیث میں حضور اقدس ﷺ نے ایمان کا افضل شعبہ بھی بتا دیا اور ادنیٰ شعبہ بھی بتا دیا۔ اس کے بعد ایک جملہ بالکل علیحدہ عجیب انداز سے بیان فرمایا کہ ''وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْإِيْمَانِ'' اس حدیث میں درحقیقت اس طرف اشارہ فرما دیا کہ ''حیا'' ایمان کا ایک حصہ ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ اگر کسی کے اندر حیا نہیں ہے تو اس کا ایمان ناقص ہے۔ اگر ''حیا'' اٹھ گئی تو گویا ایمان ادھورا ہو گیا ___ اسی وجہ سے ایک اور حدیث میں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

''إِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَافْعَلْ مَا شِئْتَ''

(صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب نمبر ۵۶، حدیث نمبر ۳۴۸۳)

جب تمہارے اندر ''حیا'' نہ رہے تو جو چاہو کرو۔ پھر تمہیں کوئی چیز روکنے والی نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ''حیا'' کو انسان کے دل میں ایک پہریدار بنا کر بٹھا دیا ہے۔ جو انسان کو غلط کام کرنے سے، گناہوں سے، فحاشی سے، عریانی سے، بے حیائی سے، بے شرمی سے روکتا ہے۔

انسانی فطرت میں ''حیا'' موجود ہے

کوئی بھی انسان ایسا نہیں ہے جس کی فطرت میں اللہ تعالیٰ نے ''حیا'' نہ رکھی ہو۔ لیکن لوگ برے ماحول کی وجہ سے، بری صحبت کی وجہ سے، بری تربیت کی وجہ سے یہ فطرت مسخ ہوجاتی ہے ___ ایک بچہ جب پیدا ہوتا ہے، اس کے بچپن کے زمانے میں بھی اس کے اندر حیا کا مادہ ہوتا ہے، شرم کا مادہ ہوتا ہے، ایک بچہ جو ابھی ناسمجھ ہے، اسکے اندر عقل نہیں، لیکن جو باتیں فطرتاً بری ہیں، وہ بچہ ان باتوں سے شرم کرے گا اور اس کے اندر ان باتوں سے شرم کا احساس موجود ہوگا۔ مثلاً چھوٹے بچے سے پیشاب پخانے کی بات کرو، یا گندگی کی بات کرو، انسانی عورت غلیظہ کی بات کرو تو اس کے اندر شرم کا احساس خود بخود پیدا ہوگا۔ یہ احساس اللہ تعالیٰ نے اسکے قلب میں اور سرشت میں داخل فرما دیا ہے۔ یہ فطرت کا تقاضہ ہے۔

ماں باپ بچے کو یہودی اور نصرانی بنا دیتے ہیں

لیکن جوں جوں ماحول بگڑتا ہے، صحبت بگڑتی ہے، تربیت خراب ہوتی ہے، اسی رفتار سے ''حیا'' بھی کم ہوتی چلی جاتی ہے۔ ایک حدیث شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ، اَوْ يُنَصِّرَانِهٖ، اَوْ يُمَجِّسَانِهٖ۔

(صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ماقیل فی اولاد المشرکین، حدیث نمبر ۱۳۸۵)

ہر بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو وہ اپنی فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ یعنی فطرتِ انسانی جس پر اللہ تعالیٰ نے اس کو تخلیق کیا، اس پر وہ پیدا ہوتا ہے اور اس کے نتیجے میں اس کے اندر فطری صفات موجود ہوتی ہیں ـــــ مثلاً آپ دیکھتے ہیں کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ بچہ بالکل صبح سویرے بیدار ہوجاتا ہے اور رات کو جلدی سوجاتا ہے، پھر رفتہ رفتہ ماحول کے اثر سے وہ پھر تاخیر سے بیدار ہوتا ہے، اور تاخیر سے سوتا ہے۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو فطرت پر پیدا کیا ہے اور ابتداء میں اس بچے کی صفات، اس کی سوچ، اس کے خیالات سب فطرت کے مطابق ہوتے ہیں ـــــ تو ہر بچہ اپنی فطرت پر پیدا ہوتا ہے، بعد میں اس کے ماں باپ اس کو یہودی بنادیتے ہیں، یا نصرانی بنادیتے ہیں، یا مجوسی بنادیتے ہیں۔ ماں باپ کے اثر سے اور گھریلو ماحول کے اثر سے اس کے حالات بدلتے چلے جاتے ہیں۔ اور بعض اوقات وہ ایمان سے بھی خارج ہوجاتا ہے۔ بہر حال، اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت کے اندر ایک "حیا" کا مادہ رکھا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام نے پتوں سے بدن ڈھانپنا شروع کردیا

جس وقت شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کو بہکایا اور وہ درخت جس کے کھانے کی ممانعت کی گئی تھی، اس کے بارے میں شیطان نے کہا کہ یہ کھالو۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی اور اسکی باتوں میں آکر اس درخت سے کھالیا۔ تو قرآن کریم کے اندر یہ آیا ہے کہ اس درخت کے کھانے کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ جنت کا جو لباس

حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا کو پہنایا گیا تھا۔ وہ لباس اترنا شروع ہو گیا۔ جب وہ لباس اترا، اور برہنگی کا سامنا پیش آیا اور اس وقت تک احکام بھی پورے نازل نہیں ہوئے تھے۔ احکام کی تفصیلات بھی نہیں آئی تھیں، لیکن جب ان دونوں نے یہ دیکھا کہ لباس اتر رہا ہے اور برہنگی ہو رہی ہے تو فکر دامن گیر ہوئی کہ کسی طرح اپنے آپ کو اپنے ستر کو چھپائیں۔ قرآن کریم میں فرمایا:

فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۖ (سورۃ الأعراف: ۲۲)

یعنی ان دونوں نے اس درخت کو چکھا تو ان کا ستر ظاہر ہو گیا تو دونوں نے جنت کے درختوں کے پتوں سے اپنا جسم چھپانا شروع کر دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ بات انسان کی سرشت میں اول تخلیق سے رکھ دی گئی ہے کہ وہ اپنے جسم کے پوشیدہ حصوں کو چھپائے اور یہ "حیا" اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں اور اسکی جبلت میں داخل کر دی ہے۔ جب جبلت اور فطرت ہی خراب ہو جائے تو اس وقت اس کی "حیا" کا جنازہ نکل جائے گا اور اس کو احساس بھی نہیں ہوگا کہ کیا ہو گیا۔

حیا کے تحفظ کے بے شمار دروازے

چنانچہ آج کے دور میں "برہنگی" باقاعدہ ہنر بن گئی۔ اس وجہ سے کہ فطرت مسخ ہو گئی اور اب وہ انسان انسان نہ رہا۔ بلکہ جانور بن کر کتے اور بلی کی صف میں آ گیا۔ گدھے اور گھوڑے کی صف میں آ گیا اور اپنا لباس اتارنا شروع کر دیا ــــ اللہ تعالیٰ تو مالک الملک ہیں، عالم الغیب ہیں، تمام آنے والے حالات کا علم رکھتے ہیں۔ اس لئے

اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ اگر انسان اس فطرت سلیمہ کو چھوڑ کر آگے بڑھے گا تو یہ کسی حد پر قائم نہیں رہ سکتا۔ اس لئے اسلام نے اس ''حیا'' کے تحفظ کے لئے بے شمار دروازے اور بے شمار بند باندھے ہیں اور دور سے احکام دینے شروع کئے ہیں، تاکہ انسان بے حیائی کے عمل کی طرف آگے نہ بڑھے۔ اس کی ''حیا'' اور ''شرم'' کا تحفظ ہو سکے۔

اپنی نگاہیں نیچی رکھو

ان تمام احکام میں سب سے پہلا حکم ''آنکھ'' سے شروع ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ط
وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ

(سورۃ النور: ۳۱_۳۰)

آپ مؤمنین سے کہہ دیں کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور مومنات سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں___ انسان کی ''حیا'' کے تحفظ کے لئے جو بند باندھے جا رہے ہیں۔ اس میں سب سے پہلا بند آنکھ پر باندھا۔ کیوں؟ اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

''اَلنَّظْرُ سَهْمٌ مِّنْ سِهَامِ اِبْلِيْسَ''

(کنز العمال، کتاب الحدود فی انواع الحدود، حدیث نمبر ۱۳۰۷۱)

کہ یہ نظر ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔ اور جب یہ تیر لگ جاتا ہے تو

اس کے بعد انسان غلط راستے پر پڑ جاتا ہے۔

ایک نظر انسان کو بہت دور تک لے جاتی ہے

ہمارے حضرت مجذوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے کہ:

پڑ گئی تھی ان پہ بھولے سے نظر
بات اتنی تھی قیامت ہوگئی

بعض اوقات ایک نظر انسان کو بہت دور تک لے جاتی ہے۔ اس لئے یہ حکم دے دیا کہ اگر تمہیں "حیا" کا تحفظ کرنا ہے اور اس حیا کو بچانا ہے تو سب سے پہلے آنکھ کو بچانا ہے کہ یہ آنکھ غلط جگہ پر نہ پڑنے پائے۔

میں چاروں طرف سے حملہ کروں گا

حضرت حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جس وقت شیطان کو راندہ درگاہ کیا گیا اور اس کو جنت سے نکال دیا گیا تو اس نے بڑی شیخیاں بگھاریں اور اللہ تعالیٰ سے کہا کہ اے اللہ، آپ نے مجھے جنت سے نکالا تو ہے اور اس آدم کو مجھ پر فوقیت فرمائی ہے تو میں بھی اس آدم کی اولاد سے بدلہ لوں گا۔ کس طرح بدلہ لوں گا؟ اس کے بارے میں قرآن کریم میں اس کا مقولہ نقل کیا ہے کہ:

لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ (سورۃ الاعراف: ۱۷)

میں آدم کی اولاد کے پاس سامنے سے آؤں گا، پیچھے سے آؤں گا، اور اسکے دائیں سے آؤں گا اور اسکے بائیں سے آؤں گا۔ یعنی چاروں طرف سے ان پر حملے

کروں گا ___ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ابلیس نے چار سمت کا تو ذکر کر دیا۔ دائیں کا، بائیں کا، سامنے کا بھی، پیچھے کا بھی۔ لیکن دو سمتیں بیان کرنا بھول گیا، ایک اوپر کی سمت اور ایک نیچے کی سمت ___ اس سے معلوم ہوا کہ شیطان کے حملے سے بچنے کا راستہ یہ ہے کہ یا تو اوپر سے تعلق قائم کرلو، یا نیچے سے تعلق قائم کرلو۔ اب اگر بازار میں چل رہے ہو اور اوپر کی طرف دیکھ کر چلو گے تو ٹھوکر کھا کر گرو گے۔ لہٰذا ایک ہی راستہ ہے کہ اپنی آنکھوں کو نیچے کرلو۔ جب آنکھیں نیچے کر کے چلو گے تو شیطان کے حملے سے بچ جاؤ گے۔ اس لئے شرعاً یہ حکم دیا گیا کہ اپنی آنکھوں کو نیچے کر کے چلا کرو۔

حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب اور نگاہ کی حفاظت

اور یہ بات مسلم معاشرے کی ایک عام خصوصیت تھی کہ جو مسلمان ہے اس کی نگاہ نیچی رہے۔ وہ چاروں طرف نگاہ دوڑاتے ہوئے نہیں چلتا، بلکہ اپنی نگاہ کو نیچے رکھتے ہوئے چلتا ہے ___ ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ الحمدللہ، نگاہ کو قابو کرنے کے لئے مدتوں یہ مجاہدہ اور یہ مشق کی ہے کہ کسی مرد سے بھی مدتوں آنکھ ملا کر بات نہیں کی۔ عورت تو درکنار، جن لوگوں نے حضرت سے ملاقات کی ہے، انہوں نے دیکھا ہوگا کہ جب حضرت بات کرتے تھے تو عموماً آپ کی نگاہ نیچی رہتی تھی تاکہ یہ نگاہ غلط جگہ پر نہ پڑے۔ چونکہ حضرت والا کا "طب" اور علاج معالجہ کا مشغلہ تھا۔ اس میں مردوں سے بھی واسطہ پیش آتا تھا، عورتوں سے بھی واسطہ پیش آتا تھا اور ہر طرح کے لوگ آپ کے پاس آیا کرتے تھے لیکن کسی سے نظر اٹھا کر بات

نہیں کرتے تھے بلکہ بات کرتے ہوئے نگاہ نیچی رہتی تھی۔

اپنی نگاہ اور دل کی حفاظت کرلو

حضرت فرماتے تھے میں نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو خط میں لکھا تھا کہ حضرت: اس طب کے پیشے میں تو بڑا فتنہ ہے۔ مردوں اور عورتوں دونوں سے واسطہ پیش آتا ہے، کس طرح اپنے آپ کو بدنگاہی سے بچایا جائے۔ جواب میں حضرت نے صرف یہ لکھا کہ:

"اپنی نگاہ اور دل کی حفاظت کرلو، میں بھی دعا کرتا ہوں۔"

حضرت فرمایا کرتے تھے کہ وہ دن ہے اور آج کا دن ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دل پتھر ہوگیا ہے۔ اب مجھے یہ معلوم ہی نہیں ہوتا کہ میرے سامنے کون ہے؟ مرد ہے یا عورت ـــــ بہرحال، نگاہ کو نیچے رکھنے کیلئے مشق کی ضرورت ہے پھر اس کے نتیجے میں شیطان کے تیروں سے حفاظت ہوسکتی ہے۔ اس کے سوا اور کوئی راستہ نہیں۔

کفار کی چال

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ شام کے گورنر تھے۔ انہوں نے شام کے اندر رومیوں کے ایک قلعے کا محاصرہ کیا ہوا تھا، محاصرہ لمبا ہوگیا اور وہ قلعہ کسی طرح فتح نہیں ہو رہا تھا اور اندر کے لوگ بھی پریشان تھے کہ اتنا لمبا محاصرہ ہوگیا۔ باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ اندر کے لوگوں نے بالآخر یہ چال

چلی کہ مسلمانوں کو فتنہ میں مبتلا کردو۔ اور ان سے یہ کہو کہ ہم تمہارے لئے قلعہ کا دروازہ کھول دیتے ہیں اور تم قلعہ کے اندر داخل ہو جاؤ اور چال یہ چلی کہ مسلمانون کے پورے لشکر کو ایک سجے ہوئے بازار سے گزاریں۔ اور بازار کے دونوں طرف نوجوان لڑکیوں کو زیبائش اور آرائش کے ساتھ بٹھا دیا۔ اور ان لڑکیوں سے یہ کہہ دیا کہ اگر یہ مسلمان تم سے آکر کوئی تعرض کریں تو تم مزاحمت مت کرنا۔ رکاوٹ مت ڈالنا وہ جو چاہیں کریں۔

کافروں کا مقصد

اس چال کے ذریعہ ان کا مقصد یہ تھا کہ یہ مسلمان کافی عرصہ سے اپنے گھروں سے نکلے ہوئے ہیں اور اپنے گھر والوں سے چھوٹے ہوئے ہیں اور جب فاتحانہ شان سے شہر میں داخل ہونگے اور دونوں طرف بنی سنوری نوجوان لڑکیاں نظر آئیں گی تو یہ مسلمان ان لڑکیوں کے ساتھ فتنے میں مبتلا ہو جائیں گے اور اس وقت جب یہ غفلت کی حالت میں ہونگے اس وقت ہم ان پر حملہ کر کے ان کو ختم کر دیں گے ـــــــ یہ پوری اسکیم بنا کر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ ہم ہتھیار ڈال رہے ہیں اور قلعہ کا دروازہ آپ کے لئے کھول رہے ہیں۔ آپ لشکر کو لے کر اندر داخل ہو جائیں۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی فراست

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو تو کچھ پتہ نہیں تھا کہ کیا سازش ہو رہی ہے لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا تھا کہ:

اِتَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُورِ اللهِ

(ترمذی، کتاب تفسیر القرآن باب ومن سورۃ الحجر، حدیث نمبر: ۳۱۲۷)

کہ مؤمن کی فراست سے بچو، کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ بہر حال، حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو پتہ تو کچھ نہیں تھا لیکن ان کی فراست نے یہ اندازہ کیا کہ یہ جو اچانک اور اتنی آسانی کے ساتھ دروازہ کھولنے کی پیش کش کر دی ہے جبکہ یہ محاصرہ اتنا طویل ہو رہا تھا۔ تو ضرور ان کی کوئی سازش معلوم ہوتی ہے ___ چنانچہ جب لشکر قلعہ میں داخل ہونے کے لئے روانہ ہونے لگا تو حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے پورے لشکر کو جمع کر کے فرمایا کہ تم اس قلعہ کے اندر داخل تو ہو رہے ہو۔ بس قرآن کریم کی آیت سنتے جاؤ اور اس آیت پر عمل کرتے ہوئے داخل ہو جاؤ۔ اور یہ آیت تلاوت کی:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ

(سورۃ النور: ۳۰)

کہ مومنوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور مومنات سے کہہ دو کہ وہ نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں ___ سننے والے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے، اور وہ تو اس آیت پر پہلے ہی عمل کرنے والے تھے۔ اور اس وقت خاص طور پر تنبیہ ہو گئی۔ اور اسکے بعد وہ لشکر روانہ ہو گیا ___ تاریخ لکھنے والوں نے لکھا ہے کہ وہ لشکر اس طرح قلعے کے اندر داخل ہوا کہ کسی ایک نے بھی نظر اٹھا کر نہیں دیکھا کہ دائیں کون بیٹھا ہے اور بائیں کون

بیٹھا ہے اور پورا لشکر اس بازار سے گزر گیا۔ اور کسی کو احساس بھی نہ ہوا کہ دائیں اور بائیں فتنے کے کیا سامان اکٹھا کیا ہوا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اس طرح ان حضرات کو اس فتنے سے بچالیا۔

آنکھ بڑی نعمت ہے

پہلے بھی کئی بار عرض کر چکا ہوں کہ یہ آنکھ اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہے اور کب سے یہ نعمت ملی ہوئی ہے اور اس کے ذریعہ انسان کتنے کام انجام دے رہا ہے اور مفت میں یہ نعمت حاصل ہو گئی۔ اس کے لئے کوئی پائی پیسہ خرچ نہیں کرنا پڑا۔ اور اس کے حاصل کرنے کے لئے محنت اور مشقت نہیں کی۔ گھر بیٹھے یہ نعمت حاصل ہو گئی۔ اور ساری عمر انسان اس سے فائدہ اٹھاتا ہے، چونکہ بغیر محنت اور بغیر مشقت کے مل گئی ہے۔ بغیر پیسہ خرچ کئے مل گئی، اس لئے اسکی قدر نہیں۔ اس شخص سے پوچھو جو اس نعمت سے محروم ہے، ساری دنیا کی دولت خرچ کر کے بھی اگر وہ بینائی واپس لوٹ سکے تو وہ اس کے لئے تیار ہو جاتا ہے، آج خدا نہ کرے ہم میں سے کسی کی بینائی پر ذرا آنچ آنے لگے تو اس وقت اس بینائی کو بچانے کے لئے کتنے پیسے اور کتنی دوڑ دھوپ کرنے کے لئے انسان تیار ہو جاتا ہے۔ اتنی بڑی نعمت اللہ تعالیٰ نے عطا فرما رکھی ہے ___ اور اس کے استعمال پر کوئی پابندی نہیں لگائی۔ صرف اتنا فرما دیا کہ یہ سرکاری مشین ہے۔ اس کو صحیح جگہ پر استعمال کرو۔ غلط جگہ پر نگاہ نہ پڑے، کسی نامحرم پر نگاہ نہ پڑے۔ بس اتنا دھیان کر لو۔

پھر حلاوت ایمانی عطا فرماتے ہیں

ساتھ میں یہ بھی فرمادیا کہ اگر نگاہ کو غلط جگہ پر استعمال کرنے کا نفسانی تقاضہ ہورہا ہو اور انسان اللہ سے ڈر کر، اللہ تعالیٰ سے خوف کھا کر اپنی اس نگاہ کو غلط جگہ سے پھیر لے تو اللہ تعالیٰ اس نگاہ کو پھیرنے کی برکت سے اس کو ایسی حلاوت ایمانی عطا فرماتے ہیں کہ اس کے مقابلے میں بدنگاہی کی لذت ہیچ در ہیچ ہے ___ بہرحال، اللہ تعالیٰ نے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس "حیا" کی حفاظت کے لئے کتنی، دو رہے پہرے بٹھانے شروع کئے کہ آنکھ نیچی ہونی چاہیے لیکن یہ چیز صرف تمناؤں سے اور آرزوؤں سے حاصل نہیں ہوتی، بلکہ مشق کرنے سے حاصل ہوتی ہے ___ لوگ کہتے ہیں کہ کس طرح مشق کریں؟ کیسے اپنی نگاہ کو بچائیں؟ چاروں طرف فتنوں کا جہنم دہکا ہوا ہے، آنکھ کو بچانا مشکل ہے، کس طرح بچائیں؟

آنکھ کی حفاظت کے لئے ہمت سے کام لو

بھائی، آنکھ کو بچانے کا راستہ سوائے ہمت کے استعمال کے اور کوئی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہمت میں وہ قوت دی ہے کہ وہ اس ہمت کی بدولت بڑے بڑے طوفانوں کو سر کر لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہمت میں اور اس کے عزم میں بڑی برکت رکھی ہے ___ یہ جو خیال آتا ہے کہ ہم نگاہ کو بچا نہیں پاتے، یہ اس لئے کہ ہم نے نفس و شیطان کے آگے ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔ ایک مرتبہ عزم کرلو، ہمت کرلو کہ یہ "نگاہ" غلط جگہ پر نہیں پڑے گی۔ پھر دیکھو گے اس عزم اور ہمت کے استعمال کے بعد اللہ تعالیٰ تمہاری "نگاہ" کی حفاظت فرمائیں گے۔ اس کے لئے کوئی

وظیفہ نہیں کہ وہ بتادیا جائے کہ یہ وظیفہ پڑھ لو، اس سے ''نگاہ'' کی حفاظت ہو جائے گی اور نہ اس لئے کوئی تعویز ہے جو گھول کر پلا دیا جائے اور اس سے ''نگاہ'' کی حفاظت ہو جائے ____ بس اس کا تو ایک ہی راستہ ہے، وہ یہ کہ عزم کر لینا اور اس کے بعد ہمت کو استعمال کرنا، شروع شروع میں بڑی مشقت معلوم ہوگی۔ بڑی محنت معلوم ہوگی، نفس تمہیں بہت ملامت کرے گا، تمہیں دھوکے دے گا لیکن جب ایک مرتبہ آپ نے اس نگاہ کو روک لیا، دو مرتبہ روک لی، تین مرتبہ روک لیا تو اس کے بعد رفتہ رفتہ عادت پڑتی چلی جائے گی۔

خلاصہ

بہرحال ''حیا انسانی'' کے تحفظ کے لئے نگاہ کو نیچا رکھنا، یہ پہلا ''بند'' ہے جو شریعت نے باندھا ہے ____ دوسرا ''بند'' شریعت نے ''خواتین'' کے پردے کے حکم کے ذریعہ باندھا کہ عورت کو پردہ کرنے کا حکم دیا۔ زندگی رہی تو انشاء اللہ آئندہ جمعہ میں عرض کروں گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ____ آمین۔

(پردہ پر تفصیلی بیان ''آزادی نسواں کا فریب'' کے عنوان سے ''اصلاحی خطبات جلد اوّل'' میں شائع ہو چکا ہے۔ وہاں دیکھ لیا جائے)

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

کسی نیکی کو حقیر مت سمجھو

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

✿

ضبط و ترتیب

مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب

استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی

میمن اسلامک پبلشرز

خطاب : شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ضبط و ترتیب : مولانا محمد عبداللہ میمن

مقام : جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ
عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی
اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی
اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کسی نیکی کو حقیر مت سمجھو

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا۔ اَمَّا بَعْدُ!

عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَيْئًا وَلَوْ اَنْ تَلْقٰى اَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ.

(صحیح مسلم، کتاب البر و الصلۃ، باب استحباب طلاقۃ الوجہ عند اللقاء: حدیث نمبر ۲۶۲۶)

(ریاض الصالحین: باب بیان کثرۃ طرق الخیر حدیث نمبر ۱۲۱)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں۔ ہر صحابی کی الگ شان ہے۔

ہر گلے را رنگ بوئے دیگر است

یہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ درویش قسم کے صحابی تھے۔ وہ روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی بھی نیکی کو حقیر مت سمجھو۔ چاہے وہ نیکی یہ ہو کہ تم اپنے کسی بھائی سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات کرو۔

خندہ پیشانی سے ملنا نیکی ہے

اس حدیث شریف میں دو باتیں ہمارے توجہ کی ہیں۔ ایک جزوی اور ایک کلی ___ جزوی بات تو یہ ہے کہ اپنے کسی بھائی سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات کرنا بھی نیکی ہے۔ اور یہ نیکی ایسی ہے کہ اس کو حقیر نہ سمجھنا چاہئے۔ معلوم ہوا کہ کسی مسلمان بھائی سے مسکراتے ہوئے چہرے کے ساتھ خندہ پیشانی سے اس خیال سے ملاقات کرنا کہ اس کا دل خوش ہو۔ اور اس کا خیر مقدم کیا جائے۔ یہ عمل بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں ایک نیکی شمار ہوتی ہے اور اس پر بھی اجر ملتا ہے ___ یہ وہ باب چل رہا ہے جن میں اس بات کا بیان ہے کہ نیکی کسی ایک کام میں منحصر نہیں۔ اگر انسان چاہے تو صبح سے لے کر شام تک کی زندگی میں اپنے ہر ہر کام کو نیکی بنا سکتا ہے۔ اور اس کے ذریعہ اپنے نامہ اعمال میں نیکیوں کا اضافہ کر سکتا ہے ___ صرف نماز، روزہ اور ذکر و تسبیح ہی نہیں ہے۔ بلکہ زندگی کے ہر قدم پر، زندگی کے ہر کام میں نیکی موجود ہے۔ جیسا کہ اس حدیث میں بیان فرمایا کہ کسی مسلمان سے صرف خندہ پیشانی سے ملنا بھی نیکی ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے پر تبسم

لوگوں نے دین کو اور خاص طور پر تصوف کو ایک چیستان بنا دیا ہے، اپنے ذہنوں میں لوگوں نے یہ بٹھا لیا کہ جو آدمی نیک اور دین دار ہوگا یا جو تصوف اور طریقت کے راستے پر چلنے والا ہوگا۔ وہ کبھی کسی سے مسکرا کر بات نہیں کرے گا۔ ہر وقت منہ بنا کر بیٹھ جائے گا۔ کبھی کسی سے ڈھنگ سے بات نہیں کرے گا۔ چنانچہ جو لوگ مصنوعی قسم کے درویش بنتے ہیں وہ کبھی دوسروں سے خندہ پیشانی سے بات نہیں کرتے ــــ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ایک صحابی بیان فرماتے ہیں کہ جب بھی میری نگاہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ اقدس پڑتی اور نگاہیں ملتیں تو ہمیشہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ اقدس پر تبسم آجاتا۔ اور آپ کھلے ہوئے چہرے کے ساتھ ملاقات کرتے ــــ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں داخل ہوتے تو کھلے ہوئے چہرے کے ساتھ داخل ہوتے۔

(صحیح بخاری، کتاب الادب، باب التبسم والضحک: حدیث نمبر ۶۰۸۹)

اللہ تعالیٰ دونوں کو رحمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں

ایک حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنے گھر میں داخل ہوا اور اپنی بیوی کو محبت کی نگاہ سے دیکھا اور بیوی نے شوہر کو محبت کی نگاہ سے دیکھا تو اللہ تعالیٰ دونوں کو رحمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ــــ ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جب بھی گھر میں جاؤ تو کھلا ہوا چہرہ لیکر گھر والوں کے پاس جاؤ، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ تمہارا ایسا رشتہ قائم

فرمادیا ہے کہ اس خاتون کے لئے ساری دنیا کا تبسم حرام ہے۔ اور صرف تمہارا چہرہ ہی اس کو حلال تبسم دے سکے گا۔ اس لئے یہ تمہارے فرائض میں داخل ہے اور یہ دین کا حصہ ہے کہ آدمی اس پر عمل کرے ___ لہٰذا خندہ پیشانی سے ملنا چاہئے وہ ملنا بیوی سے ہو، رشتہ داروں سے، دوست احباب سے، یا عام لوگوں سے ہو۔ یہ بھی نیکی کا حصہ ہے ___ یہ کوئی اچھی بات نہیں کہ آدمی کے ماتھے پر ہر وقت بل پڑے ہوئے ہوں۔ اور اس کو جب کوئی انسان دیکھے تو وہ محسوس کرے کہ یہ لیا دیا انسان ہے یہ درست نہیں، بلکہ بے تکلف زندگی گزارو، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے کہ جب بھی کسی سے مل رہے ہیں تو خندہ پیشانی سے مل رہے ہیں اور چونکہ خندہ پیشانی سے ملنا نیکی ہے لہٰذا اس نیکی کو حقیر مت سمجھو اور اگر یہ چھوٹی سی نیکی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہو جائے تو اس کے عوض خدا جانے تمہیں کیا کچھ مل جائے ___ بہرحال یہ تو جزوی بات تھی۔

کسی نیک کام کو حقیر سمجھ کر مت چھوڑو

اس حدیث شریف سے جو اصولی بات نکل رہی ہے وہ یہ کہ کسی بھی نیک کام کو، خواہ دیکھنے میں وہ نیک کام کتنا ہی معمولی معلوم ہو رہا ہو، اس کو حقیر سمجھ کے چھوڑو نہیں ___ یہ ایک عظیم الشان اصول بیان فرمادیا۔ اس کے ذریعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان کے بہکانے کی جڑ کاٹ دی ___ ہم جیسے آدمی جو صبح سے لے کر شام تک نہ جانے کن خرافات کے اندر مبتلا رہتے ہیں۔ غلطیاں ہو جاتی ہیں، کوتاہیاں ہو جاتی ہیں، گناہ سرزد ہو جاتے ہیں۔ اگر کبھی کوئی چھوٹی سی نیکی کرنے کا موقع آتا ہے تو اس وقت شیطان دل میں یہ خیال ڈالتا ہے کہ تیرا نامۂ اعمال تو پہلے ہی گناہوں کی وجہ سے

سیاہ ہو چکا ہے۔ تو نے کون سی نیکی کر رکھی ہے۔ اب اگر تو یہ چھوٹی سی نیکی کرلے گا تو کون سا تیرے نامۂ اعمال میں اتنا بڑا اضافہ ہو جائے گا کہ اس سے تیری نجات بھی ہو جائے۔ اور تو جنت میں چلا جائے۔ لہٰذا جہاں تو نے اور بہت سے نیک کام چھوڑ رکھے ہیں۔ اس کو بھی چھوڑ دے۔ شیطان اس طرح انسان کو بہکاتا ہے۔

عمل وہ ہے جو ان کو پسند آجائے

سرکار دو عالم ﷺ اس حدیث کے ذریعہ اسی کی جڑ کاٹ رہے ہیں کہ کسی بھی نیکی کو حقیر سمجھ کر نہ چھوڑو۔ اس لئے کہ کچھ پتہ نہیں کہ اس وقت تمہارے دل میں نیکی کرنے کا جو داعیہ پیدا ہوا ہے، اگر تم نے اس داعیہ پر عمل کر لیا تو کیا پتہ کہ اللہ تعالیٰ تمہاری اسی نیکی کو قبول فرمالیں۔ اور تمہارا بیڑہ پار فرمادیں ___ یاد رکھو انسان اعمال تو بہت سارے کرتا ہے، لیکن عمل وہ ہے جو اس کی بارگاہ میں قبول ہو جائے ___ عمل وہ ہے جو اس کو پسند آجائے۔ ہم جو اعمال انجام دیتے ہیں اور جس کی اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرماتے ہیں، جیسے ہم نماز پڑھتے ہیں، روزہ رکھ لیتے ہیں، ذکر کر لیتے ہیں، لیکن ان اعمال کو انجام دینے کے وقت ہمارے دلوں میں کیا کیا وساوس اور خطرات ہمارے دلوں میں پیدا ہوتے رہتے ہیں ___ اگر کسی وقت ہم نے کوئی عمل کر لیا اور وہ عمل بظاہر دیکھنے میں چھوٹا ہے، لیکن اگر وہ عمل اللہ تعالیٰ کو پسند آجائے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے ذریعہ حاصل ہو جائے اور اس عمل کے وقت اخلاص نصیب ہو جائے تو یہی عمل جس کو تم چھوٹا سمجھ کر چھوڑنا چاہتے تھے اسی عمل سے تمہارا بیڑا پار ہو جائے۔

کتے کو پانی پلانے پر مغفرت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِيْ بِطَرِيْقٍ اِشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ، فَوَجَدَ بِئْرًا، فَنَزَلَ فِيهَا، فَشَرِبَ، ثُمَّ خَرَجَ، فَإِذَا كَلْبٌ يَلْهَثُ يَأْكُلُ الثَّرٰى مِنَ الْعَطَشِ، فَقَالَ الرَّجُلُ: لَقَدْ بَلَغَ هٰذَا الْكَلْبَ مِنَ الْعَطَشِ مِثْلُ الَّذِيْ كَانَ قَدْ بَلَغَ مِنِّيْ، فَنَزَلَ الْبِئْرَ فَمَلَأَ خُفَّهُ مَاءً، ثُمَّ أَمْسَكَهُ بِفِيْهِ، حَتّٰى رَقِيَ فَسَقَى الْكَلْبَ، فَشَكَرَ اللهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ.

(بخاری، کتاب المظالم، باب الآبار علی الطریق اذا لم یتأذبھا: حدیث نمبر ۲۳۶۶)

اس حدیث شریف میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ بنی اسرائیل کا ایک شخص تھا اور جو سفر کر رہا تھا۔ اس زمانے میں پیدل سفر ہوا کرتے تھے۔ سفر کے دوران اس کو پیاس لگی اور پانی اس کے پاس ختم ہو چکا تھا۔ پانی تلاش کیا تو اس کو قریب میں ایک کنواں نظر آیا۔ اس کے پاس آیا۔ کنواں پر ڈول وغیرہ نہیں تھا۔ چنانچہ وہ پانی پینے کے لئے پیاس سے مجبور ہو کر کنوئیں کے اندر اتر گیا۔ اور پانی پی لیا۔ جب کنوئیں سے باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک کتا زبان نکال کر ہانپ رہا ہے۔ اور پیاس کی شدت کی وجہ سے گیلی مٹی چاٹ رہا ہے۔ اس شخص کے دل میں خیال آیا کہ اس کتے کو اسی شدت سے پیاس لگ رہی ہے جس شدت سے مجھے

پیاس لگ رہی تھی۔ اب میں نے کنوئیں میں اتر کر پانی پی لیا۔ یہ بھی اللہ کی مخلوق ہے اور پیاس کی شدت میں مبتلا ہے۔ میں اس کو پانی پلا دوں تو جس طرح میری پیاس دور ہو گئی اسی طرح اس کی بھی پیاس دور ہو جائے ___ اب پیاس کس طرح دور کرے؟ اس لئے کہ وہاں تو نہ ڈول تھا نہ رسی تھی۔ جس کے ذریعہ پانی نکال کر کتے کو پلاؤں ___ اس شخص نے سوچا کہ کیا کروں؟ پھر خیال آیا کہ میرے پاؤں میں چمڑے کا موزہ ہے، کیوں نہ اس میں پانی بھر کر اس کو پلا دوں۔ چنانچہ وہ دوبارہ کنوئیں میں اترا اور اپنے موزے میں پانی بھرا ___ اب مسئلہ یہ تھا کہ پانی بھرے ہوئے موزے کو لے کر دوبارہ اوپر کیسے چڑھوں۔ چنانچہ اس نے اس موزے کو منہ میں دانتوں سے پکڑ لیا اور اوپر آیا۔ اور اس کتے کو پانی پلایا ___ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اس شخص کا یہ عمل اتنا پسند آیا کہ اسی عمل پر اس کی مغفرت فرما دی ___ وہ تو کریم کی بارگاہ ہے۔ اس کے یہاں عمل کی اصل اخلاص ہے۔ جس اخلاص کے ساتھ جس نیک نیتی سے کوئی عمل کیا جائے ___ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے کیا جائے تو وہ عمل موقع قبول میں پہنچ جاتا ہے۔ اور اس پر اللہ تعالیٰ مغفرت فرما دیتے ہیں ___

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ یہ پانی پلانے والی ایک فاحشہ عورت تھی اور اس عمل پر اللہ تعالیٰ نے اس کی بخشش فرما دی۔

حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

حضرت حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مواعظ میں ایک قصہ لکھا ہے کہ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے

والد تھے۔ان کے ساتھ ایک قصہ پیش آیا کہ ایک مرتبہ وہ کہیں سفر میں جا رہے تھے۔ راستے میں بارش ہوگئی، جاتے جاتے ایک پگ ڈنڈی پر سے گزر ہوا۔ اس پگ ڈنڈی پر ایک ہی آدمی گزر سکتا تھا۔ اس کے دائیں اور بائیں دونوں طرف گندا پانی تھا۔ دیکھا تو سامنے سے کتا آ گیا۔ اور وہ کتا سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ جگہ اتنی تنگ تھی کہ یا تو یہ اوپر سے گزرتے یا کتا اوپر سے گزرتا۔ دونوں کے اوپر سے گزرنے کی کوئی صورت نہیں تھی یا تو یہ نیچے اتریں اور کتا اوپر سے گزر جائے۔ یا کتا نیچے اترے اور یہ اوپر سے گزر جائیں۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کتے سے مکالمہ

خود حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس وقت میرا کتے سے مکالمہ ہوا ___ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کس طرح مکالمہ ہوا ___ بظاہر اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اپنے دل میں گویا کتے سے باتیں کرنی شروع کیں ___ میں نے کتے سے کہا ___ دیکھو میں اس پگڈنڈی پر جا رہا ہوں اور تم سامنے سے آ رہے ہو۔ اور دونوں میں سے کوئی ایک ہی گزر سکتا ہے، ایسا ہے کہ تم نیچے اتر جاؤ تاکہ میں گزر جاؤں، کتے نے جواب دیا ___ میں کیوں اتروں۔ آپ کیوں نہیں اترتے؟ میں نے جواب میں کہا ___ بات یہ ہے کہ میں ہوں مکلف اور میرے اوپر پاک رہنا ضروری ہے۔ نماز روزہ میرے اوپر فرض ہیں۔ تم مکلف نہیں ہو، اگر تم نیچے اتر جاؤ گے اور تمہارا جسم ناپاک بھی ہو گیا تو تمہارے اوپر کوئی پکڑ نہیں ہے۔ اس لئے کہ تمہیں

نماز تو پڑھنی نہیں ہے ـــــ اگر میں اتر گیا اور کپڑے ناپاک ہو گئے تو نماز نہیں پڑھ سکوں گا۔ اس لئے حق میرا ہے کہ میں اوپر سے جاؤں اور تم نیچے اتر جاؤ۔

اور کتا اوپر سے گزر گیا

کتے نے جواب میں کہا کہ حضرت: آپ کو اس ظاہری دلدل کی نجاست کی تو بڑی فکر ہے کہ اگر یہ نجاست لگ جائے گی تو آپ کے کپڑے ناپاک ہو جائیں گے اور آپ کا جسم ناپاک ہو جائے گا۔ لیکن آپ نے یہ نہ سوچا کہ اگر میں نیچے اتر گیا اور آپ پگڈنڈی کے اوپر سے گزر گئے تو اس صورت میں بہت بڑی نجاست آپ کے دل پر لگ جائے گی۔ اور وہ یہ کہ آپ کے دل میں یہ احساس پیدا ہو جائے گا کہ میں اس کتے سے افضل ہوں اور اس احساس کی وجہ سے آپ کے دل میں تکبر اور عجب پیدا ہو گا۔ اور اس تکبر اور عجب کے نتیجے میں آپ کے دل پر نجاست لگ جائے گی۔ وہ نجاست جو کپڑوں پر لگ جائے گی وہ نجاست پانی سے دھل سکتی ہے لیکن عجب اور تکبر کی جو نجاست آپ کے دل پر لگ جائے گی وہ پانی سے بھی نہیں دھلے گی۔ وہ کون دھوئے گا ـــ فرمایا کہ جب کتے کی طرف سے یہ جواب مجھے ملا تو میں اس پگڈنڈی سے نیچے اتر گیا اور وہ کتا اوپر سے گزر گیا ـــ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اس طریقے سے اپنے نفس کی اصلاح کرتے ہیں۔

کتے کو گندے نالے سے نکال دیا

یاد آیا کہ یہ مندرجہ بالا جو واقعہ پیش آیا اس سے پہلے ایک اور واقعہ حضرت شاہ

عبدالرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ یہ پیش آیا تھا کہ ایک مرتبہ کہیں راستے میں گزر رہے تھے۔ راستے میں دیکھا کہ ایک کتا پانی کے گندے نالے میں پھنسا ہوا ہے اور اس بری طرح پھنسا ہوا تھا کہ وہ کتا باہر نکلنا چاہ رہا ہے۔ لیکن نکل نہیں پا رہا ہے۔ ساتھ میں ایک شاگرد بھی تھے۔ آپ نے ان شاگرد سے کہا کہ دیکھو یہ کتا اس طرح نالے میں پھنسا ہوا ہے تم اس کو پکڑ کر نکال دو۔ وہ شاگرد ذرا وقار اور تمکنت والے تھے اب کتے کو گندے نالے سے ہاتھ ڈال کر نکالنا تو ان کے لئے بڑا مشکل کام تھا۔ چنانچہ حضرت شاہ صاحب نے جب ان کے تذبذب کو دیکھا تو ان سے فرمایا کہ تم رہنے دو۔ تمہارے بس کی بات نہیں۔ پھر خود آگے بڑھے اور اس گندے نالے سے اس کتے کو نکال دیا۔ جب کتے کو نکال کر آگے کا سفر شروع کیا تو پھر آگے اوپر والا واقعہ پیش آیا۔

کتے کے ذریعہ علم عطا کرنا

بعد میں اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں یہ بات ڈالی کہ دیکھو تم نے ہماری ایک مخلوق کے ساتھ ایک احسان کیا کہ اس کو گندے نالے سے نکال دیا تو ہم نے بھی دنیا کے اندر تو اس کا صلہ تمہیں یہ دیا کہ اسی کتے کے ذریعہ ایک ایسا علم عطا فرمایا کہ جس کے ذریعہ تم تکبر اور عجب کی گندگی سے نکل گئے۔ اب بظاہر دیکھنے میں یہ معمولی عمل ہیں کہ کتے کو پانی پلا دیا، یا کتے کو گندگی سے نکال دیا۔ لیکن اگر یہ عمل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہو جائے تو انسان کا بیڑہ پار ہو جائے۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ کسی نیکی کو معمولی مت سمجھو۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی بخشش

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ وہ بزرگ ہیں جنہوں نے عمر بھر حدیث، تفسیر اور فقہ کی خدمت کی۔ ساری عمر اسی کام میں گزری۔ آج پورے ذخیرہ حدیث میں حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا نام بھرا ہوا ہے۔ عبادت بھی بے انتہا کرتے، رات کو گھنٹوں نماز کے اندر کھڑے رہتے ___ گویا کہ مفسر، محدث، فقیہ، صوفی یہ تمام اوصاف ان کے اندر جمع تھے ___ غالباً انہی کا واقعہ ہے کہ ان کے انتقال کے بعد کسی نے ان کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ حضرت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ ___ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا کہ بھائی: ___ ہمارے ساتھ تو عجیب معاملہ ہوا۔ ہم تو اپنے ذہن میں یہ سوچ کر گئے تھے کہ ہم نے حدیث کی اتنی خدمت کی، تفسیر قرآن کی خدمت کی، اتنی تصانیف لکھیں، اتنی عبادت کی، اتنی نفلیں پڑھیں وغیرہ ان کا اجر و ثواب ہمیں دیا جائے گا ___ لیکن جب اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ہم سے فرمایا: دیکھو سفیان، ہمیں تمہارا ایک عمل بہت پسند آیا۔ اور اس عمل پر ہم تمہاری مغفرت کریں گے۔ میں نے پوچھا کہ وہ کونسا عمل ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم ایک دن بیٹھے ہوئے حدیث لکھ رہے تھے ___ جب تم نے روشنائی میں قلم ڈال کر اس قلم سے لکھنے کا ارادہ کیا تو ایک مکھی آئی اور تمہارے قلم پر بیٹھ گئی اور سیاہی چوسنے لگی۔ تم نے اس مکھی کو اڑانے کے بجائے یہ سوچا کہ یہ مکھی بچاری پیاسی ہے چلو اس کو سیاہی چوسنے دو۔ اور تم ایک منٹ کے لئے حدیث لکھنے سے رک گئے۔ اور تم اس لئے رکے رہے تا کہ یہ مکھی اپنی پیاس بجھا لے۔

میں بعد میں لکھوں گا۔ چنانچہ جب وہ مکھی سیاہی پی چکی اور پی کر خود اڑ گئی اس کے بعد تم نے لکھنا شروع کیا ____ چونکہ تم نے ہماری ایک مخلوق کے ساتھ یہ رحم کا معاملہ فرمایا۔ اور تمہارے اس عمل میں سوائے ہماری خوشنودی کے اور کچھ مقصود نہیں تھا۔ کوئی ریاکاری، کوئی دکھاوا، کوئی نام ونمود مقصود نہیں تھا۔ تمہارا یہ عمل ہمیں پسند آ گیا اور اس کی بنیاد پر ہم نے تمہاری بخشش کر دی۔

کسی انسان کو حقیر مت سمجھو

اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ کسی انسان کو حقیر مت سمجھو، اگرچہ بظاہر دیکھنے میں وہ فاسق نظر آتا ہے ____ اس کے گناہ سے نفرت کرو لیکن اس آدمی سے نفرت مت کرو۔ اس گناہ کو حقیر سمجھو لیکن اس آدمی کو حقیر مت سمجھو ____ ارے تمہیں تو اس کے گناہ نظر آ رہے ہیں، لیکن کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کا کیا معاملہ ہے۔ اس کا کونسا عمل اللہ تعالیٰ کو پسند آ جائے۔ اور وہ اس گناہ والی زندگی سے نکل جائے اور آخرت میں وہ تم سے بھی آگے بڑھ جائے۔ اس وجہ سے کسی انسان کو حقیر مت سمجھو۔

کسی نیکی کو حقیر مت سمجھو

اور کسی بھی نیکی کو حقیر مت سمجھو۔ جب بھی کسی نیکی کرنے کا داعیہ دل میں پیدا ہو تو اس داعیہ کو ٹلاؤ نہیں۔ اس کو مؤخر نہ کرو۔ اور اس نیکی کو معمولی سمجھ کر چھوڑو نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اسی نیکی کی بدولت اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرما دے۔ اور تمہاری مغفرت فرما دے ____ صبح سے لے کر شام تک کی زندگی میں کتنے مواقع نیکی کرنے

کے ہمارے سامنے آتے رہتے ہیں۔ لیکن بسا اوقات ہم یہ سوچ کر ٹال دیتے ہیں کہ یہ چھوٹا سا عمل ہے۔ چلو چھوڑو ــــ ایسا نہیں کرنا چاہئے۔

کسی گناہ کو بھی حقیر مت سمجھو

اسی طرح ایک حدیث میں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ کسی گناہ کو حقیر سمجھ کر کرو نہیں۔ جس طرح کسی نیکی کو حقیر سمجھ کر چھوڑو نہیں اسی طرح گناہ کو حقیر سمجھ کر کرو نہیں ــــ یہ شیطان کا ایک اور دھوکہ ہوتا ہے۔ اور انسان یہ سوچتا ہے کہ میرا نامہ اعمال تو گناہوں سے سیاہ ہو چکا ہے۔ نہ جانے کیا کیا گناہ میں نے کر رکھے ہیں۔ اگر یہ چھوٹا گناہ بھی کرلوں گا تو کیا فرق پڑے گا ــــ ارے کیا پتہ کہ یہی چھوٹا گناہ تمہیں لے ڈوبے۔ اس لئے کہ گناہ کو معمولی سمجھنا اور حقیر سمجھنا یہ بذات خود ایک کبیرہ گناہ ہے۔

یہ گناہ صغیرہ ہے یا کبیرہ

بہت سے لوگ یہ سوال کرتے رہتے ہیں کہ فلاں گناہ صغیرہ ہے یا کبیرہ ہے؟ مطلب یہ ہے کہ اگر صغیرہ ہے تو اس کا ارتکاب کرلیں اور اگر کبیرہ ہے تو چھوڑ دیں ــــ حالانکہ حضرت حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ سوال ایسا ہے جیسے کوئی یہ پوچھے کہ یہ چھوٹا سانپ ہے یا بڑا سانپ ہے؟ کیا کوئی شخص یہ دیکھ کر کہ یہ چھوٹا سانپ ہے اپنے آپ کو اس سے کٹوا لے گا۔ اور اس سے ڈسوا لے گا ــــ ایک بڑی آگ ہے اور ایک چھوٹی سی چنگاری ہے۔ کیا کوئی شخص اس چھوٹی سی چنگاری کو اپنے کپڑوں میں رکھ لے گا؟ یہ چھوٹی سی تو ہے۔ حالانکہ وہ چھوٹی چنگاری پورے گھر کو

جلا دے گی۔ بہر حال کسی گناہ کو خواہ وہ صغیرہ ہی کیوں نہ ہو اس کو معمولی سمجھ کر کر لینا کبیرہ گناہ ہے۔ اس لئے کسی گناہ کو چھوٹا سمجھ کر کرو نہیں۔

ایک گناہ دوسرے گناہ کو کھینچتا ہے

جس طرح نیکی کی خاصیت یہ ہے کہ ایک نیکی دوسری نیکی کو کھینچتی ہے ایک نیکی کے بعد اللہ تعالیٰ دوسری نیکی کی توفیق عطا فرما دیتے ہیں۔ اسی طرح گناہ کی خاصیت یہ ہے کہ اگر ایک مرتبہ انسان گناہ کے اندر مبتلا ہو جائے گا تو پھر وہ دوسرے گناہ کی طرف بڑھے گا۔ ہم لوگ تو بے حس ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہمارے اندر حس عطا فرما دے۔ آمین ___ اس لئے ہمیں تو گناہ کرنے کے بعد اس کے اثرات کا پتہ نہیں چلتا۔ لیکن جن لوگوں کی حس صحیح ہوتی ہے ان کو پتہ چلتا ہے کہ گناہ کرنے کے اثرات کیا ہوتے ہیں ___ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے خاص اساتذہ کرام میں سے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے پاس کسی رئیس صاحب نے مٹھائی کے لڈو بھیج دیئے ___ یہ رئیس لوگ جو ہوتے ہیں ان کی آمدنی کے حلال اور حرام ہونے کا کچھ پتہ نہیں ہوتا ___ میں نے اس میں سے ایک لڈو کھالیا۔ فرماتے ہیں کہ میں نے وہ ایک لڈو کھالیا کہ قیامت آگئی۔ اس لڈو کے کھانے کے بعد مسلسل میرے قلب میں اس کی ظلمت محسوس ہوتی رہی۔ اور بار بار کبیرہ گناہ کرنے کی خواہش اور اس کا داعیہ اتنی شدت کے ساتھ پیدا ہوتا تھا کہ دبانا مشکل ہو جاتا ___ یہ وہ بزرگ فرما رہے ہیں جن کی ساری زندگی تقویٰ اور طہارت میں گزری ___ حرام کا ایک لقمہ انسان کے اندر گناہ کے داعیے اور جذبے پیدا کرتا ہے۔

اللہ والے کی دعوت کے اثرات

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ دیوبند میں ایک اللہ والے اور نیک آدمی تھے۔ گھسیارے تھے جنگل سے گھاس توڑ کر لاتے اور بازار میں فروخت کرتے۔ یہی ان کا کمائی کا ذریعہ تھا۔ روزانہ کی آمدنی ان کی چھ پیسے ہوتی۔ ان چھ پیسوں کو اس طرح خرچ کرتے کہ دو پیسے تو گھر میں خرچ کرتے اس زمانے میں دو پیسے بھی بہت قیمتی ہوتے اور پورے دن کا گزارہ اس کے ذریعہ ہو جاتا تھا۔ اور دو پیسے صدقے کے لیے جمع کر لیتے اور دو پیسے بزرگوں کی اور اللہ والوں کی دعوت کے لئے رکھ دیتے ___ چنانچہ ایک مرتبہ وہ گھسیارے حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آئے اور آکر کہا کہ حضرت! میرا دل چاہتا ہے کہ آپ حضرات کی دعوت کروں۔ حضرت نے پوچھا کہ تم کہاں سے دعوت کروگے؟ انہوں نے تفصیل بتائی کہ میں اس طرح روزانہ چھ پیسے کماتا ہوں اور روزانہ دو پیسے دعوت کیلئے جمع کرتا ہوں۔ اب چند پیسے جمع ہو گئے ہیں ان کے ذریعہ دعوت کروں گا اور وہ پیسے حضرت کی خدمت میں پیش کر دیئے، حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بھائی یہ دعوت تو بہت شاندار ہے ضرور کرو ___ انہوں نے کہا کہ حضرت میرا دل چاہتا ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے جو دوسرے اساتذہ ہیں وہ بھی اس دعوت میں شریک ہو جائیں۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب خود اساتذہ کرام کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ آج بہت شاندار دعوت ہے آپ سب لوگ شریک ہو جائیں ___ چنانچہ تمام اساتذہ کو جمع کیا اور خود بازار گئے۔ اور جا کر ان پیسوں سے سودا خریدا۔ اور خود اپنے

ہاتھوں سے پکایا۔ اب ظاہر ہے کہ چند پیسے کے ذریعے جو کھانا پکا وہ دارالعلوم دیو بند کے تمام اساتذہ کو پورا نہیں ہوسکتا تھا۔ اور آپ نے تمام اساتذہ کو دعوت دیدی تھی۔ اس لئے آپ نے اساتذہ سے فرمایا کہ سب لوگ ایک ایک دو دو لقمے کھالیں۔ اس لئے کہ یہ تبرک کا کھانا ہے۔ چنانچہ سب اساتذہ نے ایک ایک دو دو نوالے بڑی قدرو منزلت سے لئے ــــ بعد میں اساتذہ کرام نے اور خود حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس اللہ کے نیک بندے کی دعوت کے ایک ایک دو دو نوالے کھائے تھے تو اس کے نتیجے میں مہینے بھر تک دل میں نور محسوس ہوتا رہا۔ وہ حلال آمدنی، وہ اخلاص، وہ جذبہ جس کے ساتھ انہوں نے اساتذہ کرام کی، دعوت کی یہ اسی کا نتیجہ ہے۔

ہمارے دل سیاہ ہو چکے ہیں

ہم لوگ تو اپنی حس کھو چکے ہیں۔ دن رات گناہوں کی بلاؤں میں پڑ کر حلال و حرام کی تمیز مٹا کر حس کھو چکے ہیں۔ اس لئے ہمیں یہ پتہ ہی نہیں چلتا کہ نیکی کا کیا نور ہوتا ہے اور گناہوں کی کیا ظلمت ہوتی ہے ــــ وہ اللہ والے جن کے دل آئینہ کی طرح صاف ہوتے ہیں۔ ایک صاف شفاف آئینہ ہے اس پر ایک مکھی اگر بیٹھ جائے گی اور وہ مکھی گندگی چھوڑ جائے گی تو پتہ چل جائے گا کہ اس پر گندگی لگ گئی ہے ــــ لیکن ایک آئینہ وہ ہے جو بالکل میلا ہو رہا ہے اس پر بے شمار گندگی لگی ہوئی ہے اگر اس پر کوئی مکھی آ کر گندگی چھوڑ جائے تو کیا پتہ چلے گا۔ اسی طرح ان اللہ والوں کے دل

آئینہ کی طرح شفاف ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے قلوب میں انوار عطا فرماتے ہیں۔ اس لئے ان حضرات کو نیکی کا نور بھی محسوس ہوتا ہے۔ اور گناہ کی ظلمت بھی ان کو محسوس ہوتی ہے۔

ایک درخت ہٹا دینے پر مغفرت

بہر حال اس حدیث شریف میں کیسا زرین اصول بیان فرمادیا کہ کسی نیکی کے کام کو حقیر مت سمجھو۔ چاہے وہ نیکی اپنے بھائی کے ساتھ خندہ پیشانی کے ساتھ ملنا کیوں نہ ہو ــــــ لہٰذا جب نیکی کا خیال دل میں آئے تو اس کو کر گزرو۔ اس کو ٹلاؤ نہیں۔ آج ہم نے نیکی کو چند عبادات مثلاً نماز، روزہ وغیرہ میں محصور کر لیا ہے۔ یہ بڑی گمراہی کی بات ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک اللہ کا بندہ اللہ کی بارگاہ میں پہنچا تو اس کی مغفرت صرف اس بنیاد پر ہوئی کہ وہ ایک راستے سے گزر رہا تھا اس نے دیکھا کہ راستے میں ایک درخت بے جگہ اگا ہوا تھا۔ جس سے گزرنے والوں کو تکلیف ہوتی تھی۔ اس شخص نے سوچا کہ یہ درخت بے جگہ راستے میں اگا ہوا ہے اور اس سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے اس لئے میں اس کو راستے سے ہٹا دوں۔ تاکہ گزرنے والوں کو آرام ہو جائے۔ چنانچہ وہ درخت اس نے کاٹ دیا ــــــ حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کو اتنا پسند فرمایا کہ اس پر اس کی مغفرت فرمادی۔

یہ ایمان کا ادنیٰ شعبہ ہے

ایک اور حدیث میں ہے کہ ایمان کے ستر سے زیادہ شعبے ہیں۔ ان میں اعلیٰ ترین شعبہ کلمہ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کا اعتراف اور اقرار ہے اور ادنیٰ شعبہ یہ ہے کہ راستے سے گندگی کو یا تکلیف دینے والی چیز کو ہٹا دیا جائے۔ اس کو ایمان کا ادنیٰ شعبہ فرمایا۔ لیکن اسی شعبہ کی بنیاد پر اس اللہ کے بندے کی مغفرت ہو گئی۔ اس لئے کسی نیک عمل کو حقیر سمجھ کر چھوڑنا مسلمان کے لئے کسی طرح بھی مناسب نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں نیکیوں کی عظمت پیدا فرما دے ____ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

❀❀❀

❀

کون سا عمل "صدقہ" ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ضبط و ترتیب

مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب

استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی

میمن اسلامک پبلشرز

خطاب : شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ضبط و ترتیب : مولانا محمد عبداللہ میمن

مقام : جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللّٰھم صل علی محمد
وعلی آل محمد کما صلیت
علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم
انک حمید مجید
اللّٰھم بارک علی محمد وعلی
آل محمد کما بارکت علی
ابراھیم وعلی آل ابراھیم
انک حمید مجید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کون سا عمل ''صدقہ'' ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا. مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ. وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا. اَمَّا بَعْدُ!

عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يُصْبِحُ عَلٰى كُلِّ سُلَامٰى مِنْ اَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ، فَكُلُّ تَسْبِيْحَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَحْمِيْدَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَهْلِيْلَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَكْبِيْرَةٍ صَدَقَةٌ، وَاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ، وَيُجْزِئُ مِنْ ذٰلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الضُّحٰى۔

(صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب استحباب صلاۃ الضحیٰ، حدیث نمبر ۷۲۰)

(ریاض الصالحین۔ باب بیان کثرۃ طرق الخیر حدیث نمبر ۱۱۸)

جسم کے ہر جوڑ پر ایک صدقہ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

انسان کے جسم میں جتنے جوڑ ہیں۔ ایک دوسری حدیث میں اس کی تعداد بھی بیان فرمائی ہے کہ انسان کے جسم میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں۔ فرمایا کہ ہر جوڑ کی طرف سے روزانہ ایک صدقہ واجب ہے ـــ اس لئے کہ جسم کا ہر جوڑ مستقل کام کر رہا ہے اور تمہیں زندہ رہنے میں مدد دے رہا ہے۔ اس وجہ سے ہر جوڑ اللہ تعالیٰ کی مستقل نعمت ہے۔ اور روزانہ تم ان تین سو ساٹھ جوڑوں کو استعمال کرتے ہو، لہٰذا ہر جوڑ کی طرف سے روزانہ ایک صدقہ ہونا چاہیے۔ اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا کسی قدر شکر ادا ہو جائے گا۔ لہٰذا روزانہ کم از کم تین سو ساٹھ صدقات ہونے چاہئیں۔

بے شمار اعمال صدقہ ہیں

ایک حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص تین سو ساٹھ صدقے روزانہ کرے تو اس نے اپنے تمام تین سو ساٹھ جوڑوں کو جہنم کی آگ سے آزاد کر لیا۔

(کتاب الادب، باب اماطۃ الاذی عن الطریق، حدیث نمبر ۵۲۴۲)

اب یہ سوال پیدا ہوا کہ روزانہ ایک آدمی تین سو ساٹھ صدقے کیسے کرے؟ اگر ایک صدقے میں ایک روپیہ بھی ادا کرے تو روزانہ تین سو ساٹھ روپے کا حساب بن جائے گا۔ اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حل نکال دیا کہ صدقہ کے لئے روپیہ خرچ کرنا کوئی ضروری نہیں بلکہ فرمایا کہ بے شمار اعمال ایسے ہیں جن میں سے ہر عمل انسان کے جسم کے جوڑوں کی طرف سے صدقہ بن جاتا ہے۔

یہ سب اعمال صدقہ ہیں

چنانچہ فرمایا "فَكُلُّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةٌ" ہر مرتبہ جب تم سُبْحَانَ اللهِ کہتے ہو، یہ ایک صدقہ ہے۔ لہٰذا جب تم نے ایک مرتبہ "سُبْحَانَ اللهِ" کہا ان تین سو ساٹھ صدقوں میں سے ایک صدقہ ادا ہو گیا۔۔۔ آگے فرمایا "وَكُلِّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةٌ" کہ ہر مرتبہ جب تم "اَلْحَمْدُلِلّٰهِ" کہو گے تو یہ ایک صدقہ ہے۔ فرمایا کہ "وَكُلِّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةٌ" ہر مرتبہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ" کہنا یہ ایک صدقہ ہے۔ "وَكُلِّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةٌ" اور ہر مرتبہ "اَللهُ اَكْبَرُ" کہنا یہ ایک صدقہ ہے۔۔۔ اگر کوئی شخص ان کلمات کی چار تسبیحات پڑھ لے تو اس کے نتیجے میں چار سو صدقے ادا ہو گئے۔ اور آگے فرمایا کہ کسی کو نیکی کا کام کہہ دیا، یا نیکی کی بات بتادی تو یہ بھی ایک صدقہ ہے۔ مثلاً کسی کو نماز کے دوران غلطی کرتے ہوئے دیکھا، چپکے سے نرمی سے اس کو بتادیا کہ تم سے یہ غلطی ہوئی ہے اس کو اس طرح درست کرلو۔ تو یہ بھی ایک صدقہ ہے۔ یا اپنی اولاد کو نماز کی تاکید کی کہ چلو نماز کے لئے مسجد چلو۔ یہ بھی ایک صدقہ ہے۔۔۔ اسی طرح کسی برائی سے روکنا بھی صدقہ ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض عین ہیں

یاد رکھئے یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس معنی میں کہ کسی شخص کو موقع پر جبکہ غلط کام پر ٹوکنے کا موقع ہے یا کوئی اچھے کام کا موقع ہے اور اس کو اچھے کام کی طرف راغب کرنے کا موقع ہے تو اس حد تک یہ کام ہر مسلمان کے ذمے فرض عین

ہے۔ جیسے نماز اور روزہ فرض ہے۔ اور جیسے زکوٰۃ اور حج فرض عین ہے۔ آج ہم لوگ اس میں بہت کوتاہی کرتے ہیں۔ البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ یہ اس وقت فرض ہے جب اس کو کہنے کی استطاعت اور قدرت ہو۔ اور اس بات کا اندیشہ نہ ہو کہ اس کو کہنے کے نتیجے میں کوئی ایسا فتنہ کھڑا ہو جائے گا جو میرے لئے ناقابل برداشت ہو جائے گا۔ اس صورت میں کہنا فرض نہیں۔ لیکن حتی الامکان کہنا ضروری ہے۔ لیکن بات کہنے کیلئے ایسا عنوان اختیار کیا جائے جس سے دوسرے کی دل آزاری نہ ہو۔ جس سے کسی کی دل شکنی نہ ہو۔ جس سے کسی کی رسوائی نہ ہو۔ بلکہ نرمی سے محبت سے اور دل سوزی سے بات کہی جائے۔ اس کا اہتمام کرنا چاہئے اور یہ سب صدقہ ہیں۔

یہ صدقہ بھی ہیں

اور یہ صرف باہر کے لوگوں کے لئے نہیں بلکہ گھر کے افراد کو بھی اس کی ترغیب دینی چاہئے۔ جیسے بیوی بچوں کو کہنا یا شوہر کا بیوی کو کہنا، باپ کا اولاد کو کہنا، یا اولاد کا ماں باپ کو کہنا۔ یہ سب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں داخل ہیں۔ اور یہ سب صدقہ ہیں ___ بہرحال اس حدیث میں یہ جو فرمایا کہ ہر جوڑ کی طرف سے ایک صدقہ ہونا چاہئے۔ یہ کوئی اتنا مشکل کام نہیں ہے جب صبح کو گھر سے نکلو اور یہ مندرجہ بالا کام کرتے چلے جاؤ۔ یہ سب کام تمہارے لئے صدقہ بنتے چلے جائیں گے۔

دو نفل تمام صدقات کی طرف سے کافی ہیں

آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام صدقات کے ادا کرنے کا بہت آسان طریقہ

بھی بیان فرمایا۔ فرمایا کہ۔

وَيُجْزِئُ مِنْ ذٰلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الضُّحٰى

یعنی یہ سارے اعمال جو اوپر بیان کئے۔ تسبیح، تحلیل، تحمید، تکبیر یعنی سُبْحَانَ اللهِ کہنا، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہنا، اَللهُ اَكْبَرُ کہنا، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ، یہ سب الگ الگ تو آدمی کر ہی سکتا ہے لیکن اگر آدمی روزانہ طلوع آفتاب کے بعد اشراق کی دو رکعتیں پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام جوڑوں کی طرف سے صدقہ فرما دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے کتنا آسان کر دیا۔ اگر پھر بھی ہم نہ کریں تو اس کا تو کوئی علاج نہیں ___ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

مخلوق کی خدمت کرنا بھی نیک کام ہے

ان احادیث سے درحقیقت اس طرف اشارہ فرمایا جا رہا ہے کہ نیکی کے اعمال کسی خاص طریقے میں منحصر نہیں۔ بلکہ جو کام بھی اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے کیا جائے وہ صدقہ کا حکم رکھتا ہے۔ اور اس کام کا اہتمام کرنا چاہئے۔ اور اس کام کو معمولی سمجھ کر چھوڑنا نہیں چاہیے ___ اور یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ صرف نماز روزہ ہی اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والے اعمال ہیں۔ بلکہ ایک حدیث شریف میں فرمایا کہ اگر تم اور کچھ نیک کام نہیں کر پا رہے ہو تو کسی کاریگر کی مدد کر دو۔ یعنی خدمت خلق کا کام کر لو۔ مثلاً کسی کا بوجھ اٹھوا دیا۔ کسی کے کام میں مدد کر دی۔ یا کسی کو کوئی حاجت اور ضرورت تھی آپ نے اس کی حاجت اور ضرورت پوری کرنے کے لئے کوئی کام کر دیا۔ یہ سب کام

ثواب کے کام ہیں۔ ایک سالک جو اس راہ پر چل رہا ہو۔ اس کیلئے صرف یہ نہیں ہے کہ وہ مصلی پر بیٹھ کر ذکر کرتا رہے بلکہ اس کے ذمہ یہ ضروری ہے کہ وہ مخلوق کی خدمت بھی کرے۔ بزرگوں نے یہاں تک فرمایا کہ:۔

زتسبیح و سجادہ و دلق نیست
طریقت بجز خدمت خلق نیست

یعنی طریقت اور تصوف صرف تسبیح اور مصلّٰی اور گدڑی کا نام نہیں ہے۔ بلکہ طریقت اصل میں مخلوق خدا کی خدمت کا نام ہے۔

اپنے آپ کو خادم سمجھو

اس لئے ہمارے حضرت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ تم اپنے آپ کو ہمیشہ خادم سمجھو۔ اور دن رات اس فکر میں رہو کہ کونسی گھڑی کسی شخص کی کس طرح خدمت ہو جائے۔ اپنے گھر والوں کی خدمت، اپنے اعزہ واحباب کی خدمت۔ اپنے دوستوں کی خدمت، اپنے شاگردوں کی خدمت، ہر ایک کے کام خدمت کے جذبے سے بجالاؤ۔ خادم بنو، مخدومیت کا خناس دل ودماغ سے نکالو۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ مرض وفات

حضرت حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ آخری عمر میں جب بالکل بستر سے لگ گئے۔ صاحب فراش ہو گئے۔ سخت کمزوری کا عالم تھا۔ اطباء نے ملاقات پر پابندی عائد کر رکھی تھی۔ بولنے کی بھی طاقت نہیں رہی تھی۔ ہر وقت آنکھ بند کئے

سیدھے لیٹے رہتے تھے ___ اسی حالت میں اپنے خادم مولانا شبیر علی صاحب کو آواز دی۔ ان کو بلایا جب وہ آئے تو ان سے فرمایا کہ مولوی شفیع صاحب (یعنی میرے والد ماجد صاحب) کو بلاؤ۔ چنانچہ ان کو بلا لائے۔ جب والد صاحب تشریف لائے تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بھائی آپ احکام القرآن لکھ رہے ہیں۔ تو میرے ذہن میں آیا کہ فلاں آیت کے تحت فلاں فقہی مسئلہ بھی نکلتا ہے لہٰذا جب آپ اس آیت کی تفسیر پر پہنچیں تو یہ مسئلہ بھی وہاں لکھ دیجئے گا ___ اب دیکھئے کہ شدید بیماری ہے، شدید کمزوری اور نقاہت ہے۔ بولنا مشکل ہو رہا ہے اس وقت بھی دل و دماغ پر فکر ہے کہ اپنے خدام میں سے جو لوگ تصنیف کا کام کر رہے ہیں ان کی رہنمائی فرما رہے ہیں کہ جب آپ اس آیت پر پہنچیں تو یہ مسئلہ بھی اس میں لکھ دیں۔

وہ لمحاتِ زندگی کس کام کے

مولانا شبیر علی صاحب، حضرت والا کے منہ چڑھے قسم کے خادم تھے۔ ناز کی بات بھی کر لیا کرتے تھے انہوں نے کہا کہ حضرت! یہ آپ نے کیا جھگڑا کھڑا کر رکھا ہے کہ ہر تھوڑی دیر کے بعد کبھی کسی کو بلا رہے ہیں کبھی کسی کو بلا رہے ہیں۔ حالانکہ اطباء نے منع کر رکھا ہے کہ کسی سے ملاقات بات چیت نہ کریں۔ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ اس کے جواب میں حضرت نے فرمایا کہ:

> بات تو تم ٹھیک کہتے ہو، بیماری میں یہ کام نہیں کرنے چاہئیں۔ لیکن میں یہ سوچتا ہوں کہ وہ لمحات زندگی کس کام کے جو کسی کی خدمت میں صرف نہ ہوں۔

معلوم ہوا کہ زندگی کا ایک ایک لمحہ خدمت خلق میں لگایا ہوا تھا۔ یہ کوئی معمولی چیز نہیں۔ اس کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے لہٰذا ''خادم'' بننا یہ بڑے اعلیٰ درجے کے مرتبہ کی بات ہے۔

زندگی کے کسی مرحلے پر خدمت کو مت چھوڑو

بعض لوگ اعلیٰ رتبہ اعلیٰ منصب حاصل کر لیتے ہیں۔ کسی بڑے منصب پر فائز ہو جاتے ہیں ان کو کوئی درجہ اور مرتبہ مل جاتا ہے، عالم ہو گئے، فاضل ہو گئے، علامہ ہو گئے، لوگوں نے ہاتھ پاؤں چومنا شروع کر دیئے۔ یا لوگوں نے تعظیم و تکریم شروع کر دی ___ اس وقت دماغ میں یہ بات آجاتی ہے کہ ہم تو مخدوم ہو گئے۔ اور اس وقت دوسروں کی خدمت کے کام چھوڑ دیتے ہیں ___ لیکن وہ حضرات جن کو اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ مضبوط تعلق عطا فرماتے ہیں۔ وہ مخلوق کے ساتھ شفقت اور رحمت کا برتاؤ ساری عمر مرتے دم تک کرتے رہتے ہیں۔ اور کسی وقت بھی مخلوق کی خدمت کا خیال دل سے ختم نہیں ہوتا کہ جو میرے اللہ کی مخلوق ہے اس کی خدمت اس کی خیر خواہی اور اس پر شفقت کرنی ہے۔

حضرت مولانا مظفر حسین کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ بڑے درجے کے اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ عجیب و غریب بزرگ گزرے ہیں۔ کاندھلہ کے رہنے والے تھے ___ ایک مرتبہ دہلی سے کاندھلہ جا رہے تھے پیدل سفر تھا۔ کاندھلہ سے کچھ فاصلہ پر آپ

نے دیکھا کہ ایک بڑے میاں بوڑھے آدمی کچھ سامان اٹھا کر جا رہے ہیں ___ حضرت کو خیال آیا کہ یہ بوڑھا آدمی ہے سامان اٹھائے جا رہا ہے لیکن سامان اس سے اٹھ نہیں رہا ہے۔ جا کر ان سے کہا بڑے صاحب اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کا سامان اٹھالوں ___ وہ تو بیچارہ اس انتظار میں تھا کہ کوئی آ کر اس کا سامان اٹھالے۔ چنانچہ اس بوڑھے نے کہا آپ اٹھالیں تو مہربانی ہوگی۔ چنانچہ اس کا سامان سر پر اٹھایا۔ اور کاندھلہ کی طرف روانہ ہو گئے اور وہ بڑے میاں ساتھ ساتھ چل رہے ہیں ___ راستے میں بات چیت شروع کر دی۔ بڑے میاں نے پوچھا۔ مولوی صاحب: تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ مولانا نے فرمایا کہ میں کاندھلے کا رہنے والا ہوں۔ اچھا تم کاندھلہ کے رہنے والے ہو۔ تم نے کبھی مولوی مظفر حسین کو بھی دیکھا؟ آپ نے فرمایا: ہاں دیکھا تو ہے۔ بڑے میاں نے کہا: سنا ہے کہ وہ بڑے بزرگ آدمی ہیں؟ مولانا نے جواب میں فرمایا۔ ہاں بھائی نماز تو پڑھ لے۔ بڑے میاں نے کہا کہ میں انہی سے ملنے جا رہا ہوں ___ اب راستے میں بات چیت کرتے ہوئے چلتے رہے۔ جب کاندھلہ شہر قریب آنا شروع ہوا تو لوگ آپ کو دیکھ کر کوئی آپ کو سلام کرتا، اور کوئی آپ سے سامان لینے کی کوشش کرتا۔ اور آگے بڑھ کر آپ کی عزت اور اکرام کرتا۔ جب بڑے میاں نے یہ سب دیکھا تو بڑے شپٹائے کہ کیا قصہ ہے۔ جب کچھ دور چلے تو بڑے میاں کو پتہ چلا کہ مولانا مظفر حسین صاحب تو یہی ہیں۔ بڑے میاں نے کہ مولانا صاحب آپ نے بڑا غضب کر دیا کہ مجھ سے آپ نے یہ گستاخی کرائی کہ آپ نے میرا سامان اٹھایا ___ مولانا نے فرمایا کہ اس میں گستاخی کی

کیا بات ہوئی۔ تمہیں سامان اٹھانے میں تکلیف ہو رہی تھی۔ میں نے سامان اٹھا کر وہ تکلیف دور کردی ___ اب دیکھئے۔ اتنا بڑا عالم اور اتنا بڑا صاحب مقام بزرگ لیکن جب دوسرے کو دیکھا کہ تکلیف میں ہے تو اس کو تکلیف سے بچا کر خود کو تکلیف میں ڈال دیا۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کا واقعہ تو کچھ پرانا ہو گیا۔ ایک واقعہ میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ پیش آیا۔ جو بہت کم لوگوں کو معلوم ہے۔ وہ واقعہ یہ ہے کہ میرے والد ماجد حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جاتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ رات کو ریل گاڑی کے ذریعہ تھانہ بھون پہنچے۔ اسٹیشن پر گاڑی سے اترے اور ایک فیملی بھی گاڑی سے اتری۔ اس فیملی کے جو صاحب تھے وہ کچھ صاحب بہادر اور جنٹلمین قسم کے آدمی تھے۔ اور ان کے ساتھ ان کی بیوی بچے بھی تھے۔ اور سامان بھی تھا۔ حضرت والا صاحب کے پاس کوئی خاص سامان وغیرہ نہیں تھا۔ وہ صاحب اسٹیشن پر قلی کو پکارنے لگے اور بلانے لگے ___ اب رات کا سناٹا تھا۔ ایک یا دو بج رہے تھے۔ وہاں کوئی قلی موجود نہیں تھا۔ اور سامان اچھا خاصا تھا ___ والد صاحب نے دیکھا کہ یہ صاحب قلی کی تلاش میں پریشان ہیں عورتیں اور بچے ساتھ ہیں۔ اور کوئی قلی ان کو مل نہیں رہا ہے ___ چنانچہ والد صاحب عمامہ تو باندھتے تھے۔ اس عمامے کو اس انداز میں سر پر لپیٹا جس طرح قلی لپیٹتے ہیں۔ اور ان صاحب کے پاس پہنچ گئے۔ اور جا کر کہا کہ کیا کام ہے؟ انہوں نے کہا سامان اٹھانا ہے۔ والد

صاحب نے پوچھا کہاں لے جانا ہے؟ کہا کہ تھانہ بھون میں فلاں مکان پر۔ ان صاحب نے پوچھا کہ کتنے پیسے لوگے؟ والد صاحب نے کہا جو جی چاہے دیدینا۔ چنانچہ ان کا سامان سر پر اٹھایا۔ اور چل پڑے۔ حالانکہ والد صاحب بڑے نحیف اور لاغر جسم والے تھے اور سامان اٹھانے کی عادت بھی نہیں تھی۔ خدا جانے کس طرح اٹھا کر وہ سامان ان کی جگہ تک پہنچا دیا۔ کوئی حویلی تھی۔ اس کے اندر سامان رکھا وہ صاحب بیوی بچوں کو اندر پہنچانے کے لئے گئے۔ پیچھے سے والد صاحب چپکے سے وہاں سے چلے آئے۔

اللہ تعالیٰ نے کوئی فرشتہ بھیج دیا

وہ صاحب بھی اتفاق سے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے کے لئے آرہے تھے۔ جب اگلے دن صبح حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے ان کی خدمت میں پہنچے تو ان صاحب نے کہا کہ حضرت: آج رات تو میں نے آپ کی ایک عجیب کرامت دیکھی۔ حضرت نے پوچھا کیا؟ انہوں نے کہا میں رات کو اس طرح تھانہ بھون کے اسٹیشن پر پہنچا کوئی سامان اٹھانے والا نہیں تھا۔ میں آواز لگا رہا تھا۔ اتنے میں اللہ تعالیٰ نے کوئی فرشتہ بھیج دیا۔ اور اس نے اس طرح میرا سامان پہنچا دیا۔ اور خدا کا بندہ پیسے بھی لے کر نہیں گیا ـــــ یہ بات سوائے حضرت والد صاحب اور سوائے چند خاص لوگوں کے کسی کو پتہ نہیں تھی کہ اس رات میں اس آدمی کا سامان کس قلی نے اٹھایا تھا۔ لیکن یہ سب کیوں کیا؟ اس وجہ سے کیا کہ دل و دماغ میں بات بیٹھی ہوئی ہے کہ نیکی صرف نماز، روزے اور تسبیح کا نام نہیں بلکہ:

تسبیح و سجادہ و دلق نیست
طریقت بجز خدمت خلق نیست

بہرحال ہر وہ موقع جہاں سے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کا کوئی راستہ پیدا ہو۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی خدمت کرنے کا کوئی راستہ پیدا ہو۔ اس کو غنیمت سمجھ کر اس کو اختیار کرنا چاہئے۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے انگریزوں کے خلاف ہندوستان کی آزادی کے لئے ایسی تحریک چلائی جس نے پورے ہندوستان، افغانستان اور ترکی سب کو ہلا کر رکھ دیا تھا ___ آپ کی شہرت پورے ہندوستان میں تھی۔ چنانچہ اجمیر میں ایک عالم تھے مولانا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ ان کو خیال آیا کہ دیوبند جا کر حضرت شیخ الہند سے ملاقات اور ان کی زیارت کرنی چاہئے۔ چنانچہ ریل گاڑی کے ذریعہ دیوبند پہنچے اور وہاں ایک تانگے والے سے کہا کہ مجھے مولانا شیخ الہند سے ملاقات کے لئے جانا ہے ___ اب ساری دنیا میں تو وہ شیخ الہند کے نام سے مشہور تھے۔ مگر دیوبند میں ''بڑے مولوی صاحب'' کے نام سے مشہور تھے ___ تانگے والے نے پوچھا کہ کیا بڑے مولوی صاحب کے پاس جانا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں بڑے مولوی صاحب کے پاس جانا چاہتا ہوں۔ چنانچہ تانگے والے نے حضرت شیخ الہند کے گھر کے دروازے پر اتار دیا، گرمی کا زمانہ تھا۔ جب انہوں نے دروازے پر دستک دی تو ایک آدمی بنیان اور لنگی پہنے ہوئے نکلا انہوں نے اس سے کہا

میں حضرت مولانا محمود الحسن صاحب سے ملنے کے لئے اجمیر سے آیا ہوں۔ میرا نام معین الدین ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت تشریف لائیں۔ اندر تشریف لے گئے۔ چنانچہ جب بیٹھ گئے تو پھر انہوں نے کہا کہ آپ حضرت مولانا کو اطلاع کر دیں کہ معین الدین اجمیری آپ سے ملنے آیا ہے۔ انہوں نے کہا حضرت آپ گرمی میں آئیں ہیں تشریف رکھیں اور پھر پنکھا جھلنا شروع کر دیا ___ جب کچھ دیر گزر گئی تو مولانا اجمیری صاحب نے پھر کہا کہ میں نے تم سے کہا کہ جا کر مولانا کو اطلاع دو کہ اجمیر سے کوئی ملنے کے لئے آیا ہے انہوں نے کہا اچھا ابھی اطلاع کرتا ہوں۔ پھر اندر تشریف لے گئے اور کھانا لے آئے۔ مولانا نے پھر کہا کہ بھائی میں یہاں کھانا کھانے نہیں آیا میں تو مولانا محمود الحسن صاحب سے ملنے آیا ہوں۔ مجھے ان سے ملاؤ۔ انہوں نے فرمایا: حضرت آپ کھانا تناول فرمائیں۔ ابھی ان سے ملاقات ہو جاتی ہے۔ چنانچہ کھانا کھایا پانی پلایا ___ یہاں تک کہ مولانا معین الدین صاحب ناراض ہونے لگے کہ میں تم سے بار بار کہہ رہا ہوں مگر تم جا کر ان کو اطلاع نہیں کرتے۔ پھر فرمایا کہ حضرت بات یہ ہے کہ یہاں شیخ الہند تو کوئی نہیں رہتا۔ البتہ بندہ محمود اسی عاجز کا ہی نام ہے ___ تب جا کر مولانا معین الدین صاحب کو پتہ چلا کہ شیخ الہند کہلانے والے محمود الحسن صاحب یہ ہیں ___ جن سے میں اب تک ناراض ہو کر گفتگو کرتا رہا۔

یہ تھا ہمارے بزرگوں کا البیلا رنگ اللہ تعالیٰ اس کا کچھ رنگ ہمیں بھی عطا فرما دے ___ آمین ___ یہ حضرات وہ تھے جنہوں نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے مٹایا ہوا تھا ہر وہ کام جس سے اللہ تعالیٰ راضی

ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی خدمت ہو جائے اس کو غنیمت سمجھ کر انجام دیتے تھے۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا واقعہ

انہی کا دوسرا واقعہ میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے سنایا کہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد حضرت مولانا محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند میں پڑھنے کے لئے آئے۔ رئیس خاندان سے تعلق تھا۔ دارالعلوم دیوبند آکر ایک مسجد میں ٹھہر گئے۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو خیال آیا کہ یہ نواب خاندان کے آدمی ہیں۔ رئیس زادے مسجد میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ ان کے طبیعت اور مزاج کے موافق ہوگا یا نہیں چنانچہ حضرت والا ان کی خیریت معلوم کرنے کے لئے مسجد میں پہنچے ___ دیکھا کہ وہ مسجد کے ایک حجرے میں زمین پر لیٹے ہوئے ہیں۔ ان کے پاس چارپائی بھی نہیں ہے۔ خیال آیا کہ ان کو چارپائی مہیا کر دی جائے۔ چنانچہ گھر تشریف لے گئے اور خود چارپائی اپنے کندھے پر اٹھا کر لائے۔ اور ان کے حوالے کی ___ اور یہ اس زمانے کا واقعہ ہے جب آپ دارالعلوم کے شیخ الحدیث بن چکے اور "شیخ الہند" آپ کا لقب ہو گیا۔ اور ساری دنیا آپ کو مقتداء قرار دینے لگی۔ اس وقت بھی اپنی ذات سے لوگوں کو فائدہ پہنچانے کا یہ اہتمام کیا۔

حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو میرے والد ماجد کے استاد اور دارالعلوم دیوبند کے مفتی اعظم تھے۔ ان کا واقعہ میں نے اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ سے سنا

کہ آپ کے گھر کے آس پاس کچھ بیواؤں کے مکانات تھے۔ آپ کا روز کا معمول تھا کہ جب آپ اپنے گھر سے دارالعلوم دیوبند جانے کے لئے نکلتے تو پہلے ان بیواؤں کے مکانات پر جاتے اور ان سے پوچھتے کہ بی بی، بازار سے کچھ سودا سلف منگوانا ہے تو بتادو، میں لادوں گا۔ اب وہ بیوہ ان سے کہتی کہ ہاں بھائی بازار سے اتنا دھنیہ، اتنی پیاز، اتنے آلو وغیرہ لادو۔ اس طرح دوسری کے پاس، پھر تیسری کے پاس جاکر معلوم کرتے، اور پھر بازار جاکر سودا لاکر ان کو پہنچادیتے۔ بعض اوقات یہ ہوتا کہ جب سودا لاکر دیتے تو کوئی بی بی کہتی، مولوی صاحب! آپ غلط سودا لے آئے، میں نے فلاں چیز کہی تھی۔ آپ فلاں چیز لے آئے میں نے اتنی منگوائی تھی۔ آپ اتنی لے آئے آپ فرماتے! بی بی، کوئی بات نہیں میں دوبارہ بازار سے لا دیتا ہوں۔ چنانچہ دوبارہ بازار جاکر سودا لاکر ان کو دیتے۔ اس کے بعد فتاویٰ لکھنے کے لئے دارالعلوم دیوبند تشریف لے جاتے۔ میرے والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ یہ شخص جو بیواؤں کا سودا سلف لینے کے لئے بازار میں پھر رہا ہے۔ یہ "مفتی اعظم ہند" ہے۔ کوئی شخص دیکھ کر یہ نہیں بتا سکتا کہ یہ علم وفضل کا پہاڑ ہے۔ لیکن اس خدمت کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج ان کے فتاوی پر مشتمل بارہ جلدیں چھپ چکی ہیں اور ابھی تک اس پر کام جاری ہے۔ اور ساری دنیا ان سے فیض اٹھارہی ہے ــــــ وہی بات ہے کہ۔

پھوٹ نکلی تیرے پیراہن سے بو تیری

وہ خوشبو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمادی ــــــ آپ کا انتقال بھی اس حالت میں ہوا کہ آپ

کے ہاتھ میں ایک فتویٰ تھا اور فتویٰ لکھتے لکھتے آپ کی روح قبض ہوگئی۔ بہرحال، کسی مرتبہ پر پہنچ جائے لیکن دل ودماغ میں یہ بات بسی ہوئی ہے کہ ہم تو ساری مخلوق کے خادم ہیں۔ اور خدمت کا صرف ایک راستہ نہیں کہ بس فتویٰ لکھ دیا بلکہ خدمت کے جتنے راستے ہیں ان سب کو اختیار کرنے کی فکر لگی ہوئی ہے۔ بہرحال ___ اصل بات یہ چل رہی تھی کہ کون کونسا عمل صدقہ ہے اس سلسلے کی اگلی احادیث بھی پڑھ لیتے ہیں۔

ایک اور حدیث

اگلی حدیث ہے کہ:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُّ سُلَامَى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ، كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيهِ الشَّمْسُ تَعْدِلُ بَيْنَ الاثْنَيْنِ صَدَقَةٌ، وَتُعِينُ الرَّجُلَ فِي دَابَّتِهِ فَيَحْمِلُهُ عَلَيْهَا، أَوْ تَرْفَعُ لَهُ عَلَيْهَا مَتَاعَهُ صَدَقَةٌ، وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ، وَبِكُلِّ خُطْوَةٍ تَمْشِيهَا إِلَى الصَّلَاةِ صَدَقَةٌ، وَتُمِيطُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ.

(بخاری شریف، کتاب الجهاد والسیر باب من اخذ بالرکاب ونحوه: حدیث نمبر ۲۹۸۹)

(ریاض الصالحین، باب بیان کثرة طرق الخیر: حدیث نمبر ۱۲۲)

یہ سب اعمال بھی صدقہ ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر نیا دن جس میں سورج طلوع ہو۔ ہر انسان کے ہر جوڑ پر صدقہ واجب ہے ___ یہ وہی بات ہے جو پچھلی حدیث میں بھی آئی تھی۔ آگے فرمایا کہ دو آدمیوں کے درمیان انصاف کا معاملہ اور انصاف کا فیصلہ کر دینا بھی صدقہ ہے ___ اسی طرح ایک شخص اپنی سواری پر سوار ہونا چاہتا ہے اور تم نے اس کو اس کی سواری پر سوار ہونے کے لئے تھوڑا سا سہارا دیدیا۔ تاکہ وہ آرام سے سوار ہو جائے تو تمہارا یہ عمل بھی صدقہ ہے۔ یا کسی سوار کا سامان اٹھا کر اس کی سواری پر رکھ دیا۔ یہ عمل بھی صدقہ ہے ___ اور کوئی اچھی بات تم نے کسی سے کہہ دی تو یہ بھی صدقہ ہے۔ اچھی بات کہنے کے معنی یہ بھی ہیں کہ تم نے اس کو کوئی دین کی بات بتادی۔ کوئی ہدایت دیدی۔ تم نے اس کی رہنمائی کر دی۔ کسی نیک کام کی خیر خواہی کی نصیحت کر دی ___ اسی طرح اچھی بات کہنے میں یہ بھی داخل ہے کہ کسی دوسرے کا دل خوش کرنے کے لئے کوئی بات کہہ دی۔ جس سے دوسرے کا دل خوش ہو گیا۔ یہ بھی صدقہ ہے۔

مسجد کی طرف اٹھنے والے قدم صدقہ ہیں

آگے فرمایا کہ جب نماز کے لئے مسجد کی طرف قدم اٹھاتے ہو تو ہر قدم پر اللہ تعالیٰ کے یہاں ایک صدقہ لکھا جا رہا ہے ___ اگر کسی شخص کا گھر مسجد سے دور ہو اور تین سو ساٹھ قدم کے فاصلے پر ہو تو ایک ہی نماز کے لئے جانے پر انشاء اللہ وہ صدقات

پورے ہو جائیں گے ___ اس لئے نماز کے لئے مسجد کی طرف چل کر جانے کو بڑی غنیمت سمجھنا چاہیے ___ آگے فرمایا کہ راستے سے کسی تکلیف دہ چیز کو ہٹانا یہ بھی صدقہ ہے۔

ایک اور حدیث

ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا:

إِنَّ بِكُلِّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلِّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلِّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلِّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةٌ وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ وَفِي بُضْعِ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ أَيَأْتِي أَحَدُنَا شَهْوَتَهُ وَيَكُونُ لَهُ فِيهَا أَجْرًا؟ قَالَ: أَرَأَيْتُمْ لَوْ وَضَعَهَا فِي حَرَامٍ أَكَانَ عَلَيْهَا وِزْرٌ؟ فَكَذٰلِكَ إِذَا وَضَعَهَا فِي الْحَلَالِ كَانَ لَهُ أَجْرٌ.

(صحیح مسلم کتاب الزکاۃ باب بیان ان اسم الصدقۃ یقع علی کل نوع من المعروف: حدیث ۱۰۰۶)

(ریاض الصالحین باب بیان کثرۃ طرق الخیر حدیث نمبر ۱۲۰)

جائز جنسی تعلقات صدقہ ہیں

فرمایا کہ: "سُبْحَانَ اللهِ" کہنا صدقہ ہے، "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" کہنا صدقہ ہے، "اَللّٰهُ أَكْبَرُ" کہنا صدقہ ہے، "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ" کہنا صدقہ ہے۔ اور نیکی کا حکم کرنا بھی صدقہ ہے۔ اور کسی برائی سے روکنا بھی صدقہ ہے ___ یہاں تک اگر میاں بیوی

کے درمیان آپس کے خصوصی تعلقات ہوتے ہیں وہ قائم کرے تو وہ بھی صدقہ ہے۔۔۔ جب آپ نے یہ بات ارشاد فرمائی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ یارسول اللہ یہ جو آپ نے فرمایا کہ میاں بیوی کے باہمی جنسی تعلقات قائم کرنے پر ثواب ملتا ہے اور یہ بھی صدقہ ہے؟ حالانکہ ہم تو یہ کام اپنی خواہش نفس کو پورا کرنے کے لئے کرتے ہیں کیا اس پر بھی ثواب ملتا ہے؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا یہ بتاؤ کہ اگر کوئی شخص اپنی خواہش نفس حرام طریقے سے پوری کرتا تو گناہ ہوتا یا نہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ضرور گناہ ہوتا۔ آپ نے فرمایا کہ جب اس شخص نے حرام طریقے کو چھوڑ کر حلال طریقے سے اپنی خواہش پوری کی تو اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کو اس پر اجر و ثواب ملتا ہے۔۔۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہر طرح سے اپنے پر پھیلائے ہوئے ہے کہ ہمارے ہر ہر عمل پر صدقہ دیا جارہا ہے۔

صرف زاویۂ نگاہ بدلنے کی ضرورت ہے

ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ بھائی! صرف زاویۂ نگاہ بدلنے کی بات ہے پھر تو ساری زندگی تمہارے لئے صدقہ ہے۔ جو کچھ عمل کر رہے ہو وہ سب صدقہ ہے۔ کھانا بھی صدقہ، پینا بھی صدقہ، بیوی بچوں کے ساتھ ہنسنا بولنا بھی صدقہ، سارے کام صدقہ صرف یہ کہ تم اپنا زاویۂ نگاہ بدل لو کہ یہ کام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سنت میں کررہا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق کررہا ہوں۔ جب زاویۂ نگاہ بدل لوگے تو پھر جو کمارہے ہو وہ بھی صدقہ، جو کھارہے ہو وہ بھی صدقہ، جو تفریح کررہے ہو وہ بھی صدقہ، جو ہنسا بولنا کررہے ہو وہ

بھی صدقہ، اور یہ نماز روزہ بھی صدقہ ___ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہمارا زاویہ نگاہ درست فرمادے اور ہماری پوری زندگی میں اپنی اطاعت کا جذبہ ہمارے دلوں میں پیدا فرمادے اور اپنے بزرگوں کے بتائے ہوئے طریقوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمادے ___ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

***

*

پہلے قدم بڑھاؤ

پھر اللہ کی مدد آئیگی

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ضبط وترتیب

مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب

استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی

میمن اسلامک پبلشرز

خطاب : شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ضبط و ترتیب : مولانا محمد عبداللہ میمن

مقام : جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللھم صل علی محمد
وعلی آل محمد کما صلیت
علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم
انک حمید مجید ؕ
اللھم بارک علی محمد وعلی
آل محمد کما بارکت علی
ابراھیم وعلی آل ابراھیم
انک حمید مجید ؕ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پہلے قدم بڑھاؤ

پھر اللہ کی مدد آئیگی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ. وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا. مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا. اَمَّا بَعْدُ!

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْه، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِيْمَا يَرْوِيْهِ عَنْ رَبِّهٖ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ: اِذَا تَقَرَّبَ الْعَبْدُ اِلَيَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ ذِرَاعًا وَاِذَا تَقَرَّبَ اِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا، وَاِذَا اَتَانِيْ يَمْشِيْ اَتَيْتُهٗ هَرْوَلَةً.

(صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب ذکر النبی ﷺ حدیث نمبر ۷۵۳۶)

(ریاض الصالحین باب فی المجاهدة حدیث نمبر ۹۶)

حدیث قدسی

یہ حدیث قدسی ہے، حدیث قدسی اس کو کہتے ہیں جس میں حضور اقدس ﷺ اللہ تعالیٰ کی بات نقل فرمائیں ___ حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے ارشاد فرمایا: کہ جب کوئی بندہ ایک بالشت کے برابر میرے قریب آتا ہے میری طرف آگے بڑھتا ہے یعنی میرے راستے پر چلتا ہے تو میں ایک گز اس کے قریب آجاتا ہوں۔ یعنی وہ ایک بالشت بڑھا اور میں ایک گز اس کی طرف بڑھ جاتا ہوں۔ اور جو بندہ ایک گز کے برابر میرے قریب آتا ہے تو میں دو ہاتھ کے برابر اس کی طرف قریب آجاتا ہوں۔ اور جو شخص میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کے پاس دوڑ کر آتا ہوں۔

اللہ کے قریب آنے کی مثال

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو بھی میرا بندہ میری طرف میرے راستے میں بڑھنے کی کوشش کرتا ہے تو جتنے قدم وہ اٹھاتا ہے میں اس کے مقابلے میں کہیں زیادہ اس کو اپنے قریب کرلیتا ہوں ___ یہ جو فرمایا کہ اگر وہ چل کر آتا ہے تو میں دوڑ کر آتا ہوں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بہت پیاری مثال سے سمجھایا کہ اس کی مثال یوں سمجھو جیسے ایک چھوٹا بچہ ہے۔ وہ بچہ چلنا نہیں جانتا۔ اس کا باپ یہ چاہتا ہے کہ میں اپنے بچے کو چلنا سکھاؤں۔ تو اب وہ باپ تھوڑی دور کھڑا ہو جاتا ہے اور بچے سے کہتا ہے کہ بیٹا میرے پاس آؤ اور قدم بڑھاؤ اور اس بچے کو قدم بڑھانا آتا نہیں ___ اب جیسے ہی

اس بچے نے ایک قدم بڑھایا تو گرنے لگا تو باپ اس بچے کو گرنے نہیں دیتا، بلکہ دوڑ کر اس بچے کے پاس آجاتا ہے اور اس بچے کو گود میں اٹھالیتا ہے کہ میرا بچہ میرے حکم کے مطابق چلنا چاہ رہا ہے، قدم بڑھا رہا ہے، لیکن بچارہ گر رہا ہے، میں اس کو اٹھالیتا ہوں۔

یہ بشارت ہے

حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں کہ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ جب میرا بندہ میری طرف ایک بالشت یا ایک گز میرے قریب آتا ہے یا میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کو گرنے نہیں دوں گا۔ بلکہ آگے بڑھ کر دوڑ کر اس کو اٹھا لونگا۔ یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے راستوں پر چلنے والوں کے لئے بشارت ہے۔

بندہ اپنے حصے کا کام کرتا ہے یا نہیں

اور درحقیقت اللہ تعالیٰ یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ میرا بندہ میری طرف آنا چاہ رہا ہے یا نہیں؟ میرا بندہ اپنے حصے کا کام کر رہا ہے یا نہیں؟ اگر وہ بندہ اپنے حصے کا اتنا کام کر رہا ہے جو اس کی قدرت میں ہے اور جو اس کی استطاعت میں ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کی تکمیل خود فرمادیتے ہیں۔ پھر اگر بندہ گر بھی جائے تو انشاء اللہ کوئی پرواہ نہیں۔

روزانہ صبح اللہ تعالیٰ سے عہد و پیمان کرلو

ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ روزانہ صبح اٹھ کر اللہ تعالیٰ سے عہد و پیمان کرلیا کرو کہ یا اللہ! آج کا دن شروع ہو رہا ہے ور جب میں اپنے کاروبار زندگی میں نکلوں گا تو خدا جانے گناہوں کے کیا کیا محرکات اور کیا کیا دواعی سامنے آئیں گے۔ کیسے کیسے حالات میرے اوپر گزریں گے میں اس وقت آپ کی بارگاہ میں بیٹھ کر عزم کر رہا ہوں اور ارادہ کر رہا ہوں کہ آپ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق چلوں گا۔ اور آپ کی رضا کے راستے پر چلنے کی کوشش کروں گا۔ لیکن یا اللہ، مجھے اپنی طاقت اور ہمت پر بھروسہ نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ میں گر پڑوں اور لڑکھڑا جاؤں تو اے اللہ جہاں پر میں گرنے لگوں اور لڑکھڑانے لگوں تو اے اللہ: اپنی رحمت سے مجھے اس وقت تھام لیجئے گا اور مجھے غلط راستے سے بچا لیجئے گا۔ اے اللہ میرے اندر ہمت نہیں۔ حوصلہ نہیں۔ ہمت دینے والے بھی آپ ہیں۔ حوصلہ دینے والے بھی آپ ہیں۔ اپنی رحمت سے مجھے ہمت اور حوصلہ عطا فرما دیجئے اور اس کے بعد اگر میں گرا تو اے اللہ! آپ مجھ سے مواخذہ نہ فرمایئے گا۔ اور پھر میری گرفت نہ فرمایئے گا۔ آپ اگر نہیں تھامیں گے تو میں گمراہ ہو جاؤں گا ______ روزانہ صبح کے وقت یہ عہد و پیمان کرلیا کرو۔

صبح کو یہ آیت پڑھا کرو

اس کے بعد پھر حتی الامکان ہر عمل کے وقت بچنے کی پوری کوشش کرو، اس کے

باوجود بھی اگر بھول چوک سے بتقاضۂ بشریت لڑکھڑا بھی گئے تو اس وقت فوراً استغفار کرلو۔ اور توبہ کرلو۔ انشاء اللہ دوبارہ اللہ کی رحمت سے پھر صحیح راستے پر آجاؤ گے۔ اور حضرت والا فرمایا کرتے تھے کہ صبح فجر کی نماز کے بعد وظائف اور تسبیحات وغیرہ پڑھ کر یہ آیت پڑھا کرو۔

إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

(سورۃ الأنعام: آیت نمبر ۱۶۲)

اے اللہ، میری نماز، میری عبادت، میرا جینا، میرا مرنا سب آپ کے لئے ہے، میں اس وقت ارادہ کر رہا ہوں کہ جو کچھ کروں گا سب آپ کی رضا کے مطابق کروں گا۔ لیکن مجھے اپنی ذات پر بھروسہ نہیں۔ نہ جانے کہاں لڑکھڑا جاؤں، آپ میری مدد فرمائیں۔ یہ سب کرنے کے بعد پھر کاروبار زندگی کے اندر نکلو۔ انشاء اللہ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد ہوگی۔ روزانہ یہ عمل کرو پھر دیکھو۔ کیا سے کیا ہوجاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائیں گے۔

روزانہ عزم تازہ کرو

پھر جب دوسرا دن آئے تو دوبارہ عزم تازہ کرلو۔ اور سابقہ دن کے گناہوں پر استغفار اور توبہ کرو۔ یہ سب کام کر کے دیکھو۔ کرنے سے ہوتا ہے، بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کو تو گناہ کرنے کی چھٹی مل گئی کہ روزانہ گناہ کرتا رہے اور توبہ اور

استغفار کرلے۔ اور روزانہ عزم تازہ کرلے۔ اور بس۔ یادرکھو، جو شخص روزانہ صبح کے وقت اللہ تعالیٰ سے عرض معروض کرے گا انشاء اللہ وہ شخص گناہوں سے محفوظ رہے گا۔ اور اگر کبھی بتقاضہ بشری گناہ ہو بھی گیا تو توبہ کی توفیق ہو جائے گی۔ استغفار کی توفیق ہو جائے گی انشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو بھی اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ــــ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

***

*

اللہ کا بندوں سے عجیب خطاب

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ضبط و ترتیب

مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب

استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی

میمن اسلامک پبلشرز

خطاب : شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ضبط و ترتیب : مولانا محمد عبداللہ میمن

مقام : جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھم صل علی محمد
وعلی ال محمد کما صلیت
علی ابراھیم وعلی ال ابراھیم
انک حمید مجید
اللّٰھم بارک علی محمد وعلی
ال محمد کما بارکت علی
ابراھیم وعلی ال ابراھیم
انک حمید مجید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کا بندوں سے عجیب خطاب

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا۔ اَمَّا بَعْدُ!

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْمَا یَرْوِیْ عَنِ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اَنَّہٗ قَالَ: یَا عِبَادِیْ: اِنِّیْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰی نَفْسِیْ وَجَعَلْتُہٗ بَیْنَکُمْ مُحَرَّماً، فَلَا تَظَالَمُوْا، یَا عِبَادِیْ: کُلُّکُمْ ضَالٌّ اِلَّا مَنْ ھَدَیْتُہٗ فَاسْتَھْدُوْنِیْ اَھْدِکُمْ، یَا عِبَادِیْ کُلُّکُمْ جَائِعٌ اِلَّا مَنْ اَطْعَمْتُہٗ، الخ

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ باب تحریم الظلم حدیث ۲۵۷۷)

(ریاض الصالحین باب فی المجاھدۃ حدیث نمبر ۱۱۱)

حدیث قدسی کا مطلب؟

یہ ایک حدیث قدسی ہے، اور جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں کہ حدیث قدسی وہ

حدیث ہوتی ہے جس میں نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کی کوئی بات نقل فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ___ اللہ تعالیٰ کا ایک کلام تو قرآن کریم کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے۔ وہ قرآن تو لفظاً اور معناً دونوں اعتبار سے منزل من اللہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا ایک کلام وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو قرآن کریم کے علاوہ پہنچایا ہے۔ اس کے الفاظ کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہوں۔ لیکن اس کے معنی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتے ہیں ___ بہرحال یہ حدیث قدسی ہے۔

میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کرلیا ہے

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں کہ پوری عالم انسانیت سے خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کرلیا ہے۔ کیا مطلب؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ کو ظلم کرنے کی قدرت تو ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے تو کوئی چیز خارج نہیں ہے۔ لیکن میں نے یہ طے کرلیا ہے کہ میں کسی بھی اپنے ادنیٰ بندے پر کبھی ظلم نہیں کروں گا۔

وَمَآ أَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ

(سورۃ ق: ۲۹)

میں اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں۔ تو میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کرلیا۔ حالانکہ مجھے ظلم کرنے پر قدرت بھی تھی۔ اور اگر میں ظلم کرتا تو کوئی میرا ہاتھ پکڑنے والا بھی نہیں تھا۔ کوئی مجھے ملامت کرنے والا بھی نہیں تھا۔ کسی کے سامنے مجھے جواب دہی بھی نہیں کرنی تھی۔ اس کے باوجود میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کرلیا کہ میں اپنے کسی

بندے پر اپنی کسی مخلوق پر ظلم نہیں کروں گا۔

اللہ تعالیٰ کے اخلاق اختیار کرو

وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا

اور جس طرح میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کرلیا۔ اسی طرح تمہارے درمیان بھی ظلم کو حرام کردیا کہ کوئی بندہ کسی دوسرے پر ظلم نہ کرے۔ لہٰذا ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو ___ پہلے یہ فرمایا کہ میں نے اپنے اوپر ظلم حرام کرلیا۔ اس سے اشارہ اس بات کی طرف فرمایا کہ بندے کو حکم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اخلاق کو اختیار کرے۔ فرمایا:

تَخَلَّقُوا بِأَخْلَاقِ اللهِ

اللہ تعالیٰ کے اخلاق اختیار کرو ___ اللہ تعالیٰ رحیم و کریم ہیں۔ تم بھی اپنے ہم جنسوں پر رحم کرو ___ یہ حکم دیا گیا۔ لہٰذا اس کا بھی تقاضہ یہ ہے کہ کسی بندے پر ظلم نہ کیا جائے۔

تم بھی ظلم سے اجتناب کرو

دوسرا اشارہ اس طرف فرمایا کہ میں نے باوجود قدرت کے کہ مجھے ظلم کرنے کی قدرت تھی اور کوئی ہاتھ پکڑنے والا نہیں تھا۔ کوئی جواب طلب کرنے والا نہیں۔ اس کے باوجود میں ظلم نہیں کرتا۔ تو اے میرے بندو۔ تم کو اور زیادہ ظلم سے اجتناب کرنا چا۔ کیونکہ تمہیں میرے پاس آنا ہے اور جوابدہی کرنی ہے۔

مجھ سے ہدایت مانگو، ہدایت دوں گا

آگے فرمایا:

" یَا عِبَادِیْ: کُلُّکُمْ ضَالٌّ اِلَّا مَنْ ھَدَیْتُهٗ فَاسْتَھْدُوْنِیْ اَھْدِکُمْ "

اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو۔ مگر وہ شخص جسے میں ہدایت دیدوں۔ ہدایت اور ضلالت میرے قبضے میں ہے ___ کوئی شخص چاہے کہ میں اپنے طور پر ہدایت حاصل کرلوں۔ وہ ایسا نہیں کرسکتا۔ لہٰذا تم مجھ سے ہدایت مانگو۔ میں تمہیں ہدایت دوں گا۔ یعنی تم جو دعا مانگتے ہو، اس دعا کے اندر ہدایت بھی مانگو کہ یا اللہ! مجھے ہدایت عطا فرمادے ___ اسی لئے قرآن کریم کی تمام دعاؤں کا خلاصہ یہ دعا ہے کہ:

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔

اے اللہ! ہمیں صراط مستقیم کی ہدایت دیدے۔ اس لئے ہمارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ دعا پورے قرآن کریم کا خلاصہ ہے اور قرآن کریم کھولتے ہی پہلی چیز یہی سکھائی کہ:

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۞ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ

(سورۃ الفاتحۃ: ۶-۵)

تو اللہ تعالیٰ کے حضور اس کو کثرت سے پڑھتے رہو، اور مانگتے رہو کہ یا اللہ مجھے ہدایت دے دیجئے۔

ہر کام کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نمازوں کے اندر تو یہ کلمات "اِھْدِنَا

الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ" پڑھتے ہی تھے۔ بلکہ عام دعاؤں میں آپ ہدایت ان الفاظ سے مانگتے۔ "اَللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ وَسَدِّدْنِیْ" اے اللہ! مجھے ہدایت عطا فرمایئے اور مجھے سیدھے راستے پر رکھئے ___ میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہٗ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔ ساری عمر ان کا یہ معمول رہا کہ جب کبھی کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے میں کشمکش پیش آتی کہ یہ کام کروں یا نہ کروں، تو ایک لمحہ کے لئے دل ہی دل میں فوراً یہ دعا پڑھ لیتے۔

اَللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ وَسَدِّدْنِیْ ___ اور ___ اَللّٰهُمَّ خِرْلِیْ وَاخْتَرْلِیْ

اے اللہ۔ میرے سامنے یہ کشمکش پیش آرہی ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ میرے لئے کیا بہتر ہے۔ اے اللہ آپ مجھے ہدایت دے دیجئے۔ آپ کے نزدیک جو صورت بہتر ہو۔ وہ اختیار کرلوں ___ لہٰذا جب بھی کوئی کشمکش پیش آئے۔ اور دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ یہ کام کروں یا نہ کروں۔ فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو۔ اور اس سے ہدایت طلب کرو۔ بہرحال اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مجھ سے ہدایت مانگو میں تمہیں ہدایت دوں گا۔

کھانا مجھ سے طلب کرو میں دوں گا

يَا عِبَادِي: كُلُّكُمْ جَائِعٌ إِلَّا مَنْ أَطْعَمْتُهُ فَاسْتَطْعِمُونِي أُطْعِمْكُمْ

اے میر بندوں! تم میں سے ہر شخص بھوکا ہے۔ سوائے اس کے جس کو میں کھانا دوں ___ لہٰذا تم مجھ سے کھانا طلب کرو۔ میں تمہیں کھانا کھلاؤں گا۔ کتنا ہی بڑا سرمایہ دار ہو۔ مگر وہ کھانا اللہ تعالیٰ سے مانگے۔ چاہے گھر کے اندر ساری دنیا کی نعمتیں رکھی ہوں۔ لیکن کھانا اللہ تعالیٰ سے مانگے۔

دسترخوان اٹھاتے وقت دعا

غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلَا مَكْفُوْرٍ وَلَا مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا

(بخاری، کتاب الاطعمۃ، باب مایقول اذا فرغ من طعامہ، حدیث: ۵۴۵۹)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ کھانے کے بعد جب دسترخوان اٹھایا جاتا تو دعا پڑھتے۔ یا اللہ، یہ کھانا جواب واپس جا رہا ہے ___ اور نفسیاتی بات ہے کہ جب آدمی کھانا کھالیتا ہے اور اس کا پیٹ بھر جاتا ہے۔ تو وہی کھانا جس کی طرف بڑی رغبت تھی اور بڑا شوق تھا۔ اور دل چاہ رہا تھا کہ جلدی سے کھاؤں۔ اب پیٹ بھرنے کے بعد اسی کھانے سے نفرت ہو جاتی ہے۔ اور اب کھانے کی طرف دیکھنے کو بھی دل نہیں چاہتا ___ اور اب اس کھانے کو اس طرح دور کرتا ہے جیسے وہ کھانا بڑی حقیر چیز ہے۔ حالانکہ ابھی دس منٹ پہلے اس کھانے کی طرف بڑے شوق کا اظہار کر رہا تھا۔ اب تھوڑی دیر کے بعد نفرت سے ہٹا رہا ہے۔ اس موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا تلقین فرمائی کہ:

غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلَا مَكْفُوْرٍ وَلَا مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا

یا اللہ: یہ کھانا میں اس لئے نہیں ہٹا رہا کہ معاذ اللہ میرے دل میں اس کی نفرت ہے۔ یا حقارت ہے، یا میں اس سے مستغنی اور بے نیاز ہوں۔ میں تو اس کو اس طرح ہٹا رہا ہوں کہ اس کی طرف میں اپنی احتیاج بھی ظاہر کر رہا ہوں۔ میں اس کا محتاج ہوں۔ البتہ اس وقت میرا پیٹ بھر گیا ہے اس وجہ سے ہٹا رہا ہوں ___ "وَلَا مَكْفُوْرٍ" اس کو ہٹانے سے ناشکری مقصود نہیں ___ "وَلَا مُوَدَّعٍ" یہ نہیں کہ ہمیشہ کے لئے میں

اس کو اپنے پاس سے رخصت کر رہا ہوں۔ بلکہ مجھے دوبارہ اس کھانے کی ضرورت
پڑیگی۔ ''وَلَا مُسْتَغْنیٍ عَنْهُ'' اور میں اس کھانے سے بے نیاز بھی نہیں ہوں۔ لہذا
کھانا بھی اللہ تعالیٰ سے مانگو۔ یا اللہ، بھوک لگ رہی ہے کھانا دے دیجئے۔ اس لئے
کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مجھ سے کھانا مانگو میں تمہیں کھانا دوں گا۔

لباس مجھ سے مانگو میں دوں گا

یَاعِبَادِیْ: کُلُّکُمْ عَارٍ اِلَّا مَنْ کَسَوْتُهُ

اے بندوں: تم میں سے ہر شخص برہنہ ہے۔ سوائے اس کے جس کو میں
ے دوں۔ لہذا تم مجھ سے لباس مانگو۔ میں تم کو لباس دوں گا۔۔۔ آج ہمارے
ماغ میں یہ بات آتی ہے کہ میں نے اپنے قوت بازو سے یہ لباس حاصل کیا
۔ ارے تم کیا ہو؟ اور تمہاری قوت بازو کیا ہے؟ اگر میں دینے کا ارادہ نہ کرتا تو
ری یہ مجال تھی کہ تم اس کو حاصل کر لیتے۔ اس وجہ سے جب تم لباس پہنو تو تم میری
رت اور میری رحمت سے مانگ کر لباس پہنو۔ اس لیے حضور اقدس ﷺ جب
س تبدیل کرتے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے اور یہ دعا پڑھتے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ کَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِیْ حَیَاتِیْ

اور اس کے ذریعہ اپنی احتیاج کا اظہار فرماتے کہ میں اس لباس کا محتاج ہوں۔

سے مغفرت طلب کرو میں دوں گا

آگے فرمایا:

يَا عِبَادِي: إِنَّكُمْ تُخْطِئُونَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَأَنَا أَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا فَاسْتَغْفِرُونِي أَغْفِرْ لَكُمْ.

اے میرے بندوں!: تم دن رات خطائیں کرتے رہتے ہو۔ اور میں سارے گناہوں کو معاف کرنے والا ہوں۔ لہٰذا تم مجھ سے استغفار کرو۔ مجھ سے مغفرت مانگو، میں تمہاری مغفرت کردونگا ___ مطلب یہ ہے کہ تم گناہوں کی وجہ سے مایوس مت ہوجاؤ جب گناہ ہوجائے مجھ سے استغفار کرو۔ اور آئندہ کے لئے گناہ نہ کرنے کا تہیہ کرو۔ میں تمہاری مغفرت کردوں گا۔

تم مجھے نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتے

آگے فرمایا:

يَا عِبَادِي: إِنَّكُمْ لَنْ تَبْلُغُوا ضَرِّي فَتَضُرُّونِي، وَلَنْ تَبْلُغُوا نَفْعِي فَتَنْفَعُونِي.

اے میرے بندوں! تم سب ایڑی چوٹی کا زور لگا کر مجھے نقصان پہنچانا چاہو تو تم کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے ___ چاہے تم میرا انکار کرلو۔ یا تم میرا استہزاء کرلو معاذ اللہ ___ یا مجھ سے شکوہ کرلو۔ یا میرا گلہ کرلو۔ تم کچھ بھی کرلو لیکن تم مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتے ___ اور اگر تم ایڑی چوٹی کا زور لگا کر مجھے کوئی نفع پہنچانا چاہو۔ تو فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔

تم میری سلطنت میں اضافہ نہیں کر سکتے

آگے فرمایا:

يَا عِبَادِيْ: لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوْا عَلٰى اَتْقٰى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ مَازَادَ ذٰلِكَ مِنْ مُلْكِيْ شَيْئًا

اے میرے بندو! اگر تم سب اگلے پچھلے جو مر چکے ہیں۔ وہ سب جمع ہو جائیں اور سارے انسان اور سارے جنات جمع ہو جائیں اور سب مل کر تم میں سے جو سب سے زیادہ اعلیٰ درجے کا متقی انسان ہے سب انسان اور سارے جنات اس جیسے متقی ہو جائیں۔ اور سب سے زیادہ متقی انسان نبی کریم ﷺ ہیں۔ تو تم سب کے اس طرح متقی بن جانے سے میری سلطنت میں ایک حبہ اضافہ نہیں ہوتا۔

تم میری سلطنت میں کمی نہیں کر سکتے

آگے فرمایا:

يَا عِبَادِيْ: لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوْا عَلٰى اَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ مَانَقَصَ ذٰلِكَ مِنْ مُلْكِيْ شَيْئًا

اور اگر تمہارے سارے اگلے پچھلے اور تمہارے سارے انسان اور جنات سب مل کر ایسے ہو جائیں جیسے تم میں سے سب سے زیادہ فاسق انسان ہو۔ اور سب سے زیادہ گناہ گار انسان کی طرح بن جائیں تب بھی میری سلطنت میں ایک ذرہ بھی کمی نہیں آئے گی۔ لہٰذا تمہارے تقویٰ کا مجھے کوئی فائدہ نہیں۔ اور تمہارے فسق و فجور کا مجھے کوئی نقصان نہیں۔

میری ملکیت میں ذرہ برابر کمی نہیں آئے گی

آگے فرمایا:

یَا عِبَادِیْ: لَوْ اَنَّ اَوَّلَکُمْ وَاٰخِرَکُمْ وَاِنْسَکُمْ وَجِنَّکُمْ قَامُوْا فِیْ صَعِیْدٍ وَّاحِدٍ فَسَاَلُوْنِیْ فَاَعْطَیْتُ کُلَّ اِنْسَانٍ مَسْاَلَتَهٗ مَا نَقَصَ ذٰلِکَ مِمَّا عِنْدِیْ اِلَّا کَمَا یَنْقُصُ الْمِخْیَطُ اِذَا اُدْخِلَ الْبَحْرَ.

اے میرے بندوں! اگر تمہارے سب اگلے اور پچھلے سارے انسان اور جنات اگر سب ایک جگہ جمع ہو کر کھڑے ہو جائیں۔ اور سب مل کر مجھ سے کوئی دعا مانگیں۔ کوئی چیز مانگیں اور میں سب کو وہ چیز دے دوں جو وہ مانگیں تب بھی میری ملکیت میں اتنی کمی نہیں آتی۔ جتنی کہ سمندر میں ایک سوئی کے ڈبونے سے کمی آجاتی ہے ___ اگر سمندر میں سوئی ڈبو دو اور پھر نکال لو، اور جتنا پانی اس کے ناکے میں لگا اور اس نے سمندر کے پانی میں جتنی کمی پیدا کی اتنی کمی بھی میری ملکیت میں نہیں آتی ___ کہنا یہ چاہتے ہیں کہ تم مجھ سے مانگتے ہوئے شرماؤ نہیں۔ مجھ سے مانگتے ہوئے یہ نہ سوچو کہ بہت کچھ مانگ لیا اب اور کیا مانگیں۔ ارے مانگو جتنا مانگ سکتے ہو مانگو۔ اگر تمہاری مصلحت کے مطابق ہوگا تو ضرور دیا جائے گا۔

عذاب کی صورت میں اپنے آپ کو ملامت کرنا

آگے فرمایا:

یَا عِبَادِیْ: اِنَّمَا ھِیَ اَعْمَالُکُمْ اُحْصِیْھَا لَکُمْ ثُمَّ اُوَفِّیْکُمْ اِیَّاھَا.

فَمَنْ وَجَدَ خَيْرًا فَلْيَحْمَدِ اللهَ، وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَلَا يَلُوْمَنَّ إِلَّا نَفْسَهٗ.

اے میرے بندوں! یہ تمہارے اعمال ہیں جو تم کر رہے ہو یہ سب اعمال ہمارے پاس محفوظ ہو رہے ہیں۔ یہ سب ریکارڈ ہو رہے ہیں۔ ایک وقت ایسا آئے گا جب میں تمہیں ان اعمال کا صلہ اور بدلہ پورا پورا دوں گا۔ لہٰذا ان اعمال کے نتیجے میں اگر اس کو اس وقت بھلائی ملے اور اچھا بدلہ ملے تو وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ اس کو اعمال کے بدلے میں نیک صلہ مل گیا۔ اور جس شخص کو ان اعمال کے بدلے میں بھلائی نہ ملے بلکہ عذاب کا سامنا کرنا پڑے تو وہ شخص صرف اپنے آپ کو ملامت کرے۔ کسی اور کو ملامت نہ کرے۔ اس لئے کہ یہ سزا اس کو اس کے اعمال کی وجہ سے مل رہی ہے۔ ظلم کی وجہ سے نہیں مل رہی ہے۔ ظلم کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ نے شروع ہی میں فرمادیا کہ میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کرلیا ہے۔ بلکہ ہم نے تمہیں کتنی مرتبہ دعوتیں دیں کہ مجھے پکارو مجھ سے مانگو۔ مجھ سے مغفرت طلب کرو۔ مجھ سے رزق مانگو۔ مجھ سے کھانا مانگو۔ مجھ سے لباس طلب کرو۔ اس کے باوجود اگر آخرت میں تمہارا انجام برا ہو رہا ہے تو یہ تمہاری اپنی نادانی کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ لہٰذا تم اپنے آپ کو ملامت کرنا۔ کسی اور کو ملامت مت کرنا۔

بہت ادب کے ساتھ یہ حدیث سناتے

بہرحال یہ حدیث قدسی ہے۔ اور آخر میں راوی نے فرمایا کہ:

كَانَ أَبُوْ إِدْرِيْسَ إِذَا حَدَّثَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ جَثَا عَلٰى رُكْبَتَيْهِ

کہ ابو ادریس خولانی جو اس حدیث کے راوی ہیں، وہ جب اس حدیث کو سناتے تو گھٹنے کے بل بیٹھ جایا کرتے تھے اس خیال سے کہ یہ اللہ جل شانہٗ کا عجیب و غریب کلام ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کلام میں اپنے بندوں کے لئے ہدایت کا پورا راستہ تجویز فرما دیا ہے۔ اس لئے بہت اہتمام کے ساتھ اور اعزاز و اکرام کے ساتھ اس حدیث کو بیان فرمایا کرتے تھے۔

اہل شام کے لئے سب سے اشرف حدیث

اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"لَيْسَ لِأَهْلِ الشَّامِ حَدِيْثٌ أَشْرَفُ مِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ"

کہ اہل شام جو احادیث روایت کرتے ہیں۔ اس سے زیادہ افضل اور اس سے اشرف حدیث اور کوئی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو ایسے محبت کے انداز سے خطاب فرمایا ہے کہ اس کی کوئی نظیر نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس حدیث کے تقاضوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ___ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

اللہ کے ولی کو تکلیف دینے

پر اعلان جنگ

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

٭

ضبط و ترتیب

مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب

استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی

میمن اسلامک پبلشرز

خطاب : شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ضبط و ترتیب : مولانا محمد عبداللہ میمن

مقام : جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھم صل علی محمد
وعلی آل محمد کما صلیت
علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم
انک حمید مجید
اللّٰھم بارک علی محمد وعلی
آل محمد کما بارکت علی
ابراھیم وعلی آل ابراھیم
انک حمید مجید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کے ولی کو تکلیف دینے

پر اعلان جنگ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا۔ اَمَّا بَعْدُ!

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ قَالَ: مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ.

(صحیح بخاری: کتاب الرقاق، باب التواضع: حدیث ۶۵۰۲)

(ریاض الصالحین باب المبادرۃ الی الخیرات: حدیث نمبر ۹۵)

حدیث قدسی کیا ہے؟

وہ حدیث جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا کوئی ارشاد نقل فرمایا ہو۔ اس کو ''حدیث قدسی'' کہتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نقل فرما رہے ہیں ۔۔۔۔ قرآن کریم اور ''حدیث قدسی'' میں یہ فرق ہے کہ

قرآن کریم میں الفاظ بھی اللہ تعالیٰ کے ہوتے ہیں اور معانی بھی اللہ تعالیٰ کے ہوتے ہیں۔ اور حدیث قدسی میں یہ ضروری نہیں کہ الفاظ اللہ تعالیٰ کے ہوں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کے معانی حضور اقدس ﷺ کے دل میں ڈال دیتے ہیں اور پھر حضور اقدس ﷺ ان معانی کو بعض اوقات اپنے الفاظ میں تعبیر فرماتے ہیں۔

اس سے اعلانِ جنگ ہے

بہرحال، یہ حدیث قدسی ہے جس میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فرماتے ہیں کہ جو شخص میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے تو اس کے خلاف میرا اعلان جنگ ہے ____ یہ زبردست کلمہ ہے کہ اس سے میری جنگ ہے۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ کسی اللہ کے ولی کے ساتھ کبھی کوئی گستاخی نہ کرے۔ اگر کسی معاملے میں اولیاء اللہ سے کچھ اختلافات بھی ہوں تو اس کو اختلاف کی حد تک رکھے۔ اور ان کے خلاف زبان سے کوئی گستاخی کا بے ادبی کا کلمہ نہ نکالے۔ اس کے نتیجے میں اللہ کی طرف سے وبال کا اندیشہ ہے اور بعض اوقات یہ وبال دنیا میں آجاتا ہے۔

اللہ سے دشمنی پر اعلانِ جنگ کیوں نہیں؟

یہاں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عجیب بات ارشاد فرمائی: وہ یہ کہ بعض لوگ اس حدیث کو سن کر یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ عجیب بات ہے کہ جو شخص ولی اللہ سے دشمنی کرے تو اس کے خلاف اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان جنگ ہو رہا ہے اور دنیا ہی میں اس پر وبال آجاتا ہے ____ حالانکہ بہت

سے لوگ اللہ تعالیٰ سے دشمنی رکھتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے وجود کا انکار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار کرتے ہیں۔ اس کے احکام کا کھلم کھلا انکار کرتے ہیں۔ بعض لوگ اللہ تعالیٰ کی توہین تک کرتے ہیں ___ ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ ان کے خلاف میرا اعلان جنگ ہے، اور نہ ان کے بارے میں یہ آتا ہے کہ دنیا کے اندر ان کے اوپر وبال نازل ہوگا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

کوئی شیر کے بچے کو چھیڑے تو

ایک وعظ میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب دیا، فرمایا کہ کبھی تم نے شیرنی کو دیکھا؟ اگر کوئی شخص جا کر اس شیرنی کو چھیڑے تو چونکہ شیر بڑا باوقار جانور ہے چاہے وہ مذکر ہو یا مؤنث ہو۔ یہ اس وقت تک کسی پر حملہ آور نہیں ہوتا جب تک کہ کوئی اس کو ستائے نہیں۔ اِلّا یہ کہ بہت بھوکا ہو ___ اس لئے اگر کوئی شخص جا کر شیرنی کو چھیڑے اور اس کو کنکر مارے تو وہ بس نظر اٹھا کر دیکھے گی۔ لیکن اس کا کوئی نوٹس نہیں لے گی۔ لیکن اگر کوئی شخص اس شیرنی کے بچوں کو چھیڑے تو وہ جان کو آجائے گی۔

اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں بے نیاز ہیں

اسی طرح اللہ جل شانہ اپنی ذات کے بارے میں بے نیاز ہیں۔ چاہے ان کی شان میں گستاخی کرے برا بھلا کہے۔ اس سے فوری بدلہ نہیں لیتے۔ آخر میں حساب کتاب کے بعد جو انجام ہونا ہے وہ ہو جائے گا۔ لیکن جو اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں جو اولیاء اللہ ہیں۔ اگر کوئی ان کو برا کہے یا ان کی شان میں گستاخی کرے تو دنیا ہی میں اس پر وبال آجائے گا ___ اس لئے اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ جو شخص میرے ولی سے دشمنی رکھے میرا اس کے خلاف اعلان جنگ ہے۔

فرائض سے تقرب حاصل ہوتا ہے

پھر آگے ارشاد فرمایا:

وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِيْ بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ.

فرمایا کہ میرے بندے جتنے کام میرا تقرب حاصل کرنے کے لئے کرتے ہیں، جتنی عبادتیں کرتے ہیں۔ ان میں سب سے محبوب مجھے وہ کام ہیں جو میں نے ان پر فرض کر دیئے ہیں۔ یعنی فرائض کی ادائیگی سے سب سے زیادہ تقریب حاصل ہوتا ہے اور فرائض کی ادائیگی اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے ــــ اس سے اس طرف اشارہ فرمادیا کہ نوافل کے مقابلے میں فرائض کی ادائیگی مقدم ہے۔ بعض لوگ نفلی کام تو بہت کرتے رہتے ہیں۔ لیکن فرائض کی ادائیگی سے غافل ہیں۔ یہ صحیح طریقہ نہیں۔ پہلا کام یہ ہے کہ فرائض کو بروقت اور صحیح طریقے پر انجام دینے کی کوشش کرو۔ اس سے جتنا تقرب حاصل ہوگا۔ نوافل سے اتنا تقرب حاصل نہیں ہوگا۔

وہ شخص سیدھا جنت میں جائے گا

اگر کوئی شخص ایسا ہو جس نے اپنی زندگی میں سارے فرائض ادا کئے ہوں۔ اور گناہوں سے بچتا رہا۔ لیکن عمر بھر میں ایک نفل نماز نہیں پڑھی۔ مرنے کے بعد وہ انشاء اللہ سیدھا جنت میں جائے گا ــــ اور ایک دوسرا شخص ہے جو زندگی میں بہت نوافل پڑھتا رہا، لیکن ساتھ میں کچھ فرائض بھی چھوڑ دیئے یا گناہوں کا ارتکاب کرتا رہا۔ تو اس کے بارے میں آخرت میں پکڑے جانے کا خطرہ ہے۔ اس لئے کہ فرائض کا مقام نوافل پر مقدم ہے ــــ اور اللہ تعالیٰ نے اس حدیث میں یہ بھی فرمادیا کہ جتنا میرا قرب فرائض

کی ادائیگی سے حاصل ہوتا ہے اتنا کسی اور چیز سے حاصل نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے بزرگوں نے فرمایا کہ جس شخص کے ذمے قضا نمازیں ہوں، اس شخص کو چاہئے کہ نوافل کے اوقات میں بھی اپنی قضا نمازیں پڑھنے کی کوشش کرے۔ تاکہ فرائض ادا ہو جائیں۔ ہاں، جب فرائض ادا کر لئے تو اب نوافل سے میرے قرب میں اضافہ ہوگا۔

میں اس سے محبت کرنے لگوں گا

چنانچہ آگے ارشاد فرمایا:

وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ. فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ، وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا. وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا.

یعنی میرا بندہ جتنے نوافل پڑھتا جائے گا۔ جتنی نفلی عبادتیں کرتا جائے گا۔ چاہے وہ نفلی نماز ہو، چاہے وہ نفلی تلاوت ہو، یا تسبیحات ہوں، نفلی ذکر ہو، نفلی صدقہ ہو، کوئی بھی نفلی عبادت ہو، میرا بندہ جتنا ان کو کرتا جائے گا وہ میرے قریب آتا جائے گا۔ اور اتنا قریب آجائے گا یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگوں گا۔

میں اس کے کان، زبان، آنکھ بن جاؤں گا

اور میں اس سے کس درجہ محبت کروں گا؟ فرمایا کہ جب میں اس سے محبت کروں گا تو میں اس کا کان بن جاؤں گا جس سے وہ سنے گا۔ میں اس کی آنکھ بن جاؤں گا جس سے وہ دیکھے گا۔ میں اس کا ہاتھ بن جاؤں گا جس سے وہ پکڑے گا۔ میں اس کا پاؤں بن جاؤں گا جس سے وہ چلے گا ___ کیا مطلب؟ مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد

وہ جو کچھ کرے گا وہ میری منشا کے مطابق کرے گا، میری مرضی کے مطابق کرے گا، جو بات اس کے منہ سے نکلے گی وہ میری مرضی کے مطابق نکلے گی، جو کام اس سے سرزد ہوگا وہ میری مرضی کے مطابق سرزد ہوگا۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

کہ اس کے منہ سے جو کچھ نکلے گا وہ اللہ ہی کا کہا ہوا ہوگا۔ گرچہ وہ بندے کے منہ سے نکل رہا ہے۔ وہ وہی کام کرے گا جو اللہ چاہتا ہے۔

آنکھ، کان، زبان بن جانے کا مطلب

یہ جو فرمایا کہ ''میں اس کی آنکھ بن جاؤں گا جس سے وہ دیکھے گا'' اس کا مطلب یہ ہے کہ اب وہ آنکھ غلط جگہ نہیں پڑ سکتی، اب آنکھ وہی دیکھے گی جس کو میں چاہ رہا ہوں کہ دیکھے، کان وہی سنے گا جس کو میں چاہ رہا ہوں کہ سنے، ہاتھ وہی کام کرے گا جس کو میں چاہ رہا ہوں کہ کرے، پاؤں اسی طرف چلے گا جس طرف میں چاہ رہا ہوں کہ چلے، یہ صورت ہو جائے گی۔

وہ کام ہوں گے جو وہ چاہیں گے

میں نے اپنے شیخ حضرت ڈاکٹر عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ ایک مرتبہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے متعلقین سے فرمایا کہ کیا بتاؤں۔ اب تو ایسا لگتا ہے کہ قدم قدم پر، ہر ہر لمحے مجھ سے یہ کہا جا رہا ہے کہ اب یہ کام کرلو، اب یہ کام کرلو، اب یہ کام کرلو، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ آواز میرے کانوں میں آرہی ہے۔ اور میں اس آواز

کو سن رہا ہوں کہ اب یہ کرلو۔ اب یہ کرلو۔ گویا کہ جو کام ہو رہا ہے وہ ادھر کے اشارے سے ہو رہا ہے۔ اب ہر ایک کے کان میں آواز آنا ضروری نہیں۔ البتہ دل میں بات ہی وہ آئے گی جو وہ چاہیں گے، اور جس سے وہ خوش ہوں گے۔ دل میں اسی کام کا ارادہ پیدا ہو گا جس سے وہ راضی ہوں گے۔ یہ معنی ہیں اس حدیث کے کہ "میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھے گا۔ میں اس کے کان بن جاتا ہوں۔ جس سے وہ سنے گا۔ میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے پکڑے گا۔ میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلے گا۔" یہ مقام اس کو حاصل ہو جاتا ہے۔

نوافل کو معمولات میں شامل کرلیں

بہر حال! نوافل بڑی فضیلت کی چیز ہے۔ آگے فرمایا کہ:

وَاِنْ سَأَلَنِی اَعْطَیْتُ

اس کے بعد جب وہ مجھ سے مانگتا ہے میں اس کو دیتا ہوں۔ اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگتا ہے میں اس کو پناہ دیتا ہوں۔ یہ مقام اس کو کثرت نوافل سے حاصل ہو جاتا ہے۔۔۔ اس لئے انسان کو چاہئے کہ فرائض کے علاوہ نوافل کو بھی اپنے معمولات میں شامل کرے۔ جب وہ نوافل کی کثرت کرے گا تو اس کے نتیجے میں اس کو اللہ تعالیٰ کا یہ تقرب حاصل ہو جائے گا۔

نفلی عبادت انرجی اور طاقت ہے

ہمارے حضرت والا فرمایا کرتے تھے کہ یہ جو نوافل ہیں، چاہے وہ نفلی نماز ہو، یا نفلی ذکر ہو، یا نفلی تلاوت ہو، یہ ایک انرجی اور قوت ہے۔ جب اس کو کرو گے تو

تمہارے اندر ایک قسم کی توانائی حاصل ہو جائے گی۔ اور جب یہ توانائی حاصل ہو جاتی ہے تو نفس کی خواہشات کے ساتھ مقابلہ کرنے میں آسانی ہو جاتی ہے ____ اگر لڑائی کے لئے اسلحہ کے بغیر نکل جاؤ گے تو میدان جنگ میں شکست کھاؤ گے۔ اس لئے میدان جنگ میں انسان کو چاہئے کہ اسلحہ اور بارود لے کر چلے۔ لہٰذا جب صبح کے وقت کاروبار میں نکل رہے ہو تو آگے میدان جنگ آرہا ہے جہاں قدم قدم پر نفس اور شیطان سے لڑائی ہونی ہے۔ اس کے لئے تیار ہو کر جاؤ۔ اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ صبح فجر کی نماز کے بعد تھوڑا سا اللہ کا ذکر کر لو۔ کچھ تلاوت کر لو۔ اس کے ذریعہ اسلحہ سے مسلح ہو کر نکلو گے تو اس سے لڑائی میں قوت حاصل ہو گی۔ اور ان شاء اللہ اس کے نتیجے میں تمہیں غلبہ اور فتح حاصل ہو گی۔ اس لئے فجر کے بعد تلاوت اور تسبیحات کا معمول بنا لو۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو بھی ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ____ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

❋❋❋
❋

سجدوں کی کثرت

اللہ کے قرب کا ذریعہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ضبط و ترتیب

مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب

استاد جامعہ دارالعلوم کراچی

میمن اسلامک پبلشرز

خطاب : شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ضبط وترتیب : مولانا محمد عبداللہ میمن

مقام : جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھم صل علی محمد
وعلی ال محمد کما صلیت
علی ابراھیم وعلی ال ابراھیم
انک حمید مجید ؕ
اللّٰھم بارک علی محمد وعلی
ال محمد کما بارکت علی
ابراھیم وعلی ال ابراھیم
انک حمید مجید ؕ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سجدوں کی کثرت

اللہ کے قرب کا ذریعہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئٰتِ اَعْمَالِنَا. مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ. وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا. اَمَّا بَعْدُ!

عَنْ أَبِيْ فِرَاسٍ رَبِيْعَةَ بْنِ كَعْبٍ الْأَسْلَمِيِّ خَادِمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمِنْ أَهْلِ الصُّفَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ اَبِيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَآتِيْهِ بِوَضُوْئِهٖ وَحَاجَتِهٖ. فَقَالَ سَلْنِيْ: فَقُلْتُ: اَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ. فَقَالَ: اَوَغَيْرَ ذٰلِكَ؟ قُلْتُ: هُوَ ذَاكَ. قَالَ: فَاَعِنِّيْ عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ.

(مسلم شریف، کتاب الصلاۃ، باب فضل السجود والحث علیہ۔ حدیث نمبر ۴۸۹)

(ریاض الصالحین۔ باب فی المبادرۃ الی الخیرات۔ حدیث نمبر ۱۰۶)

صفہ اسلام کی پہلی یونیورسٹی

یہ ایک صحابی ہیں حضرت ربیعہ بن کعب الاسلمی رضی اللہ عنہ، یہ اصحاب صفہ میں سے ہیں۔ آپ حضرات جانتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس گھر کے باہر مسجد نبوی میں ایک چبوترہ تھا، جواب بھی بنا ہوا ہے۔ کچھ اللہ کے بندے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر دین کا علم حاصل کرنے کی خاطر اسی چبوترے پر آپڑے تھے۔ اپنا سب کچھ چھوڑ کر، اپنا گھر بار، اپنا کاروبار، اپنا روزگار چھوڑ کر اس لئے وہاں آپڑے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کا علم حاصل کریں ــــ یہ چبوترہ گویا ''اسلام'' کی پہلی ''یونیورسٹی'' تھی۔ جس میں سب سے پہلے کچھ طلباء نے داخلہ لیا تھا لیکن وہ داخلہ اس طرح کا نہیں تھا کہ طلباء کے نام لکھے جارہے ہیں اور ان کے رجسٹر بنائے جارہے ہیں۔ اور ان کی حاضری ہو رہی ہے، اسی طرح نصابِ تعلیم یہ نہیں تھا کہ کوئی کتاب ہو اور کتاب کے اسباق پڑھائے جارہے ہوں یا کوئی زبان سکھائی جارہی ہو، ایک ایک لفظ کی تعلیم ہو رہی ہو بلکہ ان کا نصاب تعلیم حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے شب و روز تھے۔

ان کا صرف ایک مشغلہ تھا

وہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس صفہ کے چبوترے پر اس لئے آکر پڑ گئے تھے یہ دیکھنے کے لئے کہ صبح سے لے کر شام تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیا کہہ رہے ہیں؟ اور کیا کر رہے ہیں؟ بس اس کو دیکھتے رہیں۔ بس یہی ان کا نصاب تعلیم تھا۔ اسی میں دنیا بھی داخل تھی اور اسی میں دین بھی داخل تھا۔ اسی میں دنیا کی تعلیم تھی اور اسی میں دین کی بھی تعلیم تھی۔ بس سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اداؤں کو دیکھنا اور ان کو محفوظ کرنا اور آپ

کی باتیں سننا اور ان کو یاد کرنا، صبح سے لے کر شام تک کا یہی مشغلہ تھا ___ اس کے علاوہ دنیا کا کوئی مشغلہ نہیں تھا۔

ان کا ذکر، ان کی تمنا، ان کی یاد
وقت کتنا قیمتی ہے آج کل

کہ صبح سے لے کر شام تک ذکر ہے تو صرف نبی کریم ﷺ کا، مشغلہ ہے تو سرکار دو عالم ﷺ کی زیارت کا ___ فکر ہے تو اس بات کی کہ اس بارے میں حضور اقدس ﷺ کی سنت کیا ہے؟ تقریباً ۳۰۰ یا ۳۵۰ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تعداد ہے جو "اصحابِ صفہ" کہلاتی ہے۔

کئی کئی دن کے فاقے گزر جاتے

ان کو اس بات کی فکر نہیں تھی کہ کھانا کہاں سے ملے گا؟ وہاں کوئی مطبخ اور باورچی خانہ نہیں تھا، باقاعدہ کھانے کا کوئی انتظام نہیں ___ بس اللہ کے دین کو محفوظ کرنے کے لئے پڑے ہیں تو اب فاقے بھی گزر رہے ہیں۔ کئی کئی وقت کے فاقے ہو جاتے تھے۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ میں بھوک سے نڈھال ہو کر مسجد نبوی ﷺ کے دروازے پر گر جاتا تھا۔ لوگ یہ سمجھتے تھے کہ اس کو مرگی کا دورہ پڑ گیا ہے ___ اور اس زمانے میں مرگی کے دورے کا علاج یہ سمجھا جاتا تھا کہ جس شخص پر مرگی کا دورہ پڑے تو اسکی گردن پر جوتے سمیت پاؤں رکھا جائے، اس سے مرگی کا دورہ کھل جاتا تھا۔ یہ علاج اس زمانے میں مشہور تھا ___ چنانچہ لوگ میری گردن پر پاؤں رکھ کر گزرتے تھے ___ خدا کی قسم، میرے اوپر مرگی کا دورہ نہیں ہوتا

تھا بلکہ میں بھوک کی وجہ سے نڈھال ہو کر پڑا ہوتا تھا۔ اس حالت میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پڑے رہتے تھے۔ صرف اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سن لیں اور آپ کا چہرۂ انور دیکھ لیں اور آپ کی اداؤں کا مشاہدہ کر لیں۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کا احسانِ عظیم

انہی کا یہ احسان عظیم ہے کہ آج انہی حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ہم تک (۵۳۷۴) احادیث پہنچی ہیں جو ان سے مروی ہیں حالانکہ ان کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صرف تین سال رہنے کا موقع ملا۔ ۷ھ ہجری میں غزوہ خیبر کے بعد اسلام لائے اور اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تین سال حیات رہے اور ان تین ساڑھے تین سال کے عرصہ میں احادیث کا اتنا بڑا ذخیرہ ہم تک پہنچا گئے کہ تقریباً آدھا ذخیرہ حدیث ان سے مروی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم ہونے کی حیثیت سے

انہی اصحاب صفہ میں سے ایک صحابی ہیں جن کا نام ''ابو فراس ربیعہ بن اسلمی'' رضی اللہ عنہ ہے۔ یہ قبیلہ بنو اسلم سے تعلق رکھتے تھے اور یہ اصحاب صفہ میں تو تھے ساتھ میں انہوں نے اپنی خدمات بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کر دی تھیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے خادم کی حیثیت سے یہاں پر رہنا چاہتا ہوں جب آپ کو کوئی کام ہو تو آپ مجھے فرما دیا کریں، میں خدمت کر دیا کروں گا۔ اس میں ان کی دو لالچ تھیں۔ ایک یہ کہ اس طرح سے مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا موقع ملے گا۔ اور دوسرے یہ کہ جتنا خدمت کا موقع ملے گا اتنا ہی آپ کی زیارت زیادہ ہوگی۔ آپ کے

واقعات زیادہ دیکھنے میں آئیں گے۔ آپ کے حالات زیادہ مشاہدے میں آئیں گے۔ اس لئے انہوں نے اپنے آپ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم بنایا ہوا تھا۔ چنانچہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کی ضرورت پیش آتی تو پانی لوٹے میں بھر کر آپ کی خدمت میں پیش کر دیتے۔ اس طرح کی خدمت اپنے ذمہ لے رکھی تھیں۔

مجھ سے کچھ فرمائش کرو

وہ فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کرتا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوں دل چاہتا ہے کہ میں آج کی رات آپ کے ساتھ گزاروں اور رات کے وقت آپ کی خدمت میں حاضر رہوں، آپ مجھے اجازت دے دیتے۔ ایک مرتبہ ایسے موقع پر میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رات گزاری تو حسب معمول جب تہجد کی نماز کیلئے اٹھے تو میں بھی اٹھا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وضو کا پانی لے کر آیا تا کہ آپ وضو فرمالیں۔ چنانچہ آپ نے وضو فرمایا۔ اور اس وقت مجھ سے ارشاد فرمایا کہ "سَلْنِي" "مجھ سے کچھ فرمائش کرو" شاید حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ ہوگا کہ کوئی ایسی بات کہو جس کا تمہیں دل چاہتا ہو تو میں تمہارے لئے تمہاری اس حاجت کے پورا ہونے کی دعا کروں گا۔ اس لئے فرمایا کہ مجھ سے کچھ فرمائش کرو۔

جنت میں آپ کا ساتھ مانگتا ہوں

اب جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ مجھ سے کچھ فرمائش کرو۔ ظاہر ہے کہ جب آپ خود فرما رہے ہے کہ فرمائش کرو، تو آپ جو دعا فرمائیں گے تو پھر اس دعا کی قبولیت میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ میں اس وقت کیا مانگوں اور کس چیز کی فرمائش

کروں؟ ___ ایسے موقع پر آدمی امتحان میں پڑ جاتا ہے، ہزاروں خواہشیں دل میں آ کر انسان کو گھیر لیتی ہیں لیکن یہ تو صحابی تھے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائے ہوئے تھے۔ اس لئے ساری باتیں چھوڑ کر انہوں نے یہ کہا کہ ''میں تو یہ مانگتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جنت میں مجھے آپ کا ساتھ عطا فرما دیں ___ '' سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ سنا کہ یہ تو یہ چیز مانگ رہا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اور کچھ، اور اسکے علاوہ کوئی اور چیز؟ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بس یہی چیز چاہتا ہوں کہ جنت میں آپ کا ساتھ نصیب ہو جائے۔

سارے مقاصد کی جان مانگ لی

آپ اندازہ کریں کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا چیز مانگ لی کہ دنیا اور آخرت کی کوئی دولت اس کے برابر ہو ہی نہیں سکتی، اس سے زیادہ بڑی نعمت اور کیا ہو سکتی ہے کہ جنت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت نصیب ہو جائے ___ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو فہم اور سمجھ بھی عطا فرماتے ہیں۔ اس لئے کہ مانگنے کیلئے بھی فہم اور سمجھ چاہیے۔ اس لئے انہوں نے وہ چیز مانگ لی جو سارے مقاصد کی جان ہے اور سارے مطلوبات کی روح ہے۔

مجھے اور کچھ نہیں چاہیے

آپ نے پوچھا: کچھ اور؟ انہوں نے کہا: کہ اور کچھ نہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جو پوچھا کہ ''کچھ اور'' اس کی وجہ تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں ___ لیکن بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی ایک امتحان تھا کہ ''کچھ اور''

یعنی یہ جو مانگ رہے ہیں کہ میرا ساتھ نصیب ہو جائے یہ "میرا ساتھ" نصیب ہونے کو کیا سمجھتا ہے؟ کیا ایسی چیز سمجھتا ہے کہ اس کے بعد کسی اور چیز کی بھی حاجت ہے؟ــــ بہر حال وہ صحابی اس امتحان میں پورے اترے اور کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ کا ساتھ جنت میں نصیب ہو جائے اور آپ کی صحبت مل جائے تو پھر اور کیا چاہیے؟ لہٰذا مجھے اور کچھ نہیں چاہیے۔ بس: یہی چاہیے۔

کثرتِ سجود سے میری مدد کرو

اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"فَأَعِنِّي عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ"

کہ اگر تم جنت میں میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو اپنے معاملے میں میری مدد کرو ــــ عجیب جملہ ارشاد فرمایا کہ "میری مدد کرو" مطلب یہ ہے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ تم میرے ساتھ جنت میں رہو اور میں کوشش بھی کروں گا کہ تم میرے ساتھ رہو لیکن اس مقصد کے حاصل کرنے میں میری مدد کرو۔ کیسے مدد کرو؟ فرمایا اللہ تعالیٰ کو کثرت سے سجدے کیا کرو۔ اگر تم کثرت سے اللہ کی بارگاہ میں سجدے کرو گے، تو میں دعا کروں گا اور میں جو تمہیں اپنے ساتھ جنت میں لے جانے کی کوشش کروں گا اس میں میری مدد ہوگی، گویا کہ تمہارا یہ کہنا کہ میں جنت میں آپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں، یہ اب تمہارا مقصد نہیں، بلکہ میرا مقصد بن گیا۔

تنہا دعا کام نہیں دیتی

اس حدیث شریف میں دو باتوں کی تعلیم دی گئی ہے۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ سے یہ

مانگنا کہ مجھے جنت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت عطا فرما دیجئے۔ یہ مانگنا بڑا مبارک ہے اور میں بھی تمہارے لئے دعا کروں گا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ قبول فرمالیں گے ۔۔۔ لیکن ایک بات یاد رکھ کہ دعا بڑی مبارک چیز ہے لیکن تنہا دعا جس میں انسان کے عمل کا کوئی دخل نہ ہو، وہ تنہا دعا کام نہیں دیتی، بلکہ دعا کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی کرنا پڑتا ہے اگر انسان صرف دعا کرتا رہے اور عمل کے لئے قدم نہ بڑھائے پھر وہ دعا "دعا" نہیں۔ حقیقی دعا وہی ہے کہ اس راستے کی طرف قدم اٹھادے، اپنی استطاعت کے مطابق جتنا قدم اٹھا سکتا ہو۔ اپنی بساط اور اپنے حالات کے مطابق قدم اٹھائے اور پھر دعا کرے کہ یا اللہ، میں نے قدم تو بڑھا دیا۔ منزل تک پہنچانا آپ کا کام ہے۔ اے اللہ، اپنی رحمت سے مجھے منزل تک پہنچا دیجئے ۔۔۔ ایسی دعا کارآمد ہوگی اور انشاء اللہ وہ دعا منزل مقصود تک پہنچا دے گی۔

یہ دعا نہیں، بلکہ مذاق ہے

لیکن اگر ایک شخص حیدرآباد جانا چاہتا ہے اور دعا کر رہا ہے کہ یا اللہ، مجھے حیدرآباد پہنچا دیجئے۔ لیکن سمندر کی طرف چل دیا۔ تو یہ دعا، دعا نہیں بلکہ مذاق ہے ۔۔۔ صحیح دعا وہ ہے کہ دعا کے ساتھ حیدرآباد جانے والے راستے پر چل پڑے اور یہ کہے کہ یا اللہ میں نے قدم تو اٹھا دیئے لیکن یہ قدم بہت کمزور ہیں اور راستہ بہت دور کا ہے، مجھے وہاں تک پہنچنا مشکل نظر آتا ہے اس لئے اے اللہ میں نے قدم تو اٹھا دیئے، پہنچانے والے آپ ہیں۔ آپ اپنی رحمت سے مجھے پہنچا دیجئے ۔۔۔ اس طریقے سے جب وہ دعا کرے گا تو انشاء اللہ وہ پہنچ جائے گا۔

بزرگوں کی دعائیں بھی کارآمد نہیں ہوتیں

اگر آدمی ایک کام کی دعا کرے اور عمل اس کا اسکے خلاف ہو تو وہ دعا نہیں بلکہ اس دعا کے ساتھ مذاق ہے۔ جیسے بعض لوگ بزرگوں کے پاس جاتے ہیں اور ان سے دعا کراتے ہیں کہ مجھے جنت مل جائے اور جبکہ جنت والے عمل کی طرف چلنے کا کوئی ارادہ نہیں ___ لہٰذا صرف دعا کرانا کافی نہیں بلکہ دعا کے ساتھ ساتھ اپنا رخ بھی سیدھا کرو اور اس طرف چلنا بھی شروع کرو تو پھر بزرگوں کی دعائیں بھی کارآمد ہونگی۔ اور اگر سیدھے راستے پر چلنا شروع نہیں کیا تو پھر بزرگوں کی دعا بھی کارآمد نہیں ہوگی۔

ورنہ ابوطالب جہنم میں نہ جاتے

اگر اس طرح کی صرف دعا کارآمد ہوتی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب جہنم میں نہ جاتے، جنہوں نے ساری عمر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی اور ہر موقع پر آپ کا ساتھ دیا ___ لیکن ایمان نہیں لائے۔ آخر وقت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے اور سرہانے کھڑے ہو کر کہا چچا جان، صرف ایک بار یہ الفاظ کہہ دیں:

"اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ"

یہ کلمہ پڑھ لیجئے آگے میں نمٹ لوں گا تاکہ ایمان کے ساتھ آپ دنیا سے رخصت ہوں لیکن چونکہ ایمان مقدر میں نہیں تھا، اس لئے ایمان نہیں لائے، کہا کہ: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم: میں جانتا ہوں کہ تم سچ کہتے ہو اور تم اللہ کے رسول ہو اور توحید برحق ہے ___

لیکن اگر میں نے اس بات کو مان لیا تو مکے کی لڑکیاں یہ طعنہ دیا کریں گی کہ ابو طالب، جہنم کے ڈر سے اور آگ کے ڈر سے اپنے آبائی دین کو چھوڑ گیا ـــــ اس طعنہ کے ڈر سے ایمان نہیں لائے اور ایمان کی توفیق نہیں ہوئی۔

(بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ: انک لاتھدی من احببت، حدیث نمبر: ۴۷۷۲)

سب لوگ مسلمان ہو جاتے

اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم میں یہ حکم آگیا کہ:

اِنَّکَ لَا تَهۡدِیۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یَهۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ ۚ

(سورۃ القصص: ۵۶)

آپ کے اختیار میں نہیں کہ جس کو آپ چاہیں ہدایت دے دیں اور جس کو چاہیں ہدایت نہ دیں۔ آپ کے اختیار میں نہیں بلکہ ہمارے اختیار میں ہے۔ ہم جس کو چاہیں ہدایت دے دیں اور ہم اس کو ہدایت دیتے ہیں جو یہ چاہتا ہے کہ مجھے ہدایت مل جائے اور جو ہدایت کے راستے پر چلتا ہے، قدم بڑھاتا ہے پھر ہم اس کو ہدایت دیتے ہیں ـــــ لہٰذا اگر صرف دعاؤں سے کام چلتا اور عمل کی کوئی ضرورت نہ ہوتی تو پھر سارے کفار مسلمان ہو چکے ہوتے، اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش یہ تھی کہ سب مسلمان ہو جائیں۔ تو آپ کی خواہش کے مطابق سب مسلمان ہو جاتے، کوئی کافر نہ رہتا۔ پھر نہ ابو جہل ہوتا، نہ ابو لہب ہوتا ـــــ لیکن ابو جہل اور ابو لہب کافر رہے اور کافر ہی مرے ـــــ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا جلوہ جہاں آراء ان کی آنکھوں کے سامنے آیا، آپ کی زیارت ہوئی۔ آپ کے معجزات دیکھے اور آپ کی

سیرت طیبہ کا مشاہدہ کیا لیکن پھر بھی کفر کی ظلمت میں رہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ دل میں ایمان لانے کا ارادہ ہی نہیں تھا۔ دل میں طلب نہیں تھی۔ اپنے آپ کو بدلنے کا ارادہ نہیں تھا۔ اس وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش بھی کام نہ آئی۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے

جبکہ دوسری طرف جن کے دل میں طلب ہوتی ہے، وہ کامیاب ہو جاتے ہیں۔ وہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہاں کے رہنے والے تھے، ان کے دل میں اللہ تعالیٰ نے تڑپ پیدا کر دی کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم آنے والے ہیں، کسی طرح ان کی زیارت ہو جائے۔ وہ کہاں سے سفر کر کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے اور آپ کی زیارت کی اور دیکھ کر مسلمان ہو گئے ـــــ یہ سب طلب کی بات ہے۔ اور یہ طلب صرف دعا کرنے سے حاصل نہیں ہوتی۔ دعا بیشک بڑی کار آمد چیز ہے لیکن جب تک دعا کے ساتھ تھوڑا قدم نہ اٹھے اور انسان کا رُخ درست نہ ہو۔ اس وقت تنہا دعا کافی نہیں ہوتی۔

تمہیں بھی کچھ کرنا ہوگا

اس حدیث میں جو واقعہ بیان ہوا ہے اس میں دیکھئے کہ وہ کیسا لمحہ تھا جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا کہ فرمائش کرو۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے لئے دعا کرنے کا دل چاہ رہا ہے اور دعا کرنے کا وقت بھی ہے کیونکہ تہجد کا وقت ہے اور ان کے دل میں خواہش بھی ہے، ایمان بھی ہے اور قدم بھی اٹھائے ہوئے

ہیں۔ اس لئے کہ اپنا سب کچھ چھوڑ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پڑے ہوئے ہیں، لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ بتلانے کے لئے کہ تنہا دعا پر بھروسہ کر کے مت بیٹھ جانا، بلکہ تمہیں خود بھی کچھ کرنا ہے، اس لئے فرمایا:

''فَأَعِنِّي عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ''

کہ کثرت سے سجدے کے ذریعہ میری مدد کرو اشارہ اس طرف کر دیا کہ تمہارا عمل کرنا ضروری ہے، عمل کے بغیر صرف دعاؤں اور تمناؤں سے جنت حاصل نہیں ہوسکتی۔

آرزوؤں سے جنت نہیں ملا کرتی

''اَلْجَنَّةُ لَا تَحْصُلُ بِالْاَمَانِيْ''

آرزوؤں سے جنت نہیں ملا کرتی، کسی نے خوب کہا کہ:

آرزوؤں سے بنا کرتی ہیں تقدیریں کہیں

بلکہ کچھ عمل کرنا پڑتا ہے یہ اور بات ہے کہ عمل چاہے ٹوٹا ہو، ناکارہ ہو، ناقص ہو، ادھورا ہو، لیکن عمل ضرور کرے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ یا اللہ، میرا یہ عمل ناقص ہے، ادھورا ہے، اسکو کامل بنانا آپ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ جیسے قرآن کریم میں ہے کہ:

وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰةٍ فَأَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا

(سورۃ یوسف: ۸۸)

یا اللہ، یہ کھوٹی پونجی لے کر آیا ہوں، اس ناقص کو کامل بنانا آپ کے قبضۂ قدرت میں

ہے، یا اللہ، اس کو کامل بنا دیجئے ___ لہٰذا کوئی پونجی تو ہو۔ چاہے ناقص ہی ہو، وہ لے کر جائے۔ اور اسکے ساتھ دعا بھی کرے تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد آتی ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو گناہ کی دعوت

حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ کئی مرتبہ سنا چکا ہوں۔ یاد رکھنے کے قابل ہے۔ زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو گناہ کی دعوت دی۔ دروازے بند کر دیئے اور دروازوں پر تالے ڈال دیئے۔ اب تنہائی کا عالم حضرت یوسف علیہ السلام بھی نوجوان اور نبی کے اندر جو قوت ہوتی ہے وہ بعض روایتوں کے مطابق عام آدمی کی قوت سے سو گنا زیادہ ہوتی ہے۔ اس وجہ سے نبی کے اندر بشری تقاضے عام آدمی کے مقابلے میں سو گنا زیادہ ہوتے ہیں۔ وہ بشری تقاضے موجود اور جوانی کا عالم اور خلوت اور تنہائی ایسی کہ کوئی دیکھنے والا نہیں۔ اس وقت گناہ کرنے کی دعوت دی جاتی ہے۔ اس درجہ دی جاتی ہے کہ تھوڑا سا خیال ان کے دل میں بھی آجاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا:

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ

(سورۃ یوسف: ۲۴)

اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع

لیکن اس وقت فوراً انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا اور کہا:

اِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ كَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ

(سورۃ یوسف: ۳۳)

یا اللہ، اگر آپ مجھ سے ان کے مکر کو دور نہیں فرمائیں گے تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا۔ اور جہالت کا ارتکاب کرنے والا بن جاؤں گا ___ تو ایک طرف سے اللہ تعالیٰ کو پکارا کہ یا اللہ، یہ شدید امتحان کا موقع ہے، پاؤں پھسلنے کا شدید خطرہ ہے۔ اے اللہ، آپ دستگیری فرمائیے۔ اگر آپ نے دستگیری نہیں فرمائی تو میں پھسل جاؤں گا۔

دروازوں کی طرف بھاگے

اور دوسرا کام یہ کیا کہ دروازوں کی طرف بھاگے، ان دروازوں کی طرف بھاگے کہ جن پر آنکھوں سے یہ نظر آرہا تھا کہ ان دروازوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں، نکلنے کا کوئی راستہ نہیں لیکن اتنا کام اپنے اختیار میں تھا کہ دوڑ کر دروازے پر آجائیں۔ جب دروازے تک پہنچے اور پھر اللہ تعالیٰ کو پکارا کہ یا اللہ میں کہیں اس فتنے میں مبتلا نہ ہو جاؤں آپ مجھے اس فتنے سے بچا لیجئے۔ جب اپنے حصے کا کام کر چکے اور اللہ تعالیٰ کو پکار لیا تو دروازوں کے تالے ٹوٹ گئے اور دروازے کھل گئے جب باہر نکلے تو سامنے زلیخا کا شوہر عزیز مصر سے ملاقات ہوگئی اور اپنا قصہ ان کے سامنے بیان کیا۔

میرے بس میں اتنا ہی تھا

اب بظاہر حضرت یوسف علیہ السلام کا دروازوں کی طرف بھاگنا بے وقوفی کی بات تھی کیونکہ جب دروازوں پر تالے پڑے ہوئے تھے تو ان دروازوں کی طرف

کیوں بھاگے ___ لیکن اس لئے بھاگے تا کہ یہ کہہ سکیں کہ یا اللہ میرے قدرت میں اتنا ہی تھا کہ میں دروازے تک بھاگ جاؤں پھر دروازوں کے تالے کھولنا میرے بس کا کام نہیں تھا۔ یا اللہ، یہ کام آپ کے بس کا تھا اس لئے میں نے آپ کو پکارا ___ جب بندے نے اپنے حصے کا کام کرلیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حصے کا کام کردیا اور دروازے کھل گئے۔ اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

گرچہ رخنہ نیست عالم را پدید
خیرہ یوسف وار می باید دوید

یعنی اگرچہ اس دنیا میں تمہیں ہر جگہ شہوت کا بازار گرم نظر آتا ہے، نفسانی خواہشات کا بازار گرم نظر آتا ہے یہاں بھی صورت حال یہ ہے کہ بظاہر بھاگنے کا راستہ نظر نہیں آتا۔ چاروں طرف دروازے بند نظر آرہے ہیں۔

تم اپنے حصے کا کام کرو

آج ہم لوگ بھی کہتے ہیں کہ آج کل گناہوں سے بچنا بڑا مشکل ہوگیا۔ آنکھوں کو کہاں سے بچائیں، کان کو کہاں سے بچائیں۔ اپنے وجود کو کہاں سے بچائیں، چاروں طرف فتنوں کا بازار گرم ہے۔ کس طرح اپنے آپ کو ان گناہوں سے اور ان فتنوں سے محفوظ رکھیں۔ پورا معاشرہ بگڑ گیا ہے، راستہ بند نظر آتا ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمہیں دنیا کا راستہ بھی بند نظر آتا ہے لیکن تمہیں اسی طرح

بھاگنا چاہیے جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام دروازوں کی طرف بھاگے۔ لہٰذا جب انسان اپنے حصے کا کام کرلے اور پھر اللہ تعالیٰ سے مانگے تو پھر اللہ تعالیٰ عطا فرماتے ہیں۔ لیکن اگر انسان اپنے حصے کا کام نہ کرے صرف مانگتا رہے تو وہ مانگنا معتبر نہیں، وہ مذاق ہے۔

حضرت مولانا مظفر حسین کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

ایک بزرگ کاندھلہ میں گزرے ہیں حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے کا دور تھا۔ یہ اللہ والے صحابہ کرام کے عہد کی یادیں تازہ کرنے والے تھے۔ ان کی ایک ایک ادا میں خلوص اور للّٰہیت تھی ___ ان کا واقعہ لکھا ہے کہ وہ ایک مرتبہ کاندھلہ سے دھلی جارہے تھے، پیدل سفر تھا، اس زمانے میں ریل تو چلی نہیں تھی۔ چلتے چلتے راستے میں ایک بستی کے پاس سے گزرے، مغرب کی نماز کا وقت قریب تھا۔ انہوں نے دیکھا کہ اس بستی کے قریب ایک مسجد ویران پڑی ہوئی ہے، چونکہ نماز کا وقت تھا اس لئے یہ مسجد میں پہنچے۔ وہاں جاکر دیکھا تو مسجد میں کوئی نماز پڑھنے والا نہیں اور وہ مسجد گرد وغبار سے اٹی پڑی تھی۔ جیسا کہ مہینوں سے یہاں کوئی نہیں آیا۔ نہ کسی نے صفائی کی، چنانچہ انہوں نے اس مسجد کو صاف کیا اور ایک ساتھی ان کے ساتھ اور تھے۔ اس نے اذان کہی اور جب اذان ہوئی تو اس بستی کا ایک آدمی مسجد میں آگیا اور انہوں نے جماعت سے نماز ادا کی۔

خان صاحب کے ذریعہ مسجد آباد ہوسکتی ہے

نماز کے بعد ان کو خیال آیا کہ یہ مسلمانوں کی بستی ہے۔ اس میں مسلمان آباد ہیں اور اس بستی کے کنارے ایک مسجد اس طرح ویران پڑی ہے اس کو کوئی دیکھنے والا نہیں نہ اس میں اذان ہوتی ہے نہ نماز ہوتی ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس بستی والوں سے پوچھا کہ یہ کیا قصہ ہے کہ یہ مسلمانوں کی بستی ہے اور یہ مسجد اس طرح غیر آباد اور ویران پڑی ہے کوئی اس کو دیکھنے والا نہیں۔ کوئی اذان نہیں، کوئی جماعت نہیں ___ اس کے آباد کرنے کے لئے کیا طریقہ اختیار کیا جائے؟ بستی والوں نے جواب دیا کہ اس بستی کے سردار اور رئیس ایک خان صاحب ہیں اور ساری بستی ان کے زیر اثر ہے۔ وہ خان صاحب اپنی بری عادتوں میں شراب و کباب، اور پینے پلانے میں مست ہیں۔ ان کے پاس بازاری قسم کی عورتوں کا آنا جانا ہے۔ ان کاموں میں مشغول رہتے ہیں اور مسجد اور نماز کی طرف ان کو توجہ نہیں ہے اگر وہ خان صاحب مسجد کی طرف آنے لگیں اور ان کا دھیان مسجد کی طرف ہو جائے تو پھر یہ مسجد آباد ہو جائے گی اور بستی کے سب لوگ نمازی بن جائیں گے۔ ''اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِمْ'' یعنی لوگ اپنے سربراہ کے دین پر چلتے ہیں اسکی اتباع کرتے ہیں۔

بستی کے سب لوگ نمازی بن جائیں گے

مولانا نے پوچھا کہ وہ خان صاحب کہاں رہتے ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ برابر میں ان کی حویلی ہے۔ چنانچہ وہ مولانا صاحب اپنا سفر تو چھوڑ دیا اور اس حویلی کی

طرف چل دیئے۔ دروازے پر پہنچے تو اندر پیغام بھجوایا کہ ایک مسافر آپ سے ملنا چاہتا ہے ــــ خان صاحب نے ان کو اندر بلوالیا۔ جب ملاقات ہوئی تو حضرت مولانا نے فرمایا کہ خان صاحب، میں دردمندی کے ساتھ ایک بات کہنے آیا ہوں وہ یہ کہ آپ کی بستی میں یہ مسجد ویران پڑی ہے کوئی نماز پڑھنے کے لئے نہیں آتا۔ چونکہ آپ اس بستی کے سردار ہیں۔ اس لئے اس کی ذمہ داری آپ کے اوپر آتی ہے۔ اگر آپ نماز کے لئے آجایا کریں گے تو پوری بستی کے لوگ نمازی بن جائیں گے اور سب کی نمازوں کا ثواب آپ کو ملے گا ــــ ان مولانا صاحب کے دل میں تو آگ بھری ہوئی تھی۔ نہ جانے کس درد سے، کس اخلاص سے انہوں نے بات کہی ہوگی۔

میں مسجد نہیں جا سکتا

چنانچہ خان صاحب کے دل پر ان کی بات کا اثر ہوا اور انہوں نے کہا مولانا! بات تو آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں کہ نماز پڑھنی چاہیے مگر میرے ساتھ مصیبت یہ ہے کہ میں نماز کے لئے مسجد نہیں جا سکتا۔ مولانا نے پوچھا کیوں؟ خان صاحب نے کہا ایک وجہ یہ ہے کہ مجھ سے وضو نہیں ہوتا، نماز پڑھنے میں مجھے اتنی دقت نہیں جتنی دقت مجھے وضو کرنے میں ہے ــــ یہ وضو کرنا میرے لئے بڑا مشکل ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ میرے ساتھ دو عادتیں لگی ہوئی ہیں۔ ایک پینے پلانے کی عادت اور دوسرے عورتوں کی عادت کہ یہ آتی ہیں اور گانا بجانا کرتی ہیں۔ یہ عادتیں میں چھوڑ نہیں سکتا۔ اور ان عادتوں کے چھوڑے بغیر مسجد میں جانے پر دل آمادہ نہیں ہوتا کہ ایک طرف تو یہ حرکتیں کر رہا ہے اور دوسری طرف مسجد میں جا رہا ہے۔

آپ مسجد چلے جایا کریں

مولانا صاحب نے فرمایا کہ خان صاحب! آپ نے دو باتیں کہیں۔ میں اللہ کے بھروسے پر آپ سے دو باتیں کہتا ہوں۔ ایک یہ کہ آپ نے یہ کہا کہ مجھ سے وضو نہیں ہوتا تو میں کہتا ہوں کہ آپ بغیر وضو کے نماز پڑھنے مسجد چلے جایا کریں ___ دوسری یہ کہ آپ نے جو فرمایا کہ مجھ سے یہ دو عادتیں نہیں چھوٹتیں تو یہ دو عادتیں چھوٹیں یا نہ چھوٹیں اس سے بحث نہیں، لیکن آپ مجھ سے مسجد میں جا کر نماز پڑھنے کا وعدہ کرلیں کہ مسجد میں نماز کے لئے چلا جایا کروں گا ___ خان صاحب نے کہا، مولانا صاحب، آپ کیسی بات کر رہے ہیں۔ بغیر وضو کے نماز پڑھنے کا حکم دے رہے ہیں!! دوسرے یہ کہ یہ سب کام بھی کرتے رہو اور ساتھ میں نماز پڑھنے بھی چلے جایا کرو ___ یہ تو عجیب بات ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ یہ میری ذمہ داری ہے، بس آپ مجھ سے وعدہ کرلیں کہ آپ نماز کیلئے مسجد میں جایا کریں گے۔ خان صاحب نے وعدہ کرلیا کہ اچھا میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں مسجد میں نماز کے لئے چلا جایا کروں گا۔

آپ نے بلا وضو نماز پڑھنے کا کہہ دیا

مولانا صاحب خان صاحب سے گفتگو کر کے واپس آئے اور دوبارہ اس مسجد میں پہنچے۔ دو رکعت نماز کی نیت باندھی، اور سجدے میں جا کر خوب ہی روئے جب نماز سے فارغ ہوئے تو جو صاحب آپ کے ساتھ تھے انہوں نے پوچھا کہ مولانا، یہ آپ نے عجیب کیا۔ ایک طرف تو آپ نے خان صاحب سے یہ کہہ دیا کہ بغیر وضو کے

نماز پڑھ لیا کرو ـــــ فقہاء کرام نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ بعض اوقات بغیر وضو کے نماز پڑھنا انسان کو کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ اگر آدمی دین سے لاپرواہی میں وضو کو چھوڑ دے اور بغیر وضو کے نماز پڑھ لے تو یہ انسان کو کفر تک پہنچا دیتا ہے ـــــ ایک کام تو آپ نے یہ کیا ـــــ دوسرا کام یہ کیا کہ یہاں آکر نماز پڑھی اور خوب روئے گڑگڑائے۔ یہ کیا بات تھی؟

وضو نہیں، بلکہ غسل کر کے جا

جواب میں مولانا صاحب نے فرمایا کہ بھائی بات یہ ہے کہ خان صاحب سے یہ کہہ تو دیا کہ بغیر وضو کے نماز پڑھ لیا کر، لیکن واپس آکر میں نے دو رکعت پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے اس لئے رویا اور گڑگڑایا کہ یا اللہ، میرے بس میں تو اتنا ہی تھا کہ میں اس سے یہ کہہ دیتا تو مسجد میں آجایا کر۔ اب وضو کرانا آپ کے قبضۂ قدرت میں ہے، اے اللہ آپ اپنی رحمت سے اس کے دل میں ڈال دیجئے ـــــ چنانچہ اس خان صاحب کے ساتھی کہتے ہیں کہ خان صاحب نے یہ وعدہ کرلیا تھا کہ میں کل سے نماز کے لئے مسجد میں جایا کروں گا۔ جب پہلی نماز کا وقت آیا تو خیال آیا کہ میں نے تو وعدہ کرلیا ہے لہٰذا مجھے نماز کیلئے جانا ہے۔ دل میں خیال آیا کہ خدا کے بندے، آج تو پہلی بار مسجد کی طرف نماز کیلئے جارہا ہے۔ مولانا نے اگرچہ تجھے کہہ دیا ہے تو بغیر وضو کے نماز پڑھ لیا کر لیکن آج چونکہ پہلی بار جارہا ہے اس۔ لئے آج وضو نہیں بلکہ غسل کر کے جا۔ بس خیال کے آنے کے بعد غسل کے لئے غسل خانے میں گیا، غسل کر کے کپڑے تبدیل کئے، خوشبو لگائی اور پھر نماز کے لئے مسجد کی طرف گیا۔ اور مسجد میں پہنچ

کر جماعت کے ساتھ نماز ادا کی۔

پنج وقتہ نمازی بن گئے

بہر حال وہ مسلمان تھا، کلمہ گو تھا اور اتنے دنوں کے بعد نماز ادا کی تو اس نماز کی برکت سے، اللہ تعالیٰ نے اسکے دل میں شراب نوشی اور طوائف بازی کا جو شوق تھا اس کے خلاف ایک نفرت پیدا کر دی، جب نماز کے بعد گھر واپس آئے تو ان تمام چیزوں سے نفرت ہو چکی تھی، چنانچہ شراب بھی چھوڑ دی اور ان طوائف کا آنا جانا بھی بند کرا دیا اور پکے پنج وقتہ نمازی بن گئے ـــــ یہ واقعہ اس وجہ سے یاد آیا کہ مولانا صاحب نے اپنی دعا میں یہ کہہ دیا تھا کہ یا اللہ، میرے بس میں اتنا تھا کہ میں اس کو مسجد تک لے آتا، آگے آپ کا کام ہے۔ میرے بس کا کام نہیں۔ حقیقت میں انسان کا کام یہ ہے کہ اپنے حصے کا کام کر لے، پھر اللہ تعالیٰ سے مانگے۔ اگر اپنے حصے کا کام تو کیا نہیں اور صرف دعا مانگنی شروع کر دی تو پھر وہ دعا، دعا نہیں۔

اجازت دینے کے بعد وہ رو بھی رہا ہے

اب اگر ظاہر پرست شخص جب یہ دیکھے گا تو وہ یہی کہے گا کہ دیکھو، مولانا صاحب نے بغیر وضو کے نماز پڑھنے کی اجازت دے دی۔ اسی بات کو حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

بمے سجادہ رنگین کن گر پیر مغان گوید
کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

ظاہری اعتبار سے یہ مت دیکھو کہ وہ وضو کے بغیر نماز پڑھنے کی اجازت دے رہا ہے۔ ارے جو اجازت دے رہا ہے وہ اجازت دینے کے بعد مصلیٰ پر جا کر رو بھی رہا ہے اور گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے مانگ بھی رہا ہے۔ تم کیا جانو کہ وہ کہاں سے بول رہا ہے۔ لہٰذا تم اس پر اعتراض مت کرو ــــ بہر حال، عادت اللہ یہ ہے کہ جب کوئی بندہ اپنے حصے کا کام کرے پھر اللہ تعالیٰ سے مانگے تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور دیتے ہیں ــــ بہر حال! اس حدیث سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا سبق تو یہ دیا کہ دعا مانگنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کرانا یہ بڑی اچھی بات ہے لیکن یہ مت سمجھنا کہ دعا کرانے کے بعد اب چھٹی ہو گئی بلکہ تمہیں خود بھی کچھ کام کرنا ہوگا۔

نماز کی کثرت جنت کے حصول کا ذریعہ

اس حدیث سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرا سبق یہ دیا کہ جنت حاصل کرنے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا بہترین طریقہ ''سجدوں کی کثرت'' ہے اور سجدوں کی کثرت سے نماز کی کثرت کی طرف اشارہ ہے۔ آپ پانچ وقت کی نماز تو پڑھتے ہی ہیں، یہ تو ہر مسلمان پر فرض ہے وہ کثرت میں داخل نہیں۔ لہٰذا اس سے مراد نوافل کی کثرت ہے۔ یعنی فرض نمازوں کے علاوہ انسان نفل نمازیں بھی کثرت سے پڑھے۔ بعض نوافل وہ ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات میں داخل تھیں مثلاً تہجد، اشراق، چاشت، اوابین۔ یہ سب نوافل ہیں اور ان کو پڑھنا بھی کثرت سجود میں داخل ہے۔

’’نوافل‘‘ اللہ کی محبت کا حق ہے

ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ فرائض تو اللہ تعالیٰ کی عظمت کا حق ہے یہ تو ادا کرنے ہی ہیں۔ اور یہ نوافل اللہ تعالیٰ کی محبت کا حق ہے ___ اگر کسی سے آپ کا تعلق ہو تو کیا وہ ایسا ہی رسمی قسم کا تعلق ہوگا؟ مثلاً میاں بیوی کا تعلق ہے۔ اب میاں کے ذمے فرض ہے کہ وہ بیوی کا نفقہ ادا کرے۔ یہ نفقہ ادا کرنا اور بیوی کا مہر ادا کرنا یہ قانونی فریضہ ہے۔ اب اگر کوئی شوہر نفقہ تو ادا کرتا ہے اور مہر بھی پورا ادا کر دیا ہے لیکن سیدھے منہ سے کبھی بیوی سے بات نہیں کرتا تو کیا اس نے بیوی سے تعلق کا حق ادا کر دیا؟ ارے نان نفقہ اور مہر تو تیرے ذمے قانوناً فرض و واجب تھا لیکن اسکے ساتھ ساتھ بیوی کی دلداری اور اسکے دوسرے حقوق کی ادائیگی بھی اسکے ساتھ تعلق کا حصہ ہے۔ جب یہ نہ ہوگا صحیح معنی میں تعلق کا حق ادا نہیں ہوگا۔

عشاء کے ساتھ تہجد پڑھ لیا کرو

یا مثلاً ایک باپ ہے اب قانوناً نابالغ بیٹے کا نفقہ اس باپ پر واجب ہے۔ اب وہ بیٹے کو اچھا کھانا کھلا رہا ہے۔ لیکن اس بیٹے کو اچھی تعلیم نہیں دلا رہا ہے اسکی اچھی تربیت نہیں کر رہا ہے، اس بیٹے کی خوشی کا خیال نہیں رکھتا۔ اس صورت میں قانونی فریضہ تو ادا ہو گیا لیکن آخر بیٹے کی محبت کا بھی تو کچھ حق ہوتا ہے ___ اس لئے ہمارے حضرت والا فرمایا کرتے تھے کہ یہ فرائض اللہ تعالیٰ کی عظمت کا حق ہیں اور نوافل اللہ تعالیٰ کی محبت کا حق ہیں۔ لہٰذا انسان کو فرائض کے علاوہ کچھ نوافل ادا کرنے کا اہتمام

بھی کرنا چاہیے۔ ان نوافل میں سب سے بہتر وہ نوافل ہیں جنہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ادا فرمایا کرتے تھے یعنی تہجد، اشراق، اوابین اور چاشت ___ اگر رات کو اللہ تعالیٰ اٹھنے کی اور تہجد ادا کرنے کی توفیق عطا فرمادے تو یہ بڑی نعمت ہے۔ اگر رات کو اٹھنے کی ہمت نہیں ہوتی تو بزرگوں نے فرمایا کہ عشاء کی نماز کے بعد سنتوں اور وتروں کے درمیان چار رکعت نفل بہ نیت تہجد پڑھ لیا کرے۔ اور یہ دعا کرلے کہ یا اللہ، مجھے معلوم نہیں کہ اس وقت اٹھنے کی ہمت ہو یا نہ ہو اس لئے اس وقت تہجد کی نیت سے یہ چار رکعت نفل پڑھ رہا ہوں۔ آپ اسے قبول فرمالیں۔ تو پھر انشاء اللہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو تہجد کی برکات سے محروم نہیں فرمائیں گے۔

تھوڑی دیر کے لئے بستر پر بیٹھ جاؤ

دوسرا طریقہ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے۔ فرمایا کہ اگر کسی کو تہجد کے وقت اٹھا نہیں جاتا اور ہمت نہیں ہوتی تو وہ ایک کام کرلیا کرے۔ وہ یہ کہ جب کبھی رات کو آنکھ کھلے تو اس وقت تھوڑی دیر کے لئے بستر ہی پر بیٹھ جائے اور اس نیت سے بیٹھ جائے کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب رات کا ایک تہائی حصہ گزر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتیں دنیا والوں پر نازل ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے منادی پکارتا ہے کہ "ہے کوئی مغفرت مانگنے والا کہ میں اسکی مغفرت کروں؟ ہے کوئی رزق مانگنے والا کہ میں اس کو رزق دوں؟ ہے کوئی مبتلائے مصیبت کہ میں اسکو عافیت دوں؟"

(بخاری شریف، کتاب التہجد، باب الدعاء والصلاۃ من آخر اللیل: حدیث نمبر: ۱۱۴۵)

یہ اعلان ساری رات ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ فجر طلوع ہو جاتی ہے ___ لہٰذا اس وقت دل میں یہ سوچو کہ اللہ تعالیٰ کا منادی پکار رہا ہے مغفرت مانگنے کیلئے، رزق مانگنے کیلئے، عافیت مانگنے کیلئے۔ اور میں پڑا سوتا رہوں، یہ میرے لئے مناسب نہیں اس لئے تھوڑی دیر بستر ہی پر بیٹھ جائے اور کہے: یا اللہ میری مغفرت فرما دیجئے، یا اللہ مجھے رزق عطا فرما دیجئے، یا اللہ مجھے عافیت عطا فرما دیجئے ___ میں اس میں تھوڑا سا اضافہ کرتا ہوں کہ یہ بھی کہہ دے کہ یا اللہ، مجھ سے تہجد کے وقت اٹھا نہیں جاتا، آپ مجھے رات کو اٹھنے کی توفیق دے دیجئے ___ یہ دعا کر کے پھر سو جائے۔ یہ عمل روزانہ کر کے دیکھو، یہ عمل اور یہ دعا تمہیں بستر پر بیٹھے رہنے نہیں دے گی، انشاء اللہ۔ بلکہ تمہیں اٹھا کر چھوڑے گی، لیکن کر کے دیکھو۔

اشراق کی فضیلت

اور اشراق، یعنی طلوع آفتاب کے بعد دو رکعتیں ادا کرنا ___ حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص فجر کی نماز کے بعد اپنی نماز کی جگہ پر بیٹھ جائے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہے اور پھر طلوع آفتاب کے بعد دو رکعت اشراق کی نیت سے پڑھے تو اس کو ایک حج اور ایک عمرے کا ثواب ملے گا اور پھر فرمایا ''تامّۃٍ، تامّۃٍ، تامّۃٍ'' یعنی تین مرتبہ فرمایا کہ مکمل حج و عمرے کا، مکمل حج و عمرے کا ثواب ملے گا، مکمل حج و عمرے کا ثواب ملے گا۔ اتنی فضیلت اشراق کی نماز کی بیان فرمائی۔

(ترمذی شریف، ابواب ما جاء فی سجود القرآن حدیث نمبر: ۵۸۶)

چاشت اور اوابین کے نوافل

''چاشت'' جس کو ''صلاۃ الضحیٰ'' بھی کہتے ہیں کہ جب سورج ذرا بلند ہو جائے تو زوال سے پہلے پہلے چار رکعت نفل چاشت کی نیت سے پڑھے۔

''اوابین'' یہ مغرب کے بعد کی چھ رکعت نفل ہیں ـــــ دو سنت مغرب کی ہوتی ہیں اسی میں چار رکعت نفل کا اور اضافہ کرلے۔ یہ سب ملا کر چھ رکعتیں ہو جائیں گی۔ اگر دو سنت کے علاوہ چھ رکعت نفل پڑھے تو بہت اچھا ہے لیکن اگر ان دو سنتوں کو شامل کر کے چھ رکعت ادا کرلے تو بھی اوابین ادا ہو جاتی ہے ـــــ بہر حال ان چار نوافل کا اہتمام کرے۔ تہجد، اشراق، چاشت، اوابین۔

صلاۃ الحاجۃ کے ذریعہ اللہ کی طرف

اور جب کوئی حاجت پیش آئے یا جب کبھی کوئی پریشانی لاحق ہو، تو اللہ تعالیٰ کی طرف صلاۃ الحاجۃ کے ذریعہ رجوع کرے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کبھی کوئی پریشانی پیش آتی۔ آپ فوراً جلدی سے نماز کی طرف رجوع فرماتے۔ چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

''كَانَ إِذَا حَزَبَهُ أَمْرٌ فَزَعَ إِلَى الصَّلَاةِ''

''كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا حَزَبَهُ أَمْرٌ صَلّٰى''

(شعب الایمان للبیهقی، رقم ۲۹۱۲)

(کتاب الصلاۃ، باب فی تحسین الصلاۃ والاکثار منها)

(ابو داؤد، کتاب الصلاۃ، باب وقت قیام النبی من اللیل: حدیث نمبر: ۱۳۱۹)

یعنی جب کبھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی مسئلہ کھڑا ہوتا تو آپ نماز کی طرف رجوع فرماتے۔ بہر حال، یہ جو فرمایا کہ کثرت سے سجدے کرو۔ اس سے مراد نوافل کی کثرت ہے۔

سجدہ کرو اور ہمارے قریب آجاؤ

یاد رکھئے، سجدے سے زیادہ لذیذ عبادت کوئی اور نہیں، حدیث شریف میں آتا ہے کہ بندہ سجدے کی حالت میں جتنا اللہ تعالیٰ سے قریب ہوتا ہے اور کسی حالت میں اتنا قریب نہیں ہوتا ـــــــ سورۃ اقراء جس آیت پر ختم ہو رہی ہے اس میں کتنا اچھا جملہ ارشاد فرمایا۔ وہ آیت سجدہ ہے، میں اس کی تلاوت کروں گا تو سب پر سجدہ واجب ہو جائے گا۔ آپ حضرات بعد میں وہ سجدہ ادا کر لیجئے گا۔ آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ

(سورۃ العلق: ۱۹)

یعنی سجدہ کرو اور ہمارے پاس آجاؤ، ہمارے قریب آجاؤ۔ معلوم ہوا کہ سجدہ ایسی چیز ہے کہ اگر تمہیں اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے اور اس کے پاس جانا ہے تو اس کا راستہ سجدہ ہے۔ سجدہ کے علاوہ کسی اور چیز کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا اتنا قرب حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے سجدہ کو معمولی چیز مت سمجھنا۔

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے

جس وقت انسان کی پیشانی اللہ تعالیٰ کی چوکھٹ پر ٹکتی ہے تو ساری کائنات

اس وقت اس پیشانی کے نیچے ہوتی ہے۔ یہ سجدہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی چوکھٹ پر ہو رہا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ:

کسی کا آستاں اونچا ہے اتنا
کہ سر جھک کر بھی اونچا ہی رہے گا

یعنی اگر تو اس چوکھٹ پر سر جھکائے گا تو وہ سر اونچا ہی رہے گا۔ وہ کسی سے نیچے نہیں رہے گا۔ علامہ اقبال کہتے ہیں:

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

تو جب آدمی اللہ تعالیٰ کی چوکھٹ پر سر جھکا دیتا ہے تو ساری کائنات اس پیشانی کے نیچے ہوتی ہے۔

سجدے کی حالت میں یہ دعائیں مانگو

اسی وجہ سے سجدہ کی حالت میں دعا کرنے میں بڑا مزہ آتا ہے۔ اس میں بڑا لطف آتا ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی چوکھٹ پر سر رکھا ہوا ہے اور اس وقت وہ اللہ تعالیٰ سے مانگ رہا ہے ___ البتہ فرائض میں سجدہ کی حالت میں اچھا یہ ہے کہ صرف "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى" پڑھے۔ اگرچہ فرائض کے سجدوں میں بھی دعا کرنا جائز ہے۔ البتہ نبی کریم ﷺ کی سنت یہ ہے کہ صرف "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى" پر اکتفا کیا کرتے تھے۔

(ابوداؤد، کتاب الصلاۃ، باب مایقول الرجل فی رکوعہ و سجودہ، حدیث نمبر: ۸۷۴)

لیکن نفلوں کے سجدوں میں، تہجد، اشراق، چاشت، اوابین میں بلکہ سنت مؤکدہ کے سجدوں میں بھی قرآنی دعائیں یا مسنون دعائیں جو مناجات مقبول وغیرہ میں لکھی ہوئی ہیں وہ دعا کر سکتے ہیں مثلاً سجدے میں "رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ" پڑھتا رہے یا سجدے میں "رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ" پڑھتا رہے یا اللہ تعالیٰ سے ہدایت مانگتا رہے اور کہے "اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ وَسَدِّدْنِیْ"

خواب کے بیان کے وقت دعا

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک صحابی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تشریف لائے اور آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! رات کو میں نے ایک عجیب خواب دیکھا، حدیث شریف میں ہے کہ جب کوئی شخص آپ کے سامنے خواب بیان کرتا تو آپ خواب سننے سے پہلے یہ دعا کیا کرتے تھے کہ:

"خَیْرًا تَلَقَّاہُ وَشَرًّا تَوَقَّاہُ خَیْرٌ لَّنَا وَشَرٌّ لِّاَعْدَائِنَا"

(کنز العمال، کتاب بالمعیشۃ والآداب، حدیث نمبر: ۴۱۴۶۳)

ہر ہر موقع کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دعائیں سکھا گئے۔ تو خواب کے بیان کرنے کے موقع پر آپ اس شخص کیلئے یہ دعا کرتے کہ: اللہ کرے کہ اس خواب کے نتیجے میں تمہیں خیر ملے اور تم شر سے بچو، اور جو خواب تم بیان کرنا چاہتے ہو وہ ہمارے لئے خیر ہو۔ اور ہمارے دشمنوں کے لئے برا ہو۔ یہ دعا کرنا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تھی۔

ایک صحابی کا عجیب خواب

بہر حال، ایک صحابی نے آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے۔ آپ نے پوچھا کیا خواب دیکھا؟ ان صحابی نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے یہ دیکھا کہ میں بیٹھا ہوا قرآن کریم کی تلاوت کر رہا ہوں، تلاوت کرتے کرتے سجدہ کی ایک آیت آگئی۔ میں نے سجدہ کی آیت تلاوت کی اور پھر سجدہ کیا۔ میرے سامنے ایک درخت تھا وہ درخت اپنی جگہ سے چلا اور تھوڑا سا آگے چل کر وہ بھی سجدے میں گر گیا۔ اور اس درخت میں سے سجدے کی حالت میں یہ آواز آرہی ہے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ عِنْدَكَ بِهَا اَجْرًا. اَللّٰهُمَّ احطط عَنِّیْ بِهَا وِزْرًا. وَاكْتُبْ لِیْ بِهَا اَجْرًا وَاجْعَلْهَا لِیْ عِنْدَكَ ذُخْرًا.

(ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیہا، باب سجود القرآن، حدیث نمبر: ۱۰۵۳)

ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ آتے ہیں:

سَجَدَ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ.

(ابوداؤد، کتاب الصلاۃ، باب مایقول اذا سجد، حدیث نمبر: ۱۴۱۴)

یعنی میرا چہرہ سجدہ ریز ہے اس ذات کے آگے جس نے اس چہرے کو پیدا کیا اور جس نے اس کو بنایا۔ اور جس نے اس کے آنکھ اور کان بنائے۔

ان کلمات کی آواز درخت میں سے آرہی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی

خواب سنا ــــ لیکن روایت میں اس کی تعبیر کے بارے میں کوئی بات منقول نہیں کہ اسکی تعبیر بتائی یا نہیں بتائی۔

درخت کے الفاظ سے حضور ﷺ دعا کر رہے تھے

لیکن جو صحابی مجلس میں بیٹھے یہ دیکھ رہے تھے کہ ایک صحابی نے آکر یہ خواب بیان کیا، آپ نے وہ خواب سنا۔ وہ بیان فرماتے ہیں کہ اگلے دن میں نے دیکھا کہ سرکار دو عالم ﷺ سجدے میں پڑے ہوئے ہیں اور وہی الفاظ سجدے میں ادا فرما رہے ہیں جو اس شخص نے درخت کے الفاظ بیان کئے تھے کہ:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ عِنْدَكَ بِهَا اَجْرًا، اَللّٰهُمَّ احطط عَنِّی بِهَا وِزْرًا، وَاكْتُبْ لِیْ بِهَا اَجْرًا وَاجْعَلْهَالِیْ عِنْدَكَ ذُخْرًا۔

یعنی اے اللہ میں جو یہ سجدہ کر رہا ہوں، اس کے ذریعہ آپ میرے گناہ کو معاف فرما دیجئے، اے اللہ اس کے طفیل میرے لئے اجر لکھ دیجئے۔ اور اے اللہ اس سجدہ کو میرے لئے اپنے پاس ذخیرہ بنا دیجئے یہ الفاظ دعا کے اس شخص نے بتائے تھے جس نے خواب دیکھا تھا اور خواب میں یہ الفاظ درخت سے سننے میں آئے تھے۔ لیکن چونکہ دعا کے یہ الفاظ بہت اچھے تھے۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے وہ دعا خود اختیار فرمالی اور سجدے کے اندر خود یہ دعا پڑھنی شروع کر دی۔

دوسروں کے الفاظ کو اپنی دعاؤں میں شامل کرلو

اب سرکار دو عالم ﷺ سے زیادہ اچھی دعا کون مانگے گا، دنیا اور آخرت کی

ساری حاجتیں اور ساری ضرورتیں جتنی ہوسکتی ہیں وہ سب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کے اندر موجود ہیں لیکن آپ کی حرص کا یہ عالم کہ کسی اور سے دعا کا کوئی جملہ سنا اور جو آپ کو اچھا لگا، اس کو بھی آپ نے اپنی دعاؤں کے اندر اختیار کرلیا۔ معلوم ہوا کہ جب کسی سے کوئی دعا سنو کہ وہ اس طرح دعا کررہا ہے تو تم بھی اس دعا کو سیکھو، تم بھی انہی الفاظ سے دعا کرنے کی کوشش کرو۔

عجیب و غریب دعا

اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک عجیب غریب دعا منقول ہے۔ فرمایا:

أَيُّمَا عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ مِنْ أَهْلِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَقَبَّلْتَ دَعْوَتَهُ وَاسْتَجَبْتَ دُعَائَهُ أَنْ تُشْرِكَنَا فِيْ صَالِحِ مَا يَدْعُوْنَكَ فِيْهِ وَأَنْ تُشْرِكَهُمْ فِيْ صَالِحِ مَا نَدْعُوْكَ فِيْهِ

(کنز العمال، کتاب الاذکار ادعیۃ بعد الصلاۃ، حدیث نمبر: ۴۹۷۳)

اے اللہ، خشکی اور تری پر جس اللہ کے کسی بندے نے یا بندی نے جو کوئی دعا بھی کی ہو اور اس دعا میں کوئی بھلائی مانگی ہو اور آپ نے اس کی اس دعا کو قبول فرمالیا ہو۔ اے اللہ وہ بھلائی مجھے بھی عطا فرمادیجئے اور اس دعا میں مجھے شریک کرلیجئے ــــــ اور جو دعا مجھے کرنے کی توفیق ہو۔ اے اللہ میری اس دعا میں ان بندوں کو بھی شامل فرمالیجئے ــــــ بہرحال کوئی حاجت اور کوئی ضرورت ایسی نہیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑ دی ہو۔ اس کے باوجود یہ دعا بھی فرمارہے ہیں۔

سجدے کی حالت میں دعا کرنا

بہرحال، یہ سورۃ اقراء میں بہت خوبصورت جملہ ہے کہ "وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ" "سجدہ کرو اور ہمارے قریب آجاؤ ـــ بندے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس سے زیادہ اچھی دعوت اور کیا ہوسکتی ہے کہ آؤ قریب آجاؤ۔ نیز سجدے کے علاوہ بیٹھ کر بھی دعا مانگنے کا دل چاہے تو بیٹھ کر دعا کرلو اور نماز کے سجدے کے علاوہ ویسے خالی سجدہ کر کے دعا مانگنا ہو تو اس میں دعا کرلو اور اس میں اردو میں دعا کر سکتے ہیں ـــ البتہ ہر نماز کے بعد سجدہ میں جا کر دعا کرنے کی عادت بنانا درست نہیں کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات ثابت نہیں۔

اس حدیث سے دو سبق ملے

بہرحال، اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابی سے فرمادیا کہ اگر تم جنت میں میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو میری صحبت اور میری رفاقت حاصل کرنا چاہتے ہو تو سجدے کی کثرت سے میری مدد کرو ـــ بہرحال اس حدیث سے دو سبق حاصل ہوئے، ایک یہ کہ دعا بڑی اچھی چیز ہے لیکن دعا اسی وقت کارآمد ہوتی ہے جب آدمی اپنا رخ سیدھا کر کے قدم بھی آگے بڑھائے ـــ دوسری بات یہ کہ کثرت سجود یہ اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے۔ اسی سے اللہ تعالیٰ جنت عطا فرماتے ہیں، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری رفاقت جنت میں اس کے ذریعہ نصیب ہوگی ـــ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب کو عطا فرمادے۔ آمین۔

آپ سب حضرات سجدہ تلاوت کرلیں

اور چونکہ میں نے آج کے بیان میں آیت سجدہ تلاوت کی ہے۔ اگرچہ بار بار تلاوت کی ہے، لیکن ایک سجدہ واجب ہوگیا ہے کیونکہ ایک آیت بار بار ایک ہی مجلس میں تلاوت کی جائے تو ایک ہی سجدہ واجب ہوتا ہے۔ اس لئے آپ حضرات ایک سجدہ تلاوت ادا کرلیجئے گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

❋❋❋

❋

دو عظیم نعمتیں

اور ان کی طرف سے غفلت

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ضبط و ترتیب

مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب

استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی

میمن اسلامک پبلشرز

خطاب : شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ضبط و ترتیب : مولانا محمد عبداللہ میمن

مقام : جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

دو عظیم نعمتیں

اور ان کی طرف سے غفلت

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ نَحۡمَدُہٗ وَنَسۡتَعِیۡنُہٗ وَنَسۡتَغۡفِرُہٗ وَنُؤۡمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیۡہِ، وَنَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا وَمِنۡ سَیِّئٰتِ اَعۡمَالِنَا. مَنۡ یَّھۡدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنۡ یُّضۡلِلۡہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ. وَاَشۡھَدُ اَنۡ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡکَ لَہٗ. وَاَشۡھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوۡلَانَا مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَ رَسُوۡلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسۡلِیۡمًا کَثِیۡرًا. اَمَّا بَعۡدُ!

عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمَا، قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ: نِعۡمَتَانِ مَغۡبُوۡنٌ فِیۡھِمَا کَثِیۡرٌ مِنَ النَّاسِ اَلصِّحَّۃُ وَالۡفَرَاغُ

(صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب ما جاء فی الصحۃ والفراغ۔ حدیث ۶۴۱۲)

(ریاض الصالحین باب فی المجاھدہ حدیث نمبر ۹۷)

حدیث کا ترجمہ

یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ عجیب کلمات ہیں جو لوح دل پر نقش

کرنے کے لائق ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ (انسان کو جو نعمتیں اس دنیا میں ملتی ہیں ان میں) دو نعمتیں ایسی ہیں جن کی طرف سے بہت سے انسان بہت دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں۔ کس دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں؟ ___ اس دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں کہ یہ دو نعمتیں جو ہمیں ملی ہوئی ہیں یہ نعمتیں ہمیشہ ہمیں میسر رہیں گی۔ اور کبھی ان نعمتوں کے چھن جانے کا خیال نہیں آتا، اس کی وجہ سے ان نعمتوں کی ناقدری کرتے ہیں اور ان کا صحیح استعمال نہیں کرتے۔

صحت کی طرف سے دھوکہ

وہ دو نعمتیں یہ ہیں ایک صحت کی نعمت، اور ایک فراغت کی نعمت۔ ''صحت'' ایسی نعمت ہے کہ جب تک وہ انسان کو ملی ہوتی ہے تو انسان اس دھوکے میں پڑا رہتا ہے کہ میں صحت مند ہوں۔ یہ فلاں کام اگر آج نہیں کیا تو کل کر لیں گے۔ کل نہیں تو پرسوں کر لیں گے۔ پرسوں نہیں تو اس سے اگلے دن کر لیں گے ___ اس طرح کام کو انسان ٹلاتا رہتا ہے کہ ابھی تو صحت مند ہیں ___ اس شخص کو یہ خیال نہیں آتا کہ صحت کی یہ دولت کسی وقت بھی چھن سکتی ہے ___ اپنی آنکھوں سے وہ دیکھتا ہے کہ ایک اچھا خاصا تندرست انسان تھا اس کو کوئی بیماری لگ گئی اور پھر ایسا بستر پر پڑا کہ پھر بستر سے نہ اٹھ سکا۔

آج میرے اندر طاقت ہے

آج عمل کرنے کی طاقت ہے، طاعت بجا لانے کی بھی اور عبادت انجام

دینے کی بھی طاقت ہے، اللہ تعالیٰ کے حکموں کے مطابق زندگی گزارنے کی طاقت ہے، کل کو جب بستر پر لیٹ جائے گا تو یہ طاقت نہ رہے گی۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ اس وقت جب تم بستر پر پڑ جاؤ گے اس وقت تم یاد کرو گے کہ او ہو، یہ نعمت تو مجھ سے چھن گئی اب میرے پاس وہ موقع نہ رہا جس میں، میں عبادت انجام دیتا، طاعت اور نیک کام انجام دیتا اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرتا۔ اس وقت کی حسرت کام آنے والی نہیں۔ اس لئے فرمایا کہ انسان اس نعمت کی طرف سے دھوکے میں پڑا ہوا ہے کہ یہ نعمت ہمیشہ رہے گی اور اس لئے نعمت کو صحیح مصرف میں استعمال نہیں کر رہا ہے۔ تو بجائے اس کے کہ اس وقت حسرت کرو، آج تم اس صحت کی قدر پہچان لو۔ اور یہ سوچو کہ پتہ نہیں کب یہ نعمت مجھ سے چھن جائے لہٰذا میں یہ کام کر گزروں۔

ابھی تو آنکھیں کھول دیتا ہوں

ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب قدس اللہ سرہ ایک شعر بہت کثرت سے پڑھا کرتے تھے کہ:

ابھی تو ان کی آہٹ پر آنکھیں کھول دیتا ہوں
وہ کیسا وقت ہو گا جب نہ ہو گا یہ بھی امکان میں

حضرت والا کی عمر اسی ۸۰ سال ہو چکی تھی۔ بیماری اور کمزوری بھی تھی۔ فرماتے ہیں کہ میں رات کو تہجد کے لئے اٹھتا تو بعض اوقات کسل اور سستی ہوتی۔ اور بیماری کا احساس ہوتا، بڑھاپے کا احساس ہوتا، دل میں خیال آتا کہ تہجد کی نماز کوئی فرض

واجب تو ہے نہیں، چلو آج چھوڑ دو۔ لیکن میں یہ سوچتا کہ ابھی تو تیرے اندر اتنی طاقت ہے کہ تو چل کر مصلے تک جا سکتا ہے۔ خدا جانے کل اتنی بھی طاقت رہے یا نہ رہے۔ کل کو مصلے تک بھی جا سکے یا نہ جا سکے۔ اس لئے ابھی تو تیرے اندر اتنی طاقت ہے۔ لہٰذا اس طاقت کو غنیمت سمجھو اور مصلے پر چلے جاؤ۔ اس لئے بکثرت یہ شعر پڑھا کرتے۔

ابھی تو ان کی آہٹ پر آنکھیں کھول دیتا ہوں

وہ کیسا وقت ہوگا جب نہ ہوگا یہ بھی امکان میں

''آہٹ'' سے مراد دل میں نیک کام کرنے کا خیال۔ اس خیال کے آنے پر آنکھیں تو کھول رہا ہوں۔ اس کی طرف دھیان دے رہا ہوں۔ ایسا وقت بھی آنے والا ہے جب میرے اندر آنکھ کھولنے کی بھی طاقت نہیں ہوگی۔ ابھی تو یہ نعمت ملی ہوئی ہے۔ اس سے فائدہ اٹھا کر اس سے کام لے لوں۔

جو طاعت ہو سکے اس کو کر گزرو

یہی چیز ہے جو بزرگوں کی صحبت سے حاصل کی جاتی ہے۔ وہ یہ کہ یہ احساس اور خیال اور داعیہ دل میں پیدا ہو جائے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث میں یہی فرما رہے ہیں کہ یہ صحت کی نعمت ہمیشہ رہنے والی نہیں ہے۔ یہ نعمت کبھی چھن بھی سکتی ہے۔ دنیا میں کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے جو ابد الآباد تک کی گارنٹی لے کر آیا ہو۔ ارے کل تک کی گارنٹی بھی کوئی لے کر نہیں آیا۔ خدا جانے کل کیا ہو جائے۔ اس لئے صحت کی نعمت ملی ہوئی ہے۔ اس کو صحیح مصرف پر خرچ کرنے کی کوشش کرو۔ جو عبادت اور جو طاعت اس صحت کی حالت میں کر سکتے ہو اس کو ٹلاؤ نہیں بلکہ کر گزرو۔

فرصت کی نعمت

دوسری نعمت جس سے انسان دھوکے میں پڑا ہوا ہے۔ وہ ہے ''فراغت'' کی نعمت۔ اس وقت فرصت ہے، وقت ہے، اگرچہ وہ پانچ منٹ کی فرصت ہے۔ آپ نے سوچا کہ یہ پانچ منٹ کی فرصت تو نا کافی ہے، جب زیادہ لمبی فرصت ملے گی تب یہ کام کریں گے ___ اس کے بارے میں فرمایا کہ یہ شیطان کا دھوکہ ہے۔ ارے آج تو تمہیں یہ فرصت ملی ہوئی ہے۔ خدا جانے کل کو یہ فرصت حاصل ہو یا نہ ہو۔ کوئی مسئلہ کھڑا نہ ہو جائے۔ کل کو کوئی مشکل پیش نہ آجائے۔ جس کی وجہ سے کل کو یہ فراغت میسر نہ رہے۔ اس لئے اس وقت جتنی فراغت میسر ہے اس کو کسی نہ کسی کام میں لگا دو۔ اور اس فراغت کو اللہ کے راستے پر چلنے میں صرف کر دو۔

بعد میں اس کی قدر معلوم ہوگی

اگر ہم ''صحت''، ''فراغت'' اور ''وقت'' کی قیمت پہچان لیں۔ اور ان کو صحیح مصرف پر صرف کر لیں۔ پھر دیکھو کیا سے کیا انقلاب آجائے گا۔ چنانچہ جو اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہوتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرماتے ہیں۔ وہ اپنے وقت کے ایک ایک لمحے کی قدر کرتے ہیں کہ یہ لمحہ دوبارہ لوٹ کر آنے والا نہیں۔ آج تمہاری نظر میں ان لمحات کی کوئی قدر نہیں۔ اس لئے بیٹھ کر گپ شپ کرنے میں کئی گھنٹے گزار دیئے۔ لیکن ایک وقت آنے والا ہے جب ان کی قدر معلوم ہوگی۔

اس وقت ایک ایک منٹ قیمتی معلوم ہوتا ہے

اس کی مثال یوں سمجھئے جیسے کہ اگر آپ کا کوئی عزیز جہاز یا ریل سے آرہا ہے

اور آپ اس کو لینے کے لئے ایئر پورٹ پہنچ گئے اور وہاں کھڑے ہو کر اس آنے والے مہمان کا انتظار کرنے لگے۔ اس وقت وہ انتظار کی گھڑیاں کتنی لمبی معلوم ہوتی ہیں۔ یا آپ جہاز پر سفر کرنے والے ہیں اور وہ جہاز لیٹ ہو گیا، اور اب آپ انتظار کر رہے کہ کب یہ جہاز روانہ ہوگا۔ اس وقت ایک ایک منٹ بہت بھاری معلوم ہوتا ہے یا آپ کو ایئر پورٹ پہنچنے میں تاخیر ہو گئی اور آپ کو یہ اندیشہ ہے کہ اگر میں نے اور تاخیر کی تو جہاز چھوٹ جائے گا۔ اس وقت ایک ایک لمحہ بڑا قیمتی معلوم ہوتا ہے۔

موت ایک لمحہ کے لئے مؤخر نہیں ہوگی

اسی طرح ہم اس وقت ان اوقات کی قدر نہیں پہچان رہے ہیں لیکن جب آخری وقت آئے گا۔ اور موت کا منظر سامنے آئیگا اور عالم بالا کے مناظر سامنے آئیں گے تو اس وقت حسرت ہوگی کہ اگر مجھے تھوڑا سا وقت اور مل جاتا اور ایک مرتبہ "سُبحان اللہ" کہہ لیتا تو میرے نامہ اعمال میں کتنا اضافہ ہو جاتا، اس وقت ان لمحات کی قدر معلوم ہوگی۔ قرآن کریم میں ہے کہ یہ انسان صحت کے معاملے میں اور وقت کے معاملے میں دھوکے میں پڑا ہوا ہے۔ جب آخرت میں پہنچے گا تو اللہ تعالیٰ سے کہے گا:

لَوْلَآ اَخَّرْتَنِیْٓ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَکُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ۔

(سورۃ المنافقون: ۱۰)

یا اللہ: مجھے دوبارہ دنیا میں جانے کی تھوڑی سی مہلت اور دیجئے۔ اور پھر دوبارہ دنیا میں جا کر اتنے صدقے کروں گا اور اتنے نیک کام کروں گا کہ میں نیک صالح انسان بن جاؤں گا اس کے جواب میں اسے کہا جائے گا:

وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا

(سورۃ المنافقون: ۱۱)

کہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ جس انسان کے لئے جو وقت لکھ دیا گیا ہے اس سے ایک لمحہ بھی آگے نہیں بڑھ سکتا۔ چاہے اس وقت وہ کتنی بھی حسرت کرے، کیونکہ اس وقت کی حسرت کوئی کام نہیں آئے گی۔

ہم مہلت دے چکے

بلکہ اس وقت تو انسان سے کہا جائے گا:

اَوَلَمْ نُعَمِّرْ كُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَ كُمُ النَّذِيْرُ

(سورۃ فاطر: ۳۷)

یعنی ہم تمہیں دنیا میں بہت مہلت دے چکے ہم نے تمہیں اتنی عمر دی تھی کہ اگر تم اس میں نصیحت حاصل کرنا چاہتے تو نصیحت حاصل کر سکتے تھے۔ تمہارے پاس کتنے ڈرانے والے بھی آئے تھے، تمہارے پاس انبیاء بھیجے، تمہارے پاس رسول بھیجے، تمہارے پاس کتابیں بھیجیں، اور ان انبیاء کے وارثین تمہارے پاس بھیجے اور وہ تمہیں ہمارا پیغام بار بار پہنچاتے رہے، اور بار بار ڈراتے رہے، بار بار بلاتے رہے لیکن تم نے ان کی قدر نہیں کی۔ اب تمہیں ایک لمحہ کی بھی مہلت نہیں دی جائے گی۔ اس وقت ایک ایک لمحہ کی قدر معلوم ہوگی۔

ایک لمحہ میں تم جنت میں پہنچ سکتے ہو

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرف توجہ دلا رہے ہیں کہ خدا کے لئے اپنی زندگی

کے اوقات کی قدر پہچانو۔ اگر انسان چاہے تو ایک لمحہ میں جہنم کے ساتویں طبقے سے نکل کر جنت الفردوس میں پہنچ سکتا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ ایک شخص جو بڑا گناہ گار ہے، یا بڑا کافر ہے۔ فسق و فجور میں مبتلا ہے لیکن اس شخص نے صدق دل سے ایک لمحہ میں یہ کہہ دیا۔

أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّأَتُوْبُ إِلَيْهِ

اور کلمہ طیبہ پڑھ لیا اور اپنے سارے اگلے پچھلے گناہوں سے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لی تو ایک لمحہ کے اندر وہ شخص جنت الفردوس میں پہنچ گیا۔ اگر ایک لمحہ پہلے اور ان کلمات کو ادا کرنے سے پہلے مر جاتا تو سیدھا جہنم میں جاتا۔ اور اگر ایک لمحہ کے بعد مرا تو سیدھا جنت میں جائے گا۔ اس ایک لمحہ نے کایا پلٹ دی۔ لہٰذا یہ ایک لمحہ بھی بڑا قیمتی ہے۔ لیکن ہم لوگ دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں۔ بس اوقات کو گزار رہے ہیں۔ اور نیک کاموں کو ٹلا رہے ہیں۔ یہی بات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ نیک کاموں کو نہ ٹلاؤ۔ کسی وقت بھی موت کا پیغام آجائے گا۔ اس وقت ان اوقات کی قدر و منزلت معلوم ہوگی۔ لیکن اس وقت کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب کو اپنی زندگی کے اندر ان اوقات کی قدر و منزلت پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

جنت اور دوزخ
پر پردے پڑے ہوئے ہیں

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ضبط و ترتیب

مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب

استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی

میمن اسلامک پبلشرز

خطاب : شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ضبط و ترتیب : مولانا محمد عبد اللہ میمن

مقام : جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللھم صل علی محمد
وعلی ال محمد کما صلیت
علی ابراھیم وعلی ال ابراھیم
انک حمید مجید ہ
اللھم بارک علی محمد وعلی
ال محمد کما بارکت علی
ابراھیم وعلی ال ابراھیم
انک حمید مجید ہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جنت اور دوزخ

پر پردے پڑے ہوئے ہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ. وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً۔ اَمَّا بَعْدُ!

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّھَوَاتِ وَحُجِبَتِ الْجَنَّۃُ بِالْمَکَارِہِ.

(صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب حجبت النار بالشھوات: حدیث ۶۴۸۷)

(ریاض الصالحین باب فی المجاھدۃ: حدیث نمبر ۱۰۱)

جنت اور دوزخ پر کونسے پردے؟

یہ ایک حدیث ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دوزخ پر خواہشات نفسانی کا پردہ ڈال دیا گیا ہے۔ یعنی دوزخ پر نفسانی خواہشات کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ اور جنت پر ان چیزوں کا پردہ ڈال دیا

گیا ہے جن کو انسان گراں اور مشکل محسوس کرتا ہے۔

یہ دنیا امتحان کا گھر ہے

یعنی اس دنیا کو اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے امتحان اور آزمائش کا گھر بنایا ہے۔ اس آزمائش کا تقاضہ یہ ہے کہ انسان اپنی عقل اور سمجھ استعمال کر کے اور ہمت استعمال کر کے اس آزمائش میں کامیابی حاصل کرے، اگر دوزخ آنکھوں کے سامنے رکھ دی جاتی کہ یہ دوزخ ہے، جس میں آگ جلتی ہوئی نظر آرہی ہے، اس کے اندر عذاب کا آنکھوں سے مشاہدہ ہوتا۔ اور دوسری طرف جنت بھی آنکھوں سے نظر آرہی ہوتی، اور اس جنت کی نعمتیں نظر آرہی ہوتیں۔ اس جنت کے پرکیف مناظر نظر آرہے ہوتے، اور پھر کہا جاتا کہ ان دونوں میں سے ایک راستہ اختیار کرلو۔ پھر تو کوئی امتحان نہ ہوتا۔ امتحان اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت بھی پیدا فرمائی، اور جہنم بھی پیدا فرمائی۔ لیکن جہنم پر نفسانی خواہشات کا پردہ ڈال دیا۔ یعنی نفسانی خواہشات انسان کو اس طرف لے جانا چاہتی ہیں۔ دل چاہتا ہے کہ فلاں گناہ کرلوں۔ حالانکہ وہ گناہ دوزخ میں لے جانے والا ہے۔ اور جنت پر مکروہات کا پردہ ڈال دیا۔ مکروہات وہ اعمال ہوتے ہیں جن کو انسان کا نفس برا سمجھتا ہے، مثلاً یہ کہ صبح فجر کی نماز کے لئے اٹھو، بستر کو چھوڑو، نیند کو قربان کرو۔ نماز کے لئے مسجد جاؤ۔ اللہ کا ذکر کرو۔ گناہوں کے کاموں سے بچو۔ یہ سب کام وہ ہیں جن کو انسانی نفس برا سمجھتا ہے۔ لیکن انہی اعمال کا پردہ جنت پر ڈال دیا ہے۔

یہ راستہ جہنم کی طرف جا رہا ہے

بہر حال، جتنی چیزیں شہواتِ نفس ہیں۔ اور نفسانی خواہشات کے مطابق ہیں۔ اگر آدمی ان کے پیچھے اس طرح چل پڑے کہ جو اس کے جی میں آئے وہ کر گزرے اور جس چیز کا دل چاہے کر لے۔ یہ دیکھے بغیر کہ وہ حلال ہے یا حرام ہے، جائز ہے یا ناجائز ہے۔ تو یہ راستہ سیدھا جہنم کی طرف جا رہا ہے۔ مثلاً انسان کا دل کھیل تماشوں کی طرف مائل ہوتا ہے۔ ایسے کھیل تماشوں کی طرف جو انسان کے نفس کی خواہشات کی تسکین کریں۔ پہلے انسان کو کھیل تماشوں کے لئے ان کی خاص جگہوں کی طرف جانا ہوتا تھا، ان کے لئے باقاعدہ جگہیں مقرر ہوتی تھیں۔ ان کے لئے ٹکٹ خریدنا پڑتا تھا، اب تو یہ کھیل تماشے ہر گھر میں پہنچ گئے ہیں۔ یہ وہ شہوتیں ہیں جن کا پردہ جہنم پر پڑا ہوا ہے۔ اور پیسے خرچ کر کے آج کا انسان جہنم خرید رہا ہے۔ بازار جا کر اپنے گاڑھے خون پسینے کی کمائی خرچ کر کے دوزخ کے انگارے خرید کر اپنے گھر میں، اپنے بیڈ روم میں، اپنے بیوی بچوں کے لئے لا رہا ہے۔ اگر یہ پردہ اٹھ جائے اور نگاہِ حقیقت شناس پیدا ہو جائے تو اس وقت پتہ لگے گا کہ یہ سارے کام جو میں کر رہا ہوں یہ مجھے جہنم کی طرف لے جانے والے ہیں۔

یہ راستہ جنت کی طرف جا رہا ہے

اسی بات کو قرآن کریم نے فرمایا:

يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا

(سورۃ التحریم: ۶)

اے ایمان والو! اپنے آپ کو بھی جہنم سے بچاؤ۔ اور اپنے گھر والوں اور اپنے بچوں کو بھی جہنم کی آگ سے بچاؤ۔ اور دوسری طرف جنت کے اوپر مکروہات کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ اب نفس یہ نہیں چاہتا کہ عبادت اور طاعت کی طرف چلے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم برداری کی طرف چلے۔ لیکن یہی راستہ جنت کی طرف جانے والا ہے۔ جو آدمی ایک مرتبہ ہمت کرلے اور شہوات کے راستے سے اپنے آپ کو بچالے۔ اور اس بظاہر پر مشقت راستے پر چل پڑے تو سیدھا انشاء اللہ جنت میں جائے گا۔

خواہشاتِ نفس کے دھوکہ میں نہ پڑو

اس حدیث کے ذریعہ حضور اقدس ﷺ اس طرف توجہ دلا رہے ہیں کہ کبھی خواہشات نفس کے دھوکہ میں نہ پڑو۔ اس لئے کہ ان خواہشات نفس کی کوئی انتہا نہیں۔ اور اس دنیا میں کوئی انسان ایسا نہیں جو یہ کہدے کہ میری ہر خواہش پوری ہو جاتی ہے، بڑے سے بڑا سرمایہ دار، بڑے سے بڑا صاحب اقتدار، بڑے سے بڑا بادشاہ، بڑے سے بڑا سربراہ حکومت، کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ میری مرضی کے مطابق ہو رہا ہے۔ صدمہ اس کو بھی پہنچتا ہے، غم اس کو بھی پہنچتا ہے، تکلیف اس کو بھی پہنچتی ہے۔ یہ دنیا ہمیشہ کی راحت کی جگہ نہیں، یہاں تکلیف تو پہنچتی ہی ہے اب چاہو تو زبردستی اپنے آپ کو وہ تکلیف پہنچوالو۔ اور چاہو تو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے اپنے نفس کو تکلیف پہنچالو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کام سے منع کیا ہے۔ لہٰذا میں اپنے آپ کو اس کام سے ہٹاؤں گا۔

یہ عادت ختم کرو

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث کے ذریعہ متنبہ فرمانا چاہتے ہیں کہ جو خواہش دل میں پیدا ہوگئی ہے وہ ضرور پوری ہو اور اگر پوری نہ ہو تو آدمی غمگین اور پریشان ہو رہا ہے یہ عادت ختم کرو۔ یہ عادت جہنم میں لے جانے والی ہے۔ یہ جنت کی طرف جانے والا راستہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی فہم عطا فرمائے ــــ آمین۔

صرف عمل انسان کے ساتھ جائے گا

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَتْبَعُ الْمَيِّتَ ثَلَاثَةٌ: أَهْلُهُ وَمَالُهُ وَعَمَلُهُ. فَيَرْجِعُ اثْنَانِ وَيَبْقٰى وَاحِدٌ، يَرْجِعُ أَهْلُهُ وَمَالُهُ وَيَبْقٰى عَمَلُهُ.

(صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب سکرات الموت: حدیث ۶۵۱۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب انسان کا انتقال ہو جاتا ہے اور اس کا جنازہ قبرستان لے جایا جاتا ہے۔ تو قبرستان لے جاتے ہوئے تین چیزیں اس مردے کے ساتھ جاتی ہیں۔ ایک اس کے گھر والے، عزیز و رشتہ دار، دوست احباب، یہ سب اس کی تدفین کے لئے قبرستان جاتے ہیں۔ دوسرے اس کا کچھ مال ساتھ جاتا ہے، یعنی اس کے ساتھ چارپائی وغیرہ جاتی

ہے اور تیسری چیز اس کا عمل ہے جو اس کیساتھ جاتا ہے۔ان تین چیزوں میں سے دو چیزیں ایسی ہیں جو قبر تک جانے کے بعد واپس آجاتی ہیں۔ایک اس کے گھر والے، اور دوسرے اس کا مال۔ یہ واپس آجاتے ہیں۔آگے جو چیز اس کے ساتھ قبر میں جاتی ہے وہ اس کا عمل ہے۔وہ مرنے والا کتنا ہی بڑا سرمایہ دار ہو، کتنا بڑا دولت مند ہو۔ سب کچھ وہ یہاں چھوڑ کر چلا جائے گا۔اور خالی ہاتھ جائے گا۔آگے ساتھ جائیگا تو وہ اس کا عمل ہے۔

یہ سب تمہیں تنہا چھوڑ کر جا رہے ہیں

ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب مردے کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے رشتہ دار اس کو دفن کر کے جب واپس جاتے ہیں تو مردہ ان واپس جانے والوں کے پاؤں کی آہٹ سنتا ہے۔ یہ درحقیقت اس مردے کے لئے یہ اعلان ہوتا ہے کہ جن لوگوں پر تم دنیا میں بھروسہ کرتے تھے کہ یہ میرے غمگسار ہیں، غم خوار ہیں، میرے دوست ہیں، میرے عزیز ہیں، میرے مددگار ہیں، میرے احباب ہیں۔ یہ میرے مصیبت میں کام آنے والے ہیں۔ دیکھو یہ سب تمہیں تنہا چھوڑ کر جا رہے ہیں۔اب ان میں سے کوئی تمہاری مدد کو آنے والا نہیں۔

اب اکیلے ہی چلے جائیں گے اس منزل سے ہم

اس کے بعد جو عالم شروع ہوتا ہے اس میں نہ تو وہ عزیز اور رشتہ دار کام آتے

ہیں اور نہ وہ روپیہ پیسہ کام آتا ہے جس کے جمع کرنے میں ساری زندگی ساری عمر دوڑ دھوپ کی تھی۔ صبح سے لے کر شام تک یہی فکر دل و دماغ پر سوار تھی کہ کس طرح اور پیسے بڑھالوں۔ کس طرح اور دولت اکٹھی کرلوں۔ کس طرح اپنی دنیا کا سامان جمع کر لوں۔ وہ سارا مال و دولت سب دھرارہ گیا۔ وہ عزیز رشتہ دار محبت کرنے والے جن کی چشم وابرو کو دیکھا کرتا تھا کہ کہیں یہ ناراض نہ ہوجائیں۔ یہ کہیں برا نہ مان جائیں۔ ان کا دل کہیں نہ ٹوٹ جائے۔ وہ سب تمہیں یہاں تنہا چھوڑ کر چلے گئے۔ اب بس ایک ہی چیز ساتھ ہے وہ ہے انسان کا عمل۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ:

شکریہ اے قبر تک پہنچانے والو شکریہ
اب اکیلے ہی چلے جائیں گے اس منزل سے ہم

اب آگے اکیلے ہی جانا ہوگا، اگر کوئی چیز ساتھ جانے والی ہے تو وہ صرف ''عمل'' ہے۔

کچھ سامان آگے بھیج دو

اس حدیث کے ذریعہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ اس بات کی طرف توجہ کرو کہ اس زندگی کے اندر تمہارا کوئی سامان آگے چلا جائے۔ اور وہ سامان ویسے بیٹھے بیٹھے نہیں جائے گا۔ بلکہ وہ سامان کچھ عمل کرنے سے جائے گا۔ کچھ طاعات کرلو، کچھ عبادات کرلو، کچھ اپنا آخرت کا ذخیرہ بنالو وہ کام آنے والی چیز ہے۔ اور تم جن چیزوں کے لئے محنت اور دوڑ دھوپ کر رہے ہو، وہ زیادہ سے زیادہ تمہیں قبر تک پہنچا

دیں گی۔ اس کے بعد لوٹ آئیں گی۔ یہاں اس زندگی میں نفسانی خواہشات کے پیچھے چلنے کے بجائے اس بات کی فکر کرو کہ کچھ عمل تمہارے ہاتھ آجائیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کچھ عمل لے کر جاؤ تاکہ وہ جنت جو مکروہات سے چھپائی گئی ہے وہ تمہیں حاصل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ____ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

❋❋❋

❋

روشن خیالی

اور

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ضبط و ترتیب

مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب

استاذ جامعہ دار العلوم کراچی

میمن اسلامک پبلشرز

خطاب : شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ضبط و ترتیب : مولانا محمد عبداللہ میمن

مقام : جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللّٰھم صل علی محمد
وعلی اٰل محمد کما صلیت
علی ابراھیم وعلی اٰل ابراھیم
انک حمید مجید ؕ
اللّٰھم بارک علی محمد وعلی
اٰل محمد کما بارکت علی
ابراھیم وعلی اٰل ابراھیم
انک حمید مجید ؕ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

روشن خیالی

اور

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

(بخاری شریف کی آخری حدیث پر بیان)

بتاریخ ۲۲ رجب ۱۴۲۶ھ، ۲۸ اگست ۲۰۰۵ء اتوار کے روز جامعہ دارالعلوم کراچی کی جدید جامع مسجد میں ختم بخاری شریف کے موقع پر ایک جلسہ منعقد کیا گیا، جس میں عوام وخواص کثیر تعداد میں شریک ہوئے، اس تقریب میں شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے نہایت عارفانہ وبصیرت افروز خطاب فرمایا۔ جس کو مولانا اعجاز احمد صمدانی صاحب ضبط وتحریر میں لے آئے۔ افادۂ عام کیلئے وہ خطاب ہدیہ قارئین ہے۔ بشکریہ ماہنامہ البلاغ............(میمن)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ. وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنْ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ . وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا . اَمَّا بَعْدُ!

تمہید

جناب صدر، جناب علماء کرام، معزز مہمانان گرامی اور میرے عزیز طالب علم ساتھیو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ یہ اللہ جل شانہ کا بے پایاں انعام وکرم ہے کہ آج ہم اپنے تعلیمی سال کی تکمیل صحیح بخاری کی آخری حدیث کے درس کے ذریعے کرنے کے لئے یہاں جمع ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس حاضری کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

عنوان باب

یہ صحیح بخاری کا آخری باب ہے، اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عادت کے مطابق قرآن مجید کی اس آیت کو عنوان بنا کر قائم کیا ہے، وہ آیت یہ ہے:

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ

(سورۃ الانبیاء، آیت نمبر ۴۷)

اس آیت کریمہ میں باری تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ قیامت کے روز انصاف قائم کرنے کے لئے ہم میزان قائم کریں گے، جس کے ذریعے انسانوں کے اعمال واقوال تولے جائیں گے۔ اس آیت کریمہ کو ترجمۃ الباب کا عنوان بنا کر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے وزن اعمال کا عقیدہ بیان کیا ہے، اور اسی پر اپنی کتاب ختم کی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ اور صحیح بخاری کو یہ مقام کیسے ملا؟

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے عجیب وغریب مقام بخشا ہے، میں سوچا کرتا ہوں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بخاریٰ کے رہنے والے عجمی شخص ہیں، اور عجمی بھی ایسے کہ اسی صحیح بخاری میں عربی لکھتے لکھتے ایک جگہ فارسی کا لفظ لکھ گئے، جو عربی میں استعمال نہیں ہوتا، فرمایا:

وَيُذْكَرُ فِي هٰذَا الْكِتَابِ "هَمْ" هٰذَا

"ہم" فارسی کا لفظ ہے جو "بھی" کے معنی میں آتا ہے، یہاں فارسی کا لفظ عربی میں لکھ گئے ہیں، ایسا لگتا ہے کہ بے خیالی میں ایسا ہوا ہے۔

ایسے عجمی شخص تھے اور دوسری طرف عربوں کی یہ بات معروف ومشہور بھی ہے اور ہمارے تجربے میں بھی آئی ہے کہ وہ عجمیوں کو گھاس نہیں ڈالا کرتے، ان کو اپنے عربی ہونے پر ناز ہے اور بڑی حد تک ان کا یہ ناز بجا بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب نازل کرنے کے لئے ان کی زبان کو منتخب فرمایا، اور کائنات میں آخری پیغمبر کی بعثت کے لئے انہیں منتخب فرمایا۔

اس ناز کی وجہ سے بسا اوقات وہ غیر عربی شخص کو کوئی اہمیت دینے کے لئے تیار نہیں ہوتے، لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جیسا عجمی شخص جب عرب پہنچا اور اپنے حدیث کے فن کو لوگوں کے سامنے پیش کیا تو سارے عربوں کی گردنیں اس کے آگے جھک گئیں اور سب نے بالاتفاق ان کی کتاب کو "أَصَحُّ الْكُتُبِ بَعْدَ كِتَابِ اللّٰهِ" (کتاب اللہ کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب) قرار دیا۔

یہ لقب یونہی عقیدت میں نہیں دیا گیا، نہ جانے کتنی چھلنیوں میں اس کو چھانا گیا، کتنے چھاجوں میں اس کو پھٹکا گیا، اور تنقید اور جرح وتعدیل کے تمام پہلوؤں کے اعتبار سے جائزہ لینے کے بعد عرب وعجم میں، مشرق ومغرب میں اسے ''اَصَحُّ الْکُتُبِ بَعْدَ کِتَابِ اللّٰہِ'' کا لقب ملا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا علم وفن اپنی جگہ، اور علم وحدیث اور جرح وتعدیل میں ان کا مقام بلند اپنی جگہ، لیکن اس کتاب کے اس مرتبہ تک پہنچنے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ہر حدیث لکھنے سے پہلے دو رکعتیں پڑھیں، استخارہ کیا، اور پھر وہ حدیث اپنی کتاب میں لکھی، گویا ساری چھلنیوں میں چھلنے کے بعد بھی معاملہ اللہ کے حوالہ کیا، اس کتاب میں تقریباً سات ہزار حدیثیں ہیں، لہٰذا اس کتاب کی تالیف کے لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے چودہ ہزار رکعتیں پڑھیں اور اٹھائیس ہزار سجدے کئے، اس کے بعد یہ کتاب وجود میں آئی۔

کتاب التوحید آخر میں کیوں لائی گئی؟

اس کتاب میں ان کا انداز وصنیع عجیب وغریب ہے، ترجمۃ الکتاب کی ترتیب میں نہ جانے کیا کیا نکات پوشیدہ ہوتے ہیں، یہ حدیث جس میں انسانی اعمال کے وزن ہونے کے عقیدے کو بیان کیا گیا ہے، اس پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کو ختم فرمایا، کیا کیا نکات ان کے پیش نظر ہوں گے، اللہ تبارک وتعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے، لیکن مجھ ناچیز کی سمجھ میں دو باتیں آتی ہیں، اور وہ دونوں ہمارے لئے بڑی سبق آموز ہیں۔

پہلی بات یہ ہے کہ یہ باب کتاب التوحید کا ایک حصہ ہے، اور یہ امام بخاری ﷫ کی جودتِ ذہن کا ایک کرشمہ ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب کے سب سے آخر میں ''کتاب التوحید'' قائم کی ہے، اس کو ''کتاب التوحید'' بھی کہتے ہیں، اور ''کتاب الرد علی الجھمیة'' بھی کہتے ہیں، بعض نسخوں میں ''کتاب التوحید والرد علی الجھمیة'' اور بعض میں ''کتاب التوحید، الرد علی الجھمیة'' (بغیر واؤ کے) لکھا ہوا ہے۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ توحید کا تعلق کتاب الایمان سے ہے، لہٰذا کتاب الایمان میں توحید کا مسئلہ بیان ہونا چاہیے تھا، لیکن امام بخاری ﷫ ایمان، طہارت، صلوٰۃ، حج، نکاح، طلاق، تجارت، سیاست، معاشرت، اور اخلاق غرضیکہ دین کے سارے احکام جو نبی کریم ﷺ سے ثابت ہیں، ان کو بیان کرنے کے بعد سب سے آخر میں ''کتاب التوحید'' کیوں لائے؟ اس میں کیا راز ہے؟

عقیدہ ہر زمانے میں ایک رہا

بات یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے ذریعے جو دین ہمیں عطا فرمایا، وہ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے زمانے تک اور آپ کے بعد سے لے کر قیامت تک ایک ہی دین ہے، ایک ہی عقیدہ ہے، اس میں سرِ مو فرق نہیں آیا، جو عقیدہ آدم علیہ السلام کا تھا، وہی نوح علیہ السلام کا تھا، اور وہی ابراہیم، موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام اور جناب رسول ﷺ کا تھا، اور وہی عقیدہ قیامت تک ساری امت کا رہے گا، زمانہ بدل جائے، انقلابات آتے رہیں، لیکن اس سے دین اور اس کے

عقائد میں کوئی فرق نہیں آئے گا، کیونکہ یہ سارے عقائد درحقیقت اللہ تبارک وتعالیٰ کی نازل کردہ وحی پر مبنی ہیں، لہذا عروج ہو یا زوال، اگلا زمانہ ہو یا پچھلا زمانہ، یہ عقیدہ ہر حال میں برقرار رہتا ہے۔ اقبال مرحوم نے کہا تھا:

یہ نغمہ فصل گل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لا الہ الا اللہ

یعنی کیسے ہی حالات ہوں بہار آجائے، یا خزاں، عروج آجائے، یا زوال، دھوپ آجائے، یا چھاؤں، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔

میں ایک مرتبہ اندلس کی جامع مسجد قرطبہ میں گیا، یہ دنیا کی سب سے بڑی مسقف مسجد تھی، اب مسجد نبوی کی جو نئی تعمیر ہوئی ہے، یہ شاید اس کے برابر ہوگئی ہو، یا اس سے کچھ بڑھ گئی ہو، ورنہ اس نئی تعمیر سے پہلے آج بھی دنیا میں اس سے بڑی مسقف مسجد نہیں ہے، ہماری بداعمالیوں کی وجہ سے آج وہ عیسائیوں کے قبضہ میں ہے، اور نہ جانے کتنے کلیسا اس میں بنے ہوئے ہیں۔ میں روتے ہوئے دل کے ساتھ اس مسجد میں حاضر ہوا، محراب کے پاس جاکر نماز پڑھنے کی توفیق ہوئی میرے ساتھ ایک ساتھی تھے، انہوں نے اذان کہی، اور ہم نے جماعت سے نماز پڑھی، جب میں سجدہ میں کہہ رہا تھا "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی" تو دماغ میں یہ بات آرہی تھی کہ جس وقت یہ مسجد نمازیوں سے کھچا کھچ بھری ہوا کرتی تھی، اور لوگوں کو پیشانی ٹیکنے کیلئے مشکل سے جگہ ملتی تھی اس وقت بھی کہا جاتا تھا "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی" اور آج جبکہ میں اور میرا ایک ساتھی یہاں نماز پڑھ رہے ہیں، اور ہماری "حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ" کی آواز پر

ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھا، اس وقت بھی یہی کہا جارہا ہے کہ "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى" یہ درحقیقت اس بات کا اعلان ہے کہ عروج ہو یا زوال ہو، اور خواہ زمانہ انقلابات کا شکار ہوجائے، لیکن میرے رب کے اعلیٰ ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اسی طرح اس رب کے نازل کئے ہوئے دین کا بھی یہی حال ہے کہ اس میں جو عقائد بیان کئے گئے وہ روز قیامت تک کے لئے ہیں، ان میں کوئی فرق یا تغیر نہیں آئے گا۔

فلسفوں کی آنکھ مچولی

یہ ہے اس دین کا حال جو وحی پر مبنی ہے، ایک دوسری چیز ہے جسے فلسفہ کہا جاتا ہے، فلسفہ خالص عقل کی بنیاد پر زندگی اور کائنات کے حقائق کا پتہ لگانے کی کوشش کرتا ہے، اس میں وحی کی رہنمائی شامل نہیں ہوتی، ارسطو اور افلاطون سے لے کر آج تک ہر دور میں اس فلسفے کا یہ حال رہا ہے کہ اس میں تبدیلی واقع ہوتی رہی ہے، ایک فلسفہ کہتا ہے کہ انسان ہیولہ اور صورت جسمیہ سے مرکب ہے، دوسرا فلسفہ کہتا ہے کہ انسان اجزاء لا تتجزیٰ سے مرکب ہے، کسی وقت کہا جارہا تھا کہ زمین چپٹی ہے، آنے والوں نے کہہ دیا کہ زمین گول ہے، ایک وقت کہا گیا تھا کہ زمین ساکن ہے، اور سورج اس کے گرد حرکت کررہا ہے، اب یہ کہا جاتا ہے کہ نہیں، زمین سورج کے گرد گردش کرتی ہے، غرضیکہ فلسفے میں روز بروز تبدیلیاں آرہی ہیں، کل جس فلسفے کو حقیقت مان لیا گیا تھا، آج لوگ اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔

روشن خیالی

فلسفے کی بنیاد چونکہ خالص عقل پر ہوتی ہے، اس میں وحی کی رہنمائی شامل ہوتی اور عقل بڑی متکبر چیز ہے، یہ عقل ہی کا تکبر ہے جس نے شیطان کو سجدہ کر سے روک دیا تھا، اسی لئے اقبال نے کہا ہے کہ:

روز ازل یہ مجھ سے کہا جبرئیل نے

جو عقل کا غلام ہو، وہ دل نہ کر قبول

اس لئے وہ عقل جو وحی کی رہنمائی سے آزاد ہو، وہ انسان کو گھمنڈ میں مبتلا دیتی ہے اور انسان یہ سمجھنے لگتا ہے کہ میرے برابر کوئی سوچنے والا نہیں، میں ہی صحیح رہا ہوں، دوسرے غلط کہہ رہے ہیں، فلسفے کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں، اس میں ایک ایک بڑا گھمنڈ والا اور ایک سے ایک بڑا متکبر آپ کو ملے گا۔ جس نے اپنے زمانے جو فلسفہ پیش کر دیا اس کے بارے میں وہ یہی کہتا ہے کہ "ہم چو ما دیگرے نیست" (جیسا اور کوئی نہیں)

چونکہ فلسفے کی بنیاد تکبر پر ہے تو جب کسی فلسفے کا کسی زمانے میں چلن ہوتا اسکا ڈنکا بج رہا ہوتا ہے، اس کا طوطی بول رہا ہوتا ہے، اور لوگوں کے دماغ پر اس کا بیٹھا ہوتا ہے تو اس وقت لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بڑی چمک دمک والی چیز ہے۔ وقت اگر دین کی کوئی بات اس فلسفے سے ٹکرا جائے تو ایک طبقہ وجود میں آتا ہے، اور طبقہ مسلمانوں کے اندر ہی سے وجود میں آتا ہے، جو یہ کہتا ہے کہ دین کو کسی طرح تو موڑ کر اس نئے نظریئے کے مطابق بنا لو، انہی لوگوں کو کہا جاتا ہے "روشن خیال"

اپنے اس طرزِ عمل کو روشن خیالی سے تعبیر کرتے ہیں۔

یہ لوگوں سے کہتے ہیں کہ بھائی! آج تو نیا فلسفہ آ گیا، اس نے پرانے نظریات کے تار بکھیر دیئے، اور تم ابھی تک پرانے دین کو لئے بیٹھے ہو، یہ تاریک خیالی اور رجعت پسندی ہے، تنگ نظری اور قیانوسیت ہے، یہ جاہلانہ اسلام ہے، ہم آپ کو روشن خیالی اور وسیع النظری کی طرف دعوت دیتے ہیں، اور ہم یہ کہتے ہیں کہ اپنے دین کو اس نئے فلسفے کے مطابق ڈھال لو، تاکہ جب تم دنیا کے سامنے جاؤ تو کوئی تمہیں تاریک خیال ہونے کا طعنہ نہ دے۔

روشن خیال ہر دور میں پیدا ہوئے

یہ طبقہ مسلمانوں کے ہر دور میں پیدا ہوا، کوئی زمانہ اس سے خالی نہیں، جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تو اس وقت بھی ایسے بہت سے روشن خیال فرقے موجود تھے۔ معتزلہ تھے، جہمیہ تھے، کرامیہ تھے اور نہ جانے کتنے فرقے تھے، اس زمانے میں یونان کا فلسفہ پوری دنیا پر چھایا ہوا تھا، اور اس کے نظریات کا سکہ لوگوں کے دلوں میں بیٹھا ہوا تھا، انہوں نے یہ چاہا کہ ہم دین کی ہر بات کو یونانی فلسفے میں ڈھال کر لوگوں کے سامنے پیش کریں، لہٰذا انہیں دین کی جو بات بھی یونانی فلسفے کے خلاف نظر آتی، اس میں وہ تاویلیں کرنا شروع کر دیتے، انہی میں سے ایک بات یہ بھی تھی جو یہاں بیان ہو رہی ہے کہ قرآن مجید تو کہتا ہے کہ قیامت کے روز تمہارے ایک ایک عمل اور ایک ایک بات کا وزن ہوگا، جبکہ یونانی فلسفے کا کہنا تھا کہ تولنے کی چیز تو کوئی

جسم اور جوہر ہوا کرتا ہے، عمل تولنے کی چیز نہیں، کیونکہ اس کا کوئی جسم نہیں ہوتا، اب یہ روشن خیال لوگ ان نصوص میں تاویل کیا کرتے تھے، جن میں وزن اعمال کا ذکر آتا ہے، اور کہتے تھے کہ قرآن مجید میں اعمال تولنے کا جو تذکرہ آیا ہے، یہ مجاز ہے، حقیقت نہیں، اور مراد یہ ہے کہ حقیقت میں اعمال نہیں تولے جائیں گے، اعمال کے صحیفے تولے جائیں گے یا انسانوں کو تولا جائیگا، یا تولنا ہی بذات خود مجاز ہے، اور مطلب یہ ہے کہ اعمال کا جائزہ لے کر ان کی قدر و قیمت متعین کر کے فیصلے کئے جائیں گے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے خلاف اپنی صحیح بخاری میں کتاب التوحید قائم کی ہے، اور اس میں یہ درس دے رہے ہیں کہ اصل دین وہ ہے جو میں نے کتاب الایمان سے لے کر آخر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث کی شکل میں آپ تک پہنچادیا، اس کو مضبوطی سے تھام لینا، بعد میں بڑے روشن خیال آئیں گے، جو تمہیں دین کے اندر تبدیلیاں کرنے کا مشورہ دیں گے۔

خبردار! ان کی طرف مت جانا

اب ذرا دیکھئے! وہی معتزلہ اور جہمیہ جو یونانی فلسفے کی پیروی کرنے کی بناء پر روشن خیال سمجھے جاتے تھے، لیکن ایک وقت آیا کہ یونانی فلسفہ دھڑام سے زمین پر گر پڑا اور اس کے تمام نظریات باطل اور مضحکہ خیز قرار دیے گئے، اگر اس وقت ان روشن خیالوں کی بات مان لی جاتی اور دین کو اسی کے مطابق ڈھال دیا جاتا تو فلسفۂ یونان کے ساتھ العیاذ باللہ اسلام بھی گر چکا ہوتا۔

نیوٹن کا نظریہ اور سر سید احمد خان

آخری زمانے میں جب مغربی فلسفہ آیا تو مغربی فلسفے کے ایک ماہر اسحاق نیوٹن نے یہ نظریہ پیش کیا کہ ساری کائنات علت (Cause) اور معلول (Effect) کے نظام میں جکڑی ہوئی ہے۔ مثلاً آگ علت ہے اور جلانا معلول (Effect) ہے، ان دونوں کو جدا نہیں کیا جا سکتا، لہٰذا کسی ایسی آگ کا تصور ممکن نہیں جو جلائے نہیں، اسی طرح دنیا کا سارا نظام علت اور معلول کے نظریے پر مبنی ہے۔

جب یہ نظریہ آیا تو ہمارے وہی روشن خیال لوگ پیدا ہو گئے، اب قرآن کہتا ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا، تو آگ کو ٹھنڈا کر دیا گیا تھا، روشن خیال لوگوں نے کہا کہ اگر یہ بات مغربی فلسفے والے اور نیوٹن کے حامی لوگوں سے کہو گے تو ذرا شرماؤ گے، اسلئے قرآن مجید کی آیت میں کوئی تاویل کرو کہ آگ کی تپش زائل نہیں ہوئی تھی کوئی اور قصہ ہوا تھا۔

سر سید احمد خان صاحب پر بھی نیوٹن کا نظریہ چھایا ہوا تھا، اسی بناء پر انہوں نے ''نیچر'' کا نعرہ بلند کیا، چنانچہ انہوں نے اپنی تفسیر میں لکھا کہ قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا:

اِضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ

(سورۃ البقرہ، آیت نمبر ۶۰)

(یعنی اپنا عصا پتھر پر مار دو، پس اس سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے)

یہ بات نیچر کے خلاف ہے کہ آدمی لاٹھی مارے، اور اس سے بارہ چشمے پھوٹ

پڑیں، لہٰذا انہوں نے اس آیت میں تاویل کی اور کہا کہ ''فَاضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ'' کے معنی ہیں ''تو اپنی لاٹھی ٹیک کر پہاڑ پر چڑھ جا اور جب تو پہاڑ پر چڑھ جائے گا تو آگے بارہ چشمے نظر آئیں گے، اس آیت میں لفظ ''مِنْهُ'' موجود ہے جس کا مطلب ہے ''اس سے'' یہ لفظ صاف بتلاتا ہے کہ یہ تاویل بالکل غلط ہے، لیکن سرسید احمد خان صاحب کو چونکہ نئے نظریئے کے اعتبار سے تاویل کرنی تھی اسلئے انہوں نے قرآنی الفاظ اور اس کے سیاق وسباق کا لحاظ کئے بغیر یہ فریضہ انجام دیا، اسی طرح قرآن مجید میں جنت اور اس کے انعامات، جہنم اور اسکے عقابات کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ سب مجاز ہے، یہ صرف جاہلوں کو سمجھانے والی باتیں ہیں، ورنہ یہ ایک خاص کیفیت ہوگی جو وہاں جاکر مل جائے گی، یہ کیوں کیا گیا؟ اس لئے کہ نیوٹن کا نظریہ دنیا پر چھایا ہوا تھا، اس سے مرعوب ہوکر روشن خیالی کا تقاضہ یہ سمجھا گیا کہ قرآن کی نصوص میں تاویل کر کے انہیں نیوٹن کے نظریئے کے مطابق بنادیا جائے۔

دینی حقائق تبدیل نہیں ہوتے

ابھی سو سال بھی نہیں گزرے تھے کہ آئن سٹائن کا نظریہ وجود میں آگیا، اس میں یہ کہا گیا کہ کائنات میں علت ومعلول کا کوئی وجود نہیں، بلکہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے، وہ ''نظریۂ اضافت'' کی وجہ سے ہے، اور اسمیں جو کچھ ہے وہ بالکل ایک دوسرے سے غیر مربوط ہے، اگر آگ جلاتی ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ آگ اور جلانے میں علت (Cause) اور معلول (Effect) کی نسبت ہے، بلکہ یہ الگ الگ چیزیں ہیں جو ایک ساتھ پیدا ہوئی ہیں، اسی نظریہ کی بنیاد پر آج کل جدید ترقیات ہو رہی ہیں، اس

نظریہ نے آکر نیوٹن کے نظریہ کو دھوئیں کی طرح اُڑادیا، اس وقت کے روشن خیالوں نے نیوٹن کے نظریے سے متاثر ہوکر معجزات کا انکار کیا تھا، لیکن آج کے دور میں اس نظریے کی کچھ بھی حیثیت نہیں، غرض یہ کہ دنیا میں دن رات نظریوں کی تبدیلی کی آنکھ مچولی ہورہی ہے، امام بخاری رحمہ اللہ اس آخری باب میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ دین وہی ہے جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا، وہی حق ہے اور قیامت تک حق ہے، نظریات اور فلسفے آتے جائیں، جاتے جائیں، اس سے دین کے حقائق پر کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔

یونانی فلسفے سے متاثر ہونے کی وجہ سے وزن اعمال کا انکار کیا گیا تھا، لیکن آج حرارت، برودت اور آواز سمیت ہر چیز تل رہی ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اس زمانے میں اس فلسفے کی تردید کی۔ چناچہ آپ نے ترجمۃ الباب میں آیت قرآنی ذکر کرنے کے بعد فرمایا: وَاَنَّ اَعْمَالَ بَنِیْ آدَمَ وَقَوْلَهُمْ یُوْزَنُ (بیشک انسان کے اعمال اور اقوال تولے جائیں گے)

کون سا عمل کام آئے گا؟

یہ اس باب کے لانے کا پہلا مقصد تھا جس کا تعلق عقیدے سے ہے۔ دوسرا مقصد عمل سے متعلق ہے، اس میں یہ بتایا کہ ٹھیک ہے تم نے سب کچھ پڑھ لیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے باخبر ہوگئے، لیکن یاد رکھو کہ محض پڑھ لینا کام نہیں آئے گا، بلکہ وہ عمل کام آئے گا جس کا میزان عمل میں کچھ وزن ہو، اور اعمال میں

وزن اخلاص سے پیدا ہوتا ہے، جس کی طرف میں نے اپنی کتاب کی پہلی حدیث میں ارشاد کیا تھا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں ایسا دین دیا ہے کہ صبح سے لے کر شام تک کوئی عمل ایسا نہیں ہے جس کو ہم اخلاص کے ذریعے عبادت نہ بنا سکیں، کھانا، پینا، سونا، ملازمت کرنا، تجارت کرنا، گھر والوں سے ملنا اور دوستوں سے ملاقات وغیرہ.... یہ سب چیزیں ایسی ہیں کہ اگر ان میں نیت صحیح ہو جائے تو سب عبادت لکھی جاتی ہیں، میرے شیخ حضرت عارفی قدس اللہ سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ صبح کو جب اٹھو تو ایک مرتبہ یہ نیت کرلو کہ اے اللہ! آج پورے دن میں جو عمل کروں گا، وہ آپ کو راضی کرنے کے لئے کروں گا۔

اور یہ شرعی مسئلہ کہ جب ایک مرتبہ نیت کرلی جائے تو جب تک اس کے معارض (مخالف) نیت نہ آجائے، وہ پہلی نیت قائم رہتی ہے، لہٰذا جب صبح کو نیت کرلی تو انشاء اللہ وہ نیت شام تک کے اعمال کیلئے کافی رہے گی، بشرطیکہ اس کے خلاف کوئی نیت نہ پائی جائے، ہاں؛ ہر موقع پر اگر نیت کا استحضار کرلیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔

اخلاص کی اہمیت ویسے تو زندگی کے سارے ہی شعبوں میں ہے، لیکن دین کے کام کرنے والوں کے لئے اس کی اہمیت اور زیادہ ہے، کیونکہ جو آدمی دین کی خدمت کے لئے یا اجتماعی کاموں کے لئے نکلتا ہے، تو اکثر و بیشتر شیطان اس کی راہ اس طرح مارتا ہے کہ اس کے دل میں خیال پیدا کرتا ہے کہ لوگوں میں مقبولیت کس

طرح حاصل ہوگی، اور لوگ کس طرح میرے معتقد بنیں گے، اِدھر یہ خیال پیدا ہوا، اُدھر عمل کا ثواب اکارت گیا، اس لئے کہا جارہا ہے کہ مخلوق کو راضی کرنے کی کوئی فکر نہ کرو، اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی فکر کرو۔

بولنے میں بھی سخت احتیاط کی ضرورت ہے

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمۃ الباب کے اندر اعمال کے ساتھ اقوال کا ذکر بھی فرمایا، جس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ صرف اعمال ہی کا وزن نہیں ہوگا، بلکہ زبان سے نکلے ہوئے الفاظ بھی تولے جائیں گے، اسکے ذریعے طلبہ کو سبق دیدیا کہ اے طالب علمو! اب تک تم کان استعمال کر رہے تھے، سبق میں استاذ کی تقریر سن رہے تھے، لیکن جب فارغ ہوکر باہر نکلو گے تو زبان کا استعمال شروع ہوگا، اور تمہیں پڑھایا ہی اسی لئے گیا ہے کہ تم دین کا پیغام دوسروں تک پہنچاؤ، یاد رکھنا! جب باہر جاکر زبان استعمال کرنے لگو تو یہ سوچنا کہ منہ سے جو بات بھی نکلے گی وہ تولی جائے گی، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اپنی زبان کو بے لگام چھوڑ کر جو چاہو کہتے پھرو۔

تمہارا ایک ایک لفظ تُلا ہوا ہونا چاہیے، اور اگر گفتگو ایسے شخص کے بارے میں ہورہی ہے جو تمہارے مخالف نظریات کا حامی ہے، یا دوسرے مسلک کا آدمی ہے تو اس کے سات خون حلال نہ سمجھنا، اور اسکی غیبت پر نہ اتر آنا۔ یاد رکھو!

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا[1]

(سورۃ المائدۃ، آیت نمبر ۸)

(تمہیں کسی قوم کی دشمنی اس بات پر نہ اکسائے کہ تم عدل نہ کرو)

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی مجلس میں حجاج بن یوسف کی غیبت کی جارہی تھی، تو آپ نے غیبت کرنے والے شخص سے مخاطب ہو کر فرمایا: یاد رکھو! اگر اللہ تعالیٰ قیامت کے روز حجاج بن یوسف سے ان بے شمار خونوں کا حساب لے گا جو اس کی گردن پر ہیں تو جو بہتان تم اس پر لگا رہے ہو، تمہیں اس بہتان کا بھی جواب دینا پڑے گا۔

لہٰذا ہر بات تول کر کرو، چاہے ابطالِ باطل ہی مقصود کیوں نہ ہو، اپنی بات کو اعتدال اور واقعیت کے ساتھ بیان کرو، میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کا ایک جملہ ہے، دل چاہتا ہے کہ ہر شخص اسے اپنے لوحِ دل پر نقش کر لے۔ فرمایا:

> ''جب کوئی بات زبان سے نکالو یا قلم سے لکھو تو یہ سوچ لو کہ اس بات کو کسی عدالت میں ثابت کرنا ہوگا، خواہ وہ دنیا کی عدالت میں یا آخرت کی عدالت میں''

تشریح کلمات

چونکہ ترجمۃ الباب کی آیتِ کریمہ میں ''قِسْط'' کا لفظ آیا ہے، اس لئے امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی عادت کے مطابق اس کی لغوی تشریح کی ہے کہ ''قِسْط'' اور ''قِسْطَاس'' دونوں کے معنی ''عدل'' کے ہیں، یہ بھی بتا دیا کہ قِسْطَاس کا لفظ عربی میں رومی زبان سے آیا ہے، اور اس بات کی طرف بھی ارشاد کر دیا کہ ''قِسْط'' مصدر ہے ''مُقْسِط'' کا (از باب افعال) مجرد میں قَسَطَ یَقْسِطُ (باب ضرب)

کے معنی ظلم کرنے کے آتے ہیں، اور باب افعال سے اس کے معنی انصاف کرنے کے آتے ہیں، مجرد کا اسم فاعل "قَاسِط" ظالم کے معنی میں ہے، جبکہ باب افعال سے اسم فاعل "مُقْسِط" عادل کے معنی میں ہے۔

محبوب کلمے

اس کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے:

كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ إِلَى الرَّحْمَانِ، خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ، ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ

(صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ: و نضع الموازین القسط حدیث نمبر ۷۵۶۳)

دو کلمے ایسے ہیں جو رحمٰن کو محبوب ہیں، زبان پر ہلکے ہیں، اور میزان عمل میں بہت بھاری ہیں، وہ دو کلمے یہ ہیں: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ

اگرچہ اللہ جل شانہ کے اسماء حسنیٰ بہت سے ہیں، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں "رحمٰن" کا لفظ استعمال فرمایا، اشارہ اس طرف ہے کہ اگر کوئی بندہ ان کلمات کو پڑھے تو ان شاء اللہ، اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت اس کی طرف متوجہ ہوگی "خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ" کے اندر یہ بتلایا کہ ان کلمات کا پڑھنا کچھ دشوار نہیں، عربی کے بعض کلمات ایسے ہیں کہ عجمی لوگوں کو ان کے پڑھنے میں دقت ہوتی ہے، لیکن یہ کلمات ایسے ہیں کہ عجمی سے عجمی شخص بھی انہیں آسانی سے پڑھ سکتا ہے۔

اس کے ساتھ فرمایا کہ ''ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ'' (میزان عمل میں بہت بھاری ہیں) یعنی ان کا ثواب بہت زیادہ ہے، اسی جملے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ اعمال اور اقوال دونوں تولے جائیں گے، کیونکہ کسی چیز کا بھاری یا ہلکا ہونا تولنے سے معلوم ہوتا ہے۔

ان کلمات کی اتنی فضیلت کیوں ہے، اور ان میں کیا خاص انوار ہیں، اس کا اصل پتہ تو وہاں (یعنی جنت میں) جاکر چلے گا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فضل وکرم سے جنت میں پہنچادے، آمین۔ حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یوں تو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو جنت میں عظیم نعمتوں سے سرفراز فرمائیں گے، لیکن میری نظر میں اللہ تعالیٰ کے دیدار کے بعد سب سے لذیذ بات یہ ہوگی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ وہاں ہم پر حقائق اشیاء منکشف فرمائیں گے، جن باتوں کا یہاں ہمیں پتہ نہیں چلتا، ان کی حقیقت وہاں ہمیں معلوم ہوجائے گی، البتہ یہاں پر ہماری ناقص عقل میں جو اس کی حقیقت آتی ہے، وہ یہ ہے کہ ''سُبْحَانَ اللّٰهِ'' کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بے عیب ہے، اور ''وَبِحَمْدِهٖ'' کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اندر تمام کمالات جمع ہیں، اور وہ تمام تعریفات کے لائق ہے، جو ذات تمام عیوبوں سے پاک ہو، اور اس میں سارے کمالات جمع ہوں، تو وہ ذات یقیناً سب سے زیادہ محبت کے لائق ہوتی ہے۔ ہمارے شیخ حضرت عارفی قدس اللہ سرہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر یہ کلمہ سمجھ کر پڑھا جائے تو اس سے انسان کے دل میں اللہ جل شانہ کی محبت پیدا ہوتی ہے، اور جس دن یہ محبت حاصل ہوگئی، انشاء اللہ دین پر عمل کرنا آسان ہوجائے گا، اور ''سُبْحَانَ اللّٰهِ

اَلْعَظِیْمِ ‘‘ کے اندر باری تعالیٰ کی عظمت اور جلال کا ذکر ہے، اور جب کسی ذات کی عظمت اور جلال کا ذکر کیا جائے تو اس کا خوف دل میں آتا ہے۔

خشیت طالب علم کی آخری منزل

’’سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ ‘‘ سے اللہ جل جلالہ کی محبت پیدا ہوئی، اور ’’سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ ‘‘ سے اللہ جل جلالہ رعب پیدا ہوا۔ جب دونوں چیزیں ملا دی جائیں تو اس سے خشیت پیدا ہوتی ہے، خشیت اس ڈر کا نام ہے جو کسی کی محبت کی وجہ سے پیدا ہو، جیسے باپ کا ڈر، اس کی محبت اور اس کی عظمت کی وجہ سے ہوتا ہے۔

مجھے یاد نہیں کہ میرے والد ماجد حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہ نے بچپن میں مجھے ایک طمانچے کے علاوہ کبھی مارا ہو، لیکن حال یہ تھا کہ جب کبھی ان کے کمرے کے سامنے سے گزرتے تھے تو پاؤں ٹھٹک جاتے تھے، اس وجہ سے نہیں کہ ان کی مار کا خوف ہوتا تھا، بلکہ اس وجہ سے کہ اس ذات کی محبت اور عظمت کا تقاضہ یہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارا کوئی عمل ان کی مرضی کے خلاف ہو جائے۔ اسی کا نام ’’خشیت‘‘ ہے۔

جو شخص بھی ان کلمات کو پڑھے گا، اس کے دل میں ان شاء اللہ، اللہ تبارک وتعالیٰ کی خشیت پیدا ہوگی، اور خشیت ہی ایک طالب علم کی آخری منزل ہے۔

ارشاد باری ہے:

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا

(سورۃ فاطر، آیت نمبر ۲۸)

علماء ہی ہیں جو اللہ کی خشیت دل میں رکھتے ہیں

خشیت اللہ راتشان علم داں
آیت یخشی اللہ در قرآں بخواں

اس حدیث کو یہاں آخر میں ذکر کر کے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ سبق بھی دیدیا کہ اے طالب علمو! اب تم اپنے اپنے مقام پر واپس جا تو رہے ہو، خشیت الٰہی کو بھی ساتھ لیتے ہوئے جاؤ۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس باب اور حدیث سے حاصل ہونے والے تمام اسباق پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ___ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

❋❋❋
❋

عبادت میں اعتدال

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ضبط و ترتیب

مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب

استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی

میمن اسلامک پبلشرز

خطاب : شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ضبط و ترتیب : مولانا محمد عبداللہ میمن

مقام : جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللھم صل علی محمد
وعلی آل محمد کما صلیت
علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم
انک حمید مجید
اللھم بارک علی محمد وعلی
آل محمد کما بارکت علی
ابراھیم وعلی آل ابراھیم
انک حمید مجید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عبادت میں اعتدال

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ، وَعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ. أَمَّا بَعْدُ!

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا امْرَأَةٌ. قَالَ مَنْ هٰذِهٖ؟ قَالَتْ هٰذِهٖ فُلَانَةٌ. تَذْكُرُ مِنْ صَلَاتِهَا. قَالَ مَهْ. عَلَيْكُمْ بِمَا تُطِيْقُوْنَ. فَوَاللّٰهِ لَا يَمَلُّ اللّٰهُ حَتّٰى تَمَلُّوْا. وَكَانَ أَحَبُّ الدِّيْنِ إِلَيْهِ مَا دَاوَمَ صَاحِبُهُ عَلَيْهِ۔

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب احب الدین الی اللہ ادومها، رقم الحدیث ۴۳)

(ریاض الصالحین، باب فی الاقتصاد فی العبادۃ، رقم الحدیث ۱۴۲)

تمہید

بزرگانِ محترم و برادرانِ عزیز! گذشتہ کئی جمعوں سے ایک باب کا بیان چل رہا تھا، جس میں علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ وہ احادیث لائے تھے، جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ فلاں فلاں عمل بھی نیک کاموں میں داخل ہے، اور نیکی صرف چند مخصوص کاموں کے اندر منحصر نہیں، بلکہ اس کے بے شمار شعبے ہیں، بے شمار طریقے ہیں، البتہ ہر وقت کا تقاضہ الگ ہے، ہر وقت کا تقاضہ جدا ہے، اگر انسان وقت کے تقاضے کے مطابق عمل کرتا رہے تو اس سے فلاح نصیب ہوتی ہے۔

عبادت میں اعتدال ہونا چاہیے

آگے امام نووی رحمہ اللہ نے ایک نیا باب قائم فرمایا ہے، ''باب الاقتصاد فی العبادۃ'' یعنی عبادت اور اطاعت میں میانہ روی اور اعتدال ہونا چاہیے، یہ نہ ہو کہ جب کسی نیک کام کے فضائل سنے تو اس نیک کام کو کرنے کا جوش آگیا، اور جوش میں آکر وہ نیک کام کرنا شروع کر دیا، اور اس کے نتیجے میں اعتدال کے راستے سے ہٹ گیا۔ اس وجہ سے یہ باب قائم فرمایا کہ طاعات اور عبادات میں بھی انسان اعتدال سے کام لے۔ اس باب میں کئی احادیث لائے ہیں، یہ سب احادیث ہمارے لئے بڑی سبق آموز ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وہ کام کرو جو طاقت کے مطابق ہو

سب سے پہلے وہ حدیث لائے ہیں جو ابھی میں نے آپ کے سامنے پڑھی، اس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ایک مرتبہ گھر میں بیٹھی ہوئی تھی، اور میرے پاس ایک خاتون ملنے کے لئے آئی ہوئی تھیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت گھر کے اندر تشریف لائے، اور مجھ سے پوچھا کہ یہ خاتون کون ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! یہ فلاں خاتون ہیں، اس کا یہ نام ہے، اور یہ وہ خاتون ہیں جن کی نماز بہت مشہور ہے، یعنی لوگوں میں یہ شہرت ہے کہ یہ خاتون نماز بہت پڑھتی ہیں، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا تو آپ نے فرمایا:

مَهْ. عَلَيْكُمْ بِمَا تُطِيقُوْنَ

فرمایا کہ چھوڑو بھی، وہ کام کرو جو تمہاری طاقت کے مطابق ہو، چونکہ یہ خاتون

بہت نمازیں پڑھتی تھیں، یہاں تک کہ لوگوں میں یہ شہرت ہوگئی کہ یہ اتنی نمازیں پڑھتی ہیں، اور صبح سے شام تک نماز پڑھنے میں لگی رہتی ہیں، سرکار دو عالم ﷺ سے زیادہ انسان کے مزاج و مذاق سے کون باخبر ہوگا، اس لئے آپ کو اندازہ ہوگیا کہ یہ خاتون نماز کی فضیلت سن کر جوش میں آگئی ہیں، اور لمبی لمبی نمازیں شروع کردی ہیں، اور جب تک یہ جوش باقی ہے، اس وقت تک نمازیں پڑھتی جائیں گی، لیکن ایسے آدمی کے اندر جتنی تیزی سے کام کرنے کا جوش پیدا ہوتا ہے، بعض اوقات اس کام کو چھوڑنے کا جوش اس سے زیادہ تیزی سے آتا ہے، وہ کام کرتے کرتے اچانک دل اُکتا جاتا ہے، وہ اس کام کو چھوڑ دیتا ہے، اور جب چھوڑ دیا تو ایسا چھوڑا کہ پلٹ کر اس کی طرف نہیں دیکھا، اس لئے فرمایا کہ اتنا کام کرو، جتنا کام کرنے کی طاقت ہو۔

شہرت کی غرض سے عبادت بے کار ہے

یہاں جو بات قابل نظر ہے، وہ یہ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور اقدس ﷺ سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ یہ خاتون اتنی نمازیں پڑھتی ہیں، بلکہ یہ فرمایا تھا کہ اس خاتون کی نماز کی شہرت بہت ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس پر خاص طور پر ارشاد فرمایا۔ اس سے اشارہ اسی طرف فرمادیا کہ انسان کا اتنا زیادہ عمل کرنا جس سے لوگوں میں شہرت ہوجائے کہ یہ شخص فلاں عمل بہت کرتا ہے۔ اب اگر وہ شخص شہرت ہی کی غرض سے وہ عمل کر رہا ہے، تب تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی ایک دمڑی قیمت نہیں، مثلاً کوئی شخص اس لئے وہ عمل کر رہا ہے کہ میری شہرت ہوجائے کہ میں بڑا عبادت گزار ہوں، میں بڑا مقدس اور پرہیزگار ہوں، میں بڑا عابد ہوں، میں بڑا ولی اللہ ہوں، اگر

اس نیت سے وہ عمل کر رہا ہے، تو اس کی ساری محنت اکارت، اس کی ایک دمڑی قیمت نہیں، اس کا ایک حبہ فائدہ نہیں۔

اخلاص رخصت ہو گیا

درحقیقت اس راستے سے شیطان انسان کی راہ مارتا ہے، جب بزرگوں کے قصے سنتے ہیں کہ فلاں بزرگ اتنی نمازیں پڑھا کرتے تھے، فلاں بزرگ یہ نیک عمل کیا کرتے تھے، اب یہ سن کر دل میں یہ شوق پیدا ہو جاتا ہے کہ ہم بھی یہ نیک عمل شروع کر دیں تو ہمارے بارے میں بھی کہنے والے کہا کریں گے کہ وہ صاحب ایسے تھے جو اس طرح عمل کیا کرتے تھے۔ جب ذہن میں یہ تصور آ گیا کہ کہنے والے کہا کریں گے، تو اب اخلاص ختم ہو گیا، وہ عمل اللہ کے لئے نہ رہا، وہ عمل تو مخلوق کی تعریف حاصل کرنے کے لئے ہو گیا، وہ تو شہرت حاصل کرنے کے لئے ہو گیا۔ اور ایک مؤمن کا یہ کام نہیں کہ وہ شہرت کی خاطر کوئی عمل کرے۔

دو رکعت نفل ہزار رکعت سے بہتر ہیں

اگر آدمی دو رکعت نفل پڑھے، لیکن خالص اللہ کے لئے پڑھے، اخلاص کے ساتھ پڑھے، اس کا جو وزن ہے، اس کا جو اجر ہے، وہ اتنا زیادہ ہے کہ اگر اس کے مقابلے میں ہزار رکعت اس نیت سے پڑھے کہ میرے تذکرے میں یہ بات لکھی جائے کہ یہ شخص ہزار رکعت پڑھا کرتا تھا، یا جب لوگ میرا تذکرہ کریں تو یہ بات کہیں کہ یہ شخص ہزار رکعت پڑھا کرتا تھا، اس ہزار رکعت کی اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی قیمت نہیں۔

پسندیدہ عمل میں مداومت والا عمل ہے

دوسری بات یہ ہے کہ آپ نے جوش میں آکر ایک عمل شروع تو کردیا، لیکن شروع کرنے کے بعد نتیجہ یہ نکلا کہ ایسا آدمی جو جوش اور جذبات میں آکر کام شروع کرتا ہے، وہ بہت جلد اس کام کو چھوڑ بھی دیتا ہے، آج ایک ہزار رکعت پڑھ لی، اور کل کو غائب ہو گئے۔ ایسے کنڈے دار عمل سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ ایک حدیث شریف میں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

خَيْرُ الْعَمَلِ مَادِيْمَ عَلَيْهِ وَاِنْ قَلَّ

(ترمذی شریف، کتاب الادب، باب، رقم الحدیث ۲۸۵۶)

بہترین عمل وہ ہے جس کی انسان پابندی کرے، چاہے وہ عمل تھوڑا سا ہو۔ تھوڑا عمل کرے، لیکن پابندی کے ساتھ کرے، وہ عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ مقبول ہے، زیادہ فائدہ مند ہے، چنانچہ یہاں جو حدیث آئی ہے، اس میں آپ نے یہی فرمایا کہ:

وَكَانَ اَحَبُّ الدِّيْنِ اِلَيْهِ مَادَاوَمَ صَاحِبُهٗ عَلَيْهِ

کہ دین کے اعمال میں سب سے زیادہ پسندیدہ حضور اقدس ﷺ کو وہ عمل تھا جس پر انسان مداومت کرے، اور پابندی کرے، چاہے وہ عمل تھوڑا سا ہو۔

کس کا عمل زیادہ اچھا ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

قَلِيْلٌ تَدُوْمُ عَلَيْهِ اَرْجٰى مِنْ كَثِيْرٍ مَمْلُوْلٍ

(شرح نہج البلاغۃ، جزء ۱۹، ص ۱۶۹)

تھوڑا عمل ہو، لیکن اس کو پابندی سے کرو، اللہ تعالیٰ کے ہاں اس عمل سے اجر و

ثواب کی زیادہ امید ہے، بنسبت اس عمل کے کہ جو گنڈے دار ہو کہ کبھی کیا، اور کبھی چھوڑا، اس لئے نوافل اور ذکر واذکار کے معمولات ہمیشہ اتنے مقرر کرنے چاہئیں جس کو انسان آسانی سے نبھا سکے۔ زیادہ مقرر نہ کرے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا

(سورۃ الملک: آیت نمبر ۲)

کہ اللہ تعالیٰ نے موت وحیات اس لئے پیدا کی تاکہ تمہیں آزمائیں کہ تم میں سے کس کا عمل زیادہ اچھا ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ کس کا عمل زیادہ ہے؟ بلکہ یہ فرمایا کہ کس کا عمل اچھا ہے۔ لہٰذا عمل چاہے تھوڑا ہو، لیکن اچھا ہو، لہٰذا زیادہ عمل کرنے کی فکر نہ کرو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی تعلیم ہے۔

کسی رہنما کی رہنمائی میں عمل کرے

اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ عمل کرنے میں کسی رہنما کی رہنمائی حاصل کرو، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ تمہارے لئے کتنا عمل مناسب ہے؟ اگر تم اپنی طرف سے تجویز کرو گے تو ٹھوکر کھاؤ گے، مثلاً جوش میں بہت زیادہ عمل مقرر کر لیا، لیکن چند روز کے بعد چھوڑ دیا۔ اور اگر کسی رہنما کی رہنمائی میں کرو گے تو اس پر مداومت بھی ہوگی، پابندی بھی ہوگی، اور اس میں برکت بھی ہوگی انشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اپنی رحمت سے ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

نیکیوں والے اعمال

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ضبط و ترتیب

مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب

استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی

میمن اسلامک پبلشرز

خطاب : شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ضبط و ترتیب : مولانا محمد عبداللہ میمن

مقام : جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللھم صل علی محمد
وعلی آل محمد کما صلیت
علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم
انک حمید مجید
اللھم بارک علی محمد وعلی
آل محمد کما بارکت علی
ابراھیم وعلی آل ابراھیم
انک حمید مجید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نیکیوں والے اعمال

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : أَرَادَ بَنُو سَلِمَةَ أَنْ يَّنْتَقِلُوْا قُرْبَ الْمَسْجِدِ فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُمْ : إِنَّهُ قَدْ بَلَغَنِيْ أَنَّكُمْ تُرِيْدُوْنَ أَنْ تَنْتَقِلُوْا قُرْبَ الْمَسْجِدِ؟ فَقَالُوْا: نَعَمْ يَارَسُوْلَ اللهِ قَدْ أَرَدْنَا ذٰلِكَ، فَقَالَ: بَنِيْ سَلِمَةَ دِيَارَكُمْ تُكْتَبْ آثَارُكُمْ، دِيَارَكُمْ تُكْتَبْ آثَارُكُمْ

(ریاض الصالحین، باب فی بیان کثرۃ طرق الخیر، رقم الحدیث ۱۳۶)

(صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ، باب فضل کثرۃ الخطا الی المساجد، رقم الحدیث ۶۶۵)

تم اپنے گھر ہی میں رہو

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک خاندان تھا، جو "بنو سلمہ" کہلاتا تھا، ان کے گھر مسجد نبوی سے کافی فاصلے پر تھے، جس کی وجہ سے مسجد نبوی تک آنے جانے میں کافی محنت اور مشقت ہوتی تھی، اس لئے زیادہ فاصلہ طے کرنا پڑتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ بنو سلمہ کے لوگ یہ چاہ رہے ہیں کہ وہ اس جگہ کو چھوڑ کر مسجد نبوی کے قریب منتقل ہو جائیں، آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا اور ان سے پوچھا کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ لوگ وہاں سے منتقل ہو کر مسجد نبوی کے قریب آباد ہونا چاہتے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہمارا ارادہ یہی ہے کہ ہم مسجد کے قریب آجائیں، اور قرب کی وجہ سے آنے جانے میں آسانی ہو جائے، آپ نے فرمایا:

بَنُوْ سَلِمَةَ، دِيَارَكُمْ تُكْتَبْ آثَارُكُمْ

اے بنو سلمہ، تم اپنے ہی گھروں میں رہو، جہاں تم اس وقت رہتے ہو، اس لئے کہ تم جو اپنے گھروں سے چل کر آتے ہو، تمہارا ایک ایک قدم وہاں لکھا جا رہا ہے، ان کی گنتی ہو رہی ہے کہ کتنے قدم چل کر یہ لوگ مسجد کی طرف آ رہے ہیں، پھر ہر ہر قدم پر ایک نیکی لکھی جا رہی ہے اور ہر ہر قدم پر گناہ معاف ہو رہے ہیں، ہر ہر قدم پر درجات بلند ہو رہے ہیں، اس لئے مسجد سے گھروں کے دور ہونے سے گھبراؤ نہیں، بلکہ اپنی جگہ پر رہو، اور آنے جانے میں جو مشقت ہو رہی ہے، اس سے کہیں زیادہ اجر وثواب تمہیں حاصل ہو رہا ہے، چنانچہ ان صحابہ کرام نے جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنا تو منتقل ہونے کا ارادہ ختم کر دیا، اور اپنے گھروں ہی میں رہے، اور وہاں سے آتے جاتے رہے۔

آج کے دور میں مسجد کی قربت بہتر ہے

یہ لوگ عزیمت والے اور حوصلے والے تھے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ جانتے تھے کہ جب ان سے یہ کہا جائے گا کہ تمہارے نشان قدم لکھے جا رہے ہیں تو یہ آنے جانے کی مشقت ان کے لئے پانی ہو جائے گی، اور ان کو آنے جانے میں کوئی

دشواری محسوس نہیں ہوگی۔ ایسا نہیں ہوگا کہ آنے جانے کی مشقت کی وجہ سے یہ لوگ آنا جانا ہی چھوڑ دیں گے، اس وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ پیغام دیا، اس لئے کہ ہر ایک شخص کو اس کے ظرف کے مطابق نسخہ بتایا جاتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ یہ لوگ دور ہونے کی وجہ سے کبھی مسجد کی جماعت نہیں چھوڑیں گے، اور آنے جانے کی فضیلت بھی ان کو حاصل ہو جائے گی، اور یہ مشقت ان کے لئے آسان ہو جائے گی، اس لئے آپ نے ان کو قریب آنے سے منع فرمادیا، ہم جیسا شخص جو بے ہمت اور بے حوصلہ ہو وہ تو مسجد سے دور ہونے کی وجہ سے جماعت ہی چھوڑ بیٹھے، لہٰذا جماعت چھوٹنے کا اندیشہ ہو تو ایسے آدمی کے لئے بہتر ہے کہ وہ مسجد سے قریب رہے، اگر دور رہے گا تو جماعت ہی فوت ہو جائے گی، لیکن جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے ہمت اور حوصلہ دیا ہو، اس کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ دور ہی رہے۔

ہمت والے کو مسجد کے قریب رہنے کی ضرورت نہیں

ایک اور صحابی کا حدیث شریف میں واقعہ آتا ہے کہ:

عَنْ اَبِي الْمُنْذِرِ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَجُلًا لَا اَعْلَمُ رَجُلًا اَبْعَدَ مِنَ الْمَسْجِدِ مِنْهُ وَكَانَ لَا تُخْطِئُهُ صَلَاةٌ. قَالَ: فَقِيْلَ لَهُ: اَوْ فَقُلْتُ لَهُ: لَوِ اشْتَرَيْتَ حِمَارًا تَرْكَبُهُ فِي الظَّلْمَاءِ وَفِي الرَّمْضَاءِ، فَقَالَ مَا يَسُرُّنِيْ اَنَّ مَنْزِلِيْ اِلٰى جَنْبِ الْمَسْجِدِ. اِنِّيْ اُرِيْدُ اَنْ يُّكْتَبَ لِيْ

مَمْشَایَ اِلَی الْمَسْجِدِ وَرُجُوْعِیْ اِذَا رَجَعْتُ اِلٰی اَھْلِیْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. قَدْ جَمَعَ اللّٰهُ ذٰلِكَ كُلَّهٗ.

(ریاض الصالحین، باب بیان کثرۃ طرق الخیر، حدیث نمبر ۱۳۷)

(مسلم شریف، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب فضل کثرۃ الخطا الی المساجد، حدیث نمبر ۶۶۳)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک صاحب تھے کہ ان کا گھر مسجد سے دوسرے لوگوں کے مقابلے میں سب سے زیادہ دور تھا، میرے علم کے مطابق ان کے گھر سے زیادہ دور کسی اور کا گھر نہیں تھا، اور کبھی وہ کسی نماز میں پیچھے نہیں رہتے تھے، ان صاحب سے کسی نے کہا، یا میں نے ہی ان سے کہا، اگر آپ ایک گدھا خرید لیں، تاکہ آپ رات کی تاریکی میں اور دن کی گرمی میں اس پر سوار ہو کر مسجد آجایا کریں، ان صاحب نے کہا کہ مجھے تو یہ بات بھی پسند نہیں کہ میرا گھر مسجد کے پاس ہو، میں تو یہ چاہتا ہوں کہ مسجد آنے تک میرے جتنے قدم ہیں، اور پھر مسجد سے واپس گھر جانے تک میرے جتنے قدم ہیں، وہ سب لکھے جائیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ سنا تو آپ نے فرمایا کہ اس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ سب اجر و ثواب جمع فرما دیا ہے۔ وہ صاحب فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ بات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی کہ میرا ایک ایک قدم اللہ تعالیٰ کے ہاں لکھا جا رہا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک ایک قدم پر ایک ایک نیکی لکھی جا رہی ہے، تو یہ بات سننے کے بعد مجھے مسجد کے قریب رہنا پسند نہیں، میں دور رہ کر انشاء اللہ مسجد میں پہنچوں گا، اور میرے نامۂ اعمال میں اضافہ ہوگا۔

دور رہنے والا نیکیوں میں اضافہ کر رہا ہے

یہ صحابہ کرام تھے، جو بلند حوصلے والے، بلند ہمت والے تھے، ہمیں اپنے آپ کو ان پر قیاس نہیں کرنا چاہیے، اللہ بچائے، اگر ہم مسجد سے دور ہوں گے، تو ہماری جماعت ہی چھوٹ جائے گی۔ اس میں اتباع کرنے کی جو چیز ہے، وہ ہے ان کا نیکی حاصل کرنے کا جذبہ، جس طرح بھی حاصل ہو، اور جو فضیلت اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی، وہ حاصل ہو جائے، یہ جذبہ ہمیں اپنے اندر پیدا کرنے کی ضرورت ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص مسجد کے قریب رہتا ہے، تو یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، اگر کوئی شخص مسجد سے دور رہتا ہے، اور اس کو آنے جانے میں مشقت ہوتی ہے، تو وہ شخص اس حدیث کو یاد رکھے، اور یہ سوچے کہ ایک ایک قدم پر اللہ تعالیٰ کے ہاں میرے لئے نیکیاں لکھی جارہی ہیں، اور میرے نامۂ اعمال میں اضافہ ہو رہا ہے، اس تصور سے انشاء اللہ اس کی مشقت میں کمی ہو جائے گی۔

پودا اور درخت لگانے پر اجر و ثواب

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يَّغْرِسُ غَرْسًا إِلَّا كَانَ مَا أُكِلَ مِنْهُ صَدَقَةٌ، وَمَا سُرِقَ مِنْهُ لَهُ صَدَقَةٌ، وَلَا يَرْزَؤُهُ أَحَدٌ إِلَّا كَانَ لَهُ صَدَقَةٌ.

(ریاض الصالحین، باب بیان کثرۃ طرق الخیر، رقم الحدیث: ۱۳۵)

(صحیح مسلم، کتاب المساقات، باب فضل الغرس والزرع، رقم الحدیث: ۱۵۵۲)

یہ باب اسی بات کے بیان میں چل رہا ہے کہ نیکی کے اعمال کسی ایک چیز میں منحصر نہیں، نماز میں، روزے میں، وضو میں، عبادات میں منحصر نہیں، بلکہ زندگی کے ہر شعبے میں نیکیوں کے بے شمار راستے اللہ تعالیٰ نے کھولے ہیں، اور جنت حاصل کرنے کے بے شمار راستے کھولے ہیں۔ چنانچہ اس حدیث میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی مسلمان ایک پودا لگاتا ہے تو جب تک وہ پودا لگا رہے گا، اور اس پودے سے جتنے انسان جتنے جانور کوئی چیز کھائیں گے، ہر مرتبہ اس پودے لگانے والے کے اعمال میں ایک صدقہ لکھا جائے گا۔ بعض روایتوں میں یہ بھی اضافہ ہے کہ اگر کسی نے درخت لگایا، اور کسی انسان یا جانور نے اس سے سایہ حاصل کر لیا، تو سایہ حاصل کرنے کا بھی اس درخت لگانے والے کو اجر ملے گا۔

چوری ہونے پر صدقہ کا ثواب

آگے فرمایا کہ اگر اس درخت سے کوئی شخص چوری کر کے کوئی پھل لے گیا، اس پر بھی اس شخص کو صدقہ کا ثواب ملے گا۔ ویسے بھی اگر کسی شخص کا کوئی مال چوری ہو جائے تو اس پر اس شخص کو بہت بڑا اجر و ثواب ملتا ہے، اس لئے کہ اس کی وجہ سے اس کو مصیبت پہنچی اور صدمہ پہنچا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ جب ان کے ہاں سے کوئی مال چوری ہو جاتا تو وہ کہتے کہ یا اللہ! میں نے یہ مال چور کے لئے حلال کر دیا، وہ فرماتے تھے کہ مال تو چوری ہو ہی گیا، اور اس کی وجہ سے جو تکلیف ہوئی، اس پر ثواب ملا، اب جب حلال کر دوں گا تو اس پر مجھے صدقہ کا ثواب بھی مل جائے گا۔

حضرت میاں جی نور محمد رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

حضرت میاں جی نور محمد صاحب جھنجانوی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ وہ کہیں جارہے تھے، اوران کے ہاتھ میں پیسوں کی تھیلی تھی، راستے میں کوئی چور آگیا، اوراس نے آپ سے وہ تھیلی چھینی اور بھاگ گیا۔انہوں نے پلٹ کر بھی نہیں دیکھا کہ کس نے وہ تھیلی چھینی ہے، اورحسب معمول یہ کیا کہ اللہ سے دعا کی کہ یا اللہ! یہ شخص جو مجھ سے تھیلی چھین کے لے گیا ہے، یہ مال اس کے مقدر میں تھا، میں یہ مال اس کے لئے حلال کرتا ہوں۔اورآپ گھر تشریف لے آئے۔اللہ تعالیٰ نے جب یہ دیکھا کہ اس شخص نے میرے ایک بندے کا مال چرالیا ہے، تو اس چور پر عذاب آگیا، اب وہ چوراپنے گھر جانا چاہتا ہے، مگراس کو راستہ ہی نہیں ملتا، ایک گلی سے دوسری گلی، دوسری گلی سے تیسری گلی گھوم رہا ہے، اوروہیں گھوم رہا ہے، باہر نکلنے کا راستہ ہی نہیں ملتا، اب یہ چور بہت پریشان ہوا، یہاں تک کہ شام ہوگئی، آخر میں اس کو خیال آیا کہ جس سے یہ پیسے چھینے ہیں، یہ کوئی اللہ والا معلوم ہوتا ہے، اوراس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے میرا راستہ بند کردیا ہے، لہٰذا مجھے ان سے معافی مانگنی چاہیے، اوران کو یہ مال واپس کردینا چاہیے۔

چوراور میاں جی میں بحث

چنانچہ یہ چور حضرت میاں جی صاحب کے گھر کے دروازے پر پہنچا، اور دستک دی، اندر سے حضرت نے پوچھا کہ کون ہے؟ چور نے کہا کہ ایک ضروری کام

ہے، باہر آیئے، انہوں نے پوچھا کہ کیا ضروری کام ہے؟ چور نے کہا کہ آپ کے پیسوں کی تھیلی میرے پاس ہے، وہ آپ لے لیجئے، میاں صاحب نے جواب دیا کہ میری تو کوئی تھیلی نہیں ہے، چور نے کہا کہ مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوگئی، خدا کے لئے معاف کردیں، میں نے آپ سے یہ تھیلی چھین لی تھی، حضرت نے فرمایا کہ وہ تھیلی اب میری نہیں رہی، جس وقت تم نے مجھ سے چھینی تھی، میں نے اُسی وقت وہ تھیلی تم کو صدقہ کردی تھی، جب میری ملکیت نہیں رہی تو اب میں اسکو واپس کیسے لوں۔ چور نے کہا کہ خدا کے لئے آپ مجھ سے تھیلی واپس لے لیں، اس لئے کہ میں عذاب میں مبتلا ہوں، اور مجھے راستہ نہیں مل رہا۔ اب وہ چور اصرار کررہا ہے کہ تھیلی واپس لے لیجئے، اور یہ لینے سے انکار کررہے ہیں، جب زیادہ بحث ہوئی تو محلے والے جمع ہوگئے، محلے والوں نے پوچھا کہ کیا قصہ ہے؟

مجھے راستہ نہیں مل رہا ہے

چور نے کہا کہ میں یہ تھیلی ان کو واپس دینا چاہتا ہوں، یہ واپس لینا نہیں چاہتے، محلے والوں نے پوچھا کہ یہ تھیلی کس کی تھی؟ چور نے کہا کہ یہ انہی کی تھی، محلے والوں نے کہا کہ جب یہ واپس نہیں لے رہے ہیں اب تو لے کر چلا جا، چور نے کہا کہ میں کیسے لے کر جاؤں؟ مجھے تو نکلنے کا راستہ ہی نہیں مل رہا ہے، لوگوں نے ان بزرگ سے کہا کہ حضرت! جب آپ نے یہ تھیلی اس کو دیدی ہے تو اب اسکے لئے دعا کردیجئے کہ اسکو راستہ مل جائے، چنانچہ جب انہوں نے دعا کی تو اسکے بعد اسکو راستہ ملا۔ بہر حال؛ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کیلئے ایسے معاملات بھی کرتے ہیں۔

اللہ کی رحمت بہانے ڈھونڈتی ہے

بہر حال: یہ بیان چل رہا تھا کہ اگر کوئی شخص درخت لگائے، اور اس درخت کے پھل سے کوئی چوری کرلے تو اس پر بھی مالک کو صدقے کا ثواب ملتا ہے۔ نیز یہ بھی مایا کہ اگر کسی نے درخت لگایا، اور پھل آنے سے پہلے وہ درخت کسی آفت سماوی کی جہ سے گر گیا، اور اس درخت سے کسی انسان یا جانور نے کھایا بھی نہیں، اس پر بھی اس صدقہ کا ثواب ملے گا۔ بہر حال: درخت لگانے کی اتنی فضیلت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرمائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اپنے بندوں کو نوازنے کے نے ڈھونڈتی ہے کہ میرے بندے نے درخت لگا دیا تو اب قیامت تک جتنے نسان جتنے جانور اس درخت سے نفع اُٹھائیں گے، ان سب کا ثواب درخت لگانے الے کو ملے گا۔

ہ عمل جس میں ثواب کی نیت کی ضرورت نہیں

بلکہ حضرت حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی شرح کرتے ئے ایک عجیب بات بیان فرمائی، ویسے تو ہر عمل کا ثواب اس وقت ملتا ہے جب آدمی عمل میں ثواب کی نیت کرے، مثلاً نماز ثواب کی نیت سے پڑھو گے تو ثواب ملے ، وضو ثواب کی نیت سے کرو گے تو ثواب ملے گا۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔ لیکن یسا عمل جو دوسروں کو نفع اور فائدہ پہنچائے، اس عمل میں ثواب کی نیت کی بھی ضرورت ۔ مثلاً اگر کسی نے درخت لگایا، اور درخت لگاتے وقت ثواب حاصل کرنے کی

نیت نہیں تھی، تب بھی چونکہ یہ عمل دوسروں کو فائدہ پہنچانے کا سبب بن گیا، اس وجہ سے اللہ تعالیٰ اس پر بھی ثواب عطا فرمائیں گے۔ بہر حال؛ ہر ایسا کام جس سے دوسروں کو فائدہ پہنچے، جس سے دوسرے لوگ نفع اٹھائیں، وہ عمل انسان کے لئے صدقہ جاریہ بن جاتا ہے، اس کام کو معمولی کام نہیں سمجھنا چاہیے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اپنی رحمت سے ہم سب کو ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ______ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

❋❋❋

❋

میمن اسلامک پبلشرز

E-mail : memonip@hotmail.com